مطلع ثالث

بتون په هو فدا کیون خراب ایسے هوئے	جو اک خدائی کی هم پر عتاب ایسے هوئے
جو منه مین آیا وہ بکا رہی او ساقی	نشے مین عشق کے هم بیحجاب ایسے هوئے
ڈرین عذاب جهنم سے کیا هم ای واعظ	که هم په هجر کے لاکهون عذاب ایسے هوئے
سوال مسئلهٔ عشق جب کیا همنے	نه بولے کچهه علما لا جواب ایسے هوئے
دل و جگر په مرے آئے هے کباب کی شکل	که سیخ آه په بهنکر کباب ایسے هوئے
جو تیری عارض پر نور کا پڑا پرتو	تو روشنی مین مه و آفتاب ایسے هوئے
نه چونکے شور قیامت سے بهی نه غفلت	بهارے دهر مین هم مست خواب ایسے هوئے
چهپے هی پهرتی هین اب بقا کو پیکر خضر	رهے نه کام کے وه کامیاب ایسے هوئے
هوئے تهے کیا مری چشم تر اب همسر	جو پانی پانی هین بحر و سحاب ایسے هوئے
کچهه آج کل هی نهین منقلب نظر آیا	بهت زمانے کو هین انقلاب ایسے هوئے

تمهارا حضرت ناصح بگاڑا کیا اسنے
ظفر سے کس لیے برهم جناب ایسے هوئے

جو تو زبان منه سے وه کافر نکالے	تو کوئی آرزو کیونکر نکالے

مطلع ثانی

جو آنکهین مجهه په وه دلبر نکالے	تو منه سے اف کوئی کیونکر نکالے

یہ تو کسی نے تجکو پٹی پڑھائی ڈھب کی

گر قتل کی ہمارے ٹھہرائی تو نے قاتل

صد شکر دل مین تیرے یہ بات آئی ڈھب کی

کہتا ہے دل کہ چلیے کوچے مین اوس پری کے

دیوانگی ہمارے یہ تو سجھائی ڈھب کی

بک بک کے منہ میرا چاٹتے ہے یون جو ناصح

اے عشق شاید اسنے یہ چاٹ پائی ڈھب کی

درمان درد دل کو جز وصل یار جانے

کب اور ہے طبیبو کوئی دوائی ڈھب کی

جب ہاتھ ہم لگاتے ہیں ہات وہ بگڑتے

ہم بھی کرینگے اون سے آج ہاتھا پائی ڈھب کی

رویت ہلال کی بات اچھی ہے شام ہی کو

لب پر مسی دھڑی کی تمنے جمائی ڈھب کی

دل پر لگے جو کوڑے زلفون کے تیری کافر

بولا کہ واہ میں نے کیا مار کھائی ڈھب کی

ظفر جو پہونچے وہان ہم خدا خدا کرکے
تمام عمر نہ پہیر کو جیۂ بتان سے گئے

کہان طاقت اتنی کہین یار منہ سے
لگائین گے منہ تیرے یکبار منہ سے

مطلع ثانی

ترا گر کہون وصف رخسار منہ سے
لگین پہول جہڑنے مرے یار منہ سے

جو کچھ اوسنے کہتے ہون منہ مین تو ہوئے
نہ کہنا ہمین کچھ خبردار منہ سے

چھپایا بہت راز دل ہمنے لیکن
ہوا فاش آخر کو ناچار منہ سے

دم خوش ستی مجھے ڈر ہے ساقی
نہ بنکار و تجین کچھ یہ میخوار منہ سے

اگر بات سیدھی بھی کہتا ہون اونکو
سناتے ہین اولٹی وہ دو چار منہ سے

جو تو چاہتا ہے بھلا تجکو کہوین
کسیکو برا کہہ نہ اے یار منہ سے

تو ہمین خدا جانے کیا جلوہ دیکھا
کبھی ہم نہ کہوینگے زنہار منہ سے

اونہین سے ہی دل مین بہت اسکی الفت
جو کہتے ہین دنیا کو مردار منہ سے

محبت مین گر لاکھ صدمے ہون دل پر
ظفر کچھ نہ نکلے خبردار منہ سے

بار غم واندوہ دل [illegible] سے کچھ تو ٹل جائے

بوئے گل میں فسوں ہی وہ نہ رہا
موسم بدلا جنوں ہی وہ نہ رہا
سینے میں وہ دل کہاں سے آئے اکبر
جب اپنی رگوں میں خون ہی وہ نہ رہا

بگڑا ہیں بہت اچھا مگر بات بنی کیا
آنا بہ تکلف جو ہوا اپنی شدنی کیا

زمزمہ اوجِ فلک پر ہے یہی ہر برڈ کا
ہے یہی مفہوم روئے ارض پر ہر رود کا
زینتِ گیتی ہے ملکِ اعظم برطانیہ
سکہ بیٹھا ہے دلوں پر حضرت اڈورڈ کا

ہم کو ابرو کی کبھی ٹھسے نے مارا
شیخ صاحب کو بھی ٹھسے نے مارا
خانۂ دیں ہوا القصہ تباہ
آئی آواز کہ اِنّا لِلّٰہ

گئی حق پرستی بھی اس دور سے
شرافت کو بھی چرخ نے تہ کیا
یہی شرطِ دعوت ہے اب قوم میں
اگر سیم واری بیاد دہیا

پیدا ہوا دماغ میں جوشِ نشاط کیا
ننھا سا پھول دیکھئے اس کی بساط کیا

اثر سب پر پڑا ہے انقلابِ رنگِ عالم کا
نہ اب ہے طعن کا موقع نہ ہے اب وقت ماتم کا
بسر کر با قناعت زندگانی کنجِ عزلت میں
نظر تیں پر مناسب ہے تصور چھوڑ دے ہم کا

کیا زور تھا وعظ میں تیرے ہیں گلوتاؤں کا بھی جی چھوٹ گیا
تقویٰ کی بنائیں ہو گئیں شق شیرازۂ ملت ٹوٹ گیا

ایلہ اس عہد میں دو دل بھی ہیں ای اکبر
یہی باعث ہے کہ میں نے کبھی ہم ہمہ نہ کیا

شاد کرتا ہے واجباً انکی طبع نیک کا
ہر ڈنر سے بھیجتے ہیں مجھ کو فوٹو کیک کا
ضعف سے رعشہ ہے باغربی ہوا کا ہے اثر
ہینڈ کو میرے مرض لاحق ہوا ہی شیک کا

ہم تو ہر حال کو ماضی ہی سمجھ لیتے ہیں
لوگ مر جائیں گے اور وقت گزر جائیگا

شیخ لندن میں بھی مسجد کی بنا ڈھونڈ گیا
کعبۂ دل میں کلیسا عشقِ مِس کا بن گیا

ہے بے اثر کیا نہیں جسنے فقط کہا
اکبر نے یہ کہا تو کہو کیا غلط کہا

فتحِ عرب یہ گو ہے تمہیں شوق ناز کا
بہتر ہے اس سے ذوق درود و نماز کا
گردن اٹھائیے نہ بہت پالٹیکس میں
مسجد میں اب ہے کام جبینِ نیاز کا

احسن نگاہوں سے کہ جو تھیں خوگرِ جلوۂ حرم
آفریں کہئے کہ بت خانے کو اپنا کر لیا

رشتۂ در گردنم افگندہ پیٹ
می برد ہر جا کہ میز است و پلیٹ

بزرگانِ ملت نے کی ہے توجہ
کمی پیر رہینگے نہ عالم نہ عابد
ترقی دین ہو گی اب روز افزوں
علیگڈھ کا کالج ہے لندن کی مسجد

دونوں صاحب ہیں محب قوم کسکو ووٹ دوں
پیش کر سکتا ہوں کیونکر کوئی دعوی بے دلیل
بس دعا میری یہ ہے اللہ فرمائے عطا
کامیابی ایک کو اور ایک صبر جمیل

ہوا آج خارج جو میرا سوال
کہا میں نے صاحب سے با صد ملال
کہاں جاؤں اب میں ذرا یہ بتاؤ
وہ جھنجھلا کے بولے جہنم میں جاؤ
یہ سنکر بہت طبع غمگین ہوئی
مگر اس تصور سے تسکین ہوئی
کہ جب اہل یورپ میں بھی ذکر ہے
تو بیشک جہنم بھی ہے کوئی شے

متفرقات

مبارک ہو فلک کو مائل جور و ستم رہنا
طریق حق پہ لازم ہے ہمیں ثابت قدم رہنا

مسلم ہے مگر بات نبی کی نہیں سنتا
لڑکا ہے مگر اپنے ولی کی نہیں سنتا
ہاں آپ جو فرمائیں تو سب ہیں ہمہ تن گوش
آپس میں تو اب کوئی کسی کی نہیں سنتا

من نگویم کہ دریں باغ پئے جنگ و زا
آخرت پیش نظر دار و بہر رنگ درآ

اس دورِ فلک میں کوئی کیا دیکھیگا
جو کچھ دکھلائیگا خدا دیکھیگا
رنجیدہ ہے جس نے ابتدا دیکھی ہے
بے حس ہوگا جو انتہا دیکھیگا

اثباتِ خدا کو منطقی اٹھ نہ سکا
خاک حیرت سے ذہن ہی اٹھ نہ سکا
اللہ رے نزاکتِ وجودِ باری
ثابت ہونے کا بار بھی اٹھ نہ سکا

اب ایسے غمزوں سے دل خوں گشتہ کیا ہوگا بچا
اب تو جو ہونا تھا وہ ملے چشم کافر ہو چکا

بسد اسر حد یہ حاجت ہر دفل کی اور کاٹھی کی — چلی جاتی ہی گستاخی نفیندے خاں کی لاٹھی کی

باز آئینگے نہ پولیٹکل انٹیمسی سے — جب کچھ نہیں تو لاگ لگا ئینگے لیپ سے

اک شغل زندگی ہے بہار نمود سے — منظور دشمنی نہیں اپنے کلیگ سے

نہیں کچھ اسکی پرسش الفت اللہ کتنی ہے — یہی سب پوچھتے ہیں آپ کی تنخواہ کتنی ہے

اب کہاں دست جنوں تار گریباں اب کہاں — پا تیرا دست مجنوں اور خبر ہے تار کی

لے لیا شیریں نے کمسرٹ بن ٹھیکہ دودہ کا — ریل بنوانے لگے فرہاد اب کہسار کی

آزاد ہوں نہیں ہے کوئی مدعا خاص — جس رخ ہے قافیہ مرا مطلب بھی ہے وہی

مذہب کو شاعروں کی نہ پوچھیں جناب شیخ — جسوقت جو خیال ہے مذہب بھی ہے وہی

ڈنر نے تمکو کم فرصت یہاں فاقے سے کم خالی — چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

کب حاضری شب کی اجازت طلب ہوئی — کیوں ضبط شوق دل کی ضمانت طلب ہوئی

ضمیمۂ ظرافت

بحر آزادی میں یہ کیسا تموج ہو گیا — قاصراتُ الطرف[۵] کو شوقِ تبرّج[۶] ہو گیا

بتاؤں آپ سے مرنے کے بعد کیا ہو گیا — پلاؤ کھائینگے احباب فاتحہ ہو گا

مرا کینہ نتیجہ ہے جفائے چرخ گرداں کا — مرا پینا ہے منبع سیل اشک چشم گریاں کا

مرا جینا ہے بس اک سلسلہ انفاس سوزاں کا — مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا

طلوعِ صبح محشر چاک ہے میری گریباں کا

خدا سر دے تو سودا دے کسی فی لجب میداں کا — خدا زر دے تو دل کو ذوق دے یورپ کے ساماں کا

خدا پر دے تو ہدہد کر دے بلقیس و سلیماں کا — خدا سر دے تو سودا دے تری زلف پریشاں کا

جو آنکھیں ہوں تو نظارہ ہو ایسی سنبلستاں کا

دو یدِ گردوں نے اُبھارا دیر کو سچ ہے مگر — یہ نہ کہئے حضرت سید نے پھر کیا کر لیا

---

[۵] نیچی نگاہ والیاں۔ [۶] اپنا سنگار دکھلاتے پھرنا۔

کیا تعجب ہے دیا ووٹ جو لالہ کے لئے
بُت تو تھے ہی مرے معشوق برہمن بھی سہی

کھول کر در کو کہا اُس بُتِ اسکولی نے
جب نقاب اُٹھ گئی آگے سے تو بیلمن بھی سہی

کاش کر لے مجھے وہ شاہد ہوٹل منظور
کیک تو روز ہے اک رات مٹن بھی سہی

سنتا ہوں قبر مری ریل میں آجائیگی
خود مٹا ہوں جب اسی راہ میں مدفن بھی سہی

ملی اک اس طبیعت کا ملا جو کل یہ کہتا تھا
مرے دل میں خیالاتِ بلند آنے نہیں پاتے

سڑک پر کام میں تکلیف ہے بنگلے پہ بے لطفی
یہاں سایا نہیں ہے اور وہاں گلنے نہیں پاتے

کھٹملوں پر زجر و طعن و غیظ سے منہ موڑئے
گرم پانی ڈالئے یا چارپائی چھوڑئے

زندگی تھی ہی مصیبت موت بھی برباد ہے
کس قدر اس دور میں بگڑا ہوا ہے دین ہائے

ماسٹر ہیں نزع میں لڑکوں کی شامت دیکھئے
اُنکا فوٹو لیتے ہیں یا پڑھتے نہیں یٰسین ہائے

کیا خوشی اس کی مجھے۔ اُنکو جو نوابی ملی
روغنی صاحب نے لی مجھ کو وہی آبی ملی

جیب سے مفرور ہی زر بے تحاشا دیکھئے
جلوۂ بازار مغرب کا تماشا دیکھئے

نکلا بہ آب و تاب بنارس سے اولڈ بول
اللہ اُس کو گولڈ بھی دے اور پرل بھی

خواہش ہے اب یہ بعض محبانِ قوم کی
نکلے کسی طرف سے یونہیں ولڈ گرل بھی

اکبر دبے نہیں کسی سلطاں کی فوج سے
لیکن شہید ہو گئے بیگم کی نوج سے

وہ ہیں ذی علم و معزز جنکا ارشاد و عمل
طالبانِ حق کے دل کی کر رہا ہے رہبری

بعض اسپیکر نظر آتے ہیں یا تم کو یہ تو ہیں
نوکری اور ممبری کی منڈوی کے چودھری

یہ غنچے میل کی اُمید کے کھلنے نہیں پاتے
خدا اس پیٹ سے سمجھے کہ دل ملنے نہیں پاتے

اُنسے بی بی نے فقط اسکول ہی کی بات کی
یہ نہ بتلایا کہاں رکھی ہے روٹی رات کی

نہ اُنمیں رنگ باغی کا نہ اُنمیں بو ہے داغی کی
یہ حجت ہے فقط درگاہِ قومی پر چراغی کی

یہ پردہ درد کو سوے قوم کس نے بھیجا ہے
کہ جس کی بحث سے مجروح ہر کلیجا ہے

یہی ہے عقدہ کشائی قوم تو اک دن
اِزار بند کو کہدینگے جس بیجا ہے

ڈوبے ہوئے ہیں یہ بھی مگر اپنی بات میں
پیرو بھی یہ رہے ہیں خیالی فرات میں

یہ اتنی ستر پوشی تیری اے ترقی غنیمت ہے
دئے جا چندہ بس تعلیم کی غرقی غنیمت ہے

انضباطِ الٰہی کا تصور جو دل میں ہے
یہ وجہ ہے کہ آجتک آنرابل میں ہے
کمسریٹ اب بھی اسکا ہے محتاج دیکھئے
معذور اگرچہ اسکا قدم آب و گل میں ہے

کچھ الہ آباد میں ساماں نہیں بہبود کے
یاں دھرا کیا ہے بجز اکبر کے اور امرود کے

راہِ مغرب میں یہ لڑکے لٹ گئے
واں نہ پہونچے اور ہم سے چھٹ گئے

شوق ہے پُن کا نہ طاقت پاپ کی
سب ہیں بس پڑھتی منانے آپ کی
ہو چلے ہگلی سے لکچر اب ہمیں
فکر ہے گنگا کنارے جاپ کی
قُطر جو کچھ ہو محیط اک انچ ہے
وہم ہے اُنکی کمر کی ناپ کی
شیخ جی قانع ہے گھر میں تو بسم
ورنہ اب مٹتی ہے ہستی آپ کی

ملتا ہے دنیا سے اُسکو جس شخص کا جتنا حصہ ہے
ہے اتنی بات ٹھکانے کی باقی تو کہانی قصہ ہے

وہ فرماتے ہیں اے اکبر یہ روزہ اک قیامت ہے
بجا ارشاد ہوتا ہے مگر افطار جنت ہے

میں نے جو کہا دیکھو تو ذرا اب قوم پہ کیا جوبن ہے
وہ ہنسکے لگے کہنے صاحب یہ قوم نہیں ہے پلٹن ہے

عزیزانِ وطن کو پہلے ہی سے دیتا ہوں نوٹس
چرٹ اور چائے کی آمد ہے حقہ پان جاتا ہے
یہ اتنی گوشمالی طفلِ مکتب کی نہیں اچھی
زباں آتی ہے اسکو ہیچ پر لیکن کان جاتا ہے
مری ڈاڑھی پر رہتا ہے وہ بت انکار پر قائم
مگر جب دل دکھاتا ہوں تو فوراً مان جاتا ہے

وہ مس بولی میں کرتی آپ کا ذکر اپنی ڈائری سے
مگر آپ اللہ اللہ کرتا ہے پاگل کا مافک ہے
نہ مانا شیخ جی نے چل گئے دس پانچ یہ کہکر
اگر فائض ہیں یہ بسکٹ تو ہوں اللہ مالک ہے

لگی لپٹی پہ ہر اک سے یہ بری عادت تمہاری ہے
مری جاں اسمیں اک دن احتمال فوجداری ہے

ترقی پر خدا کے فضل سے ہے بزم رنداں بھی
فقط پیر مغاں تھے آگئے اب پیر نسواں بھی

شیخ بھی ہیں حریہ کے سائل بس اتنا فرق ہے
مجھ کو بوسہ چاہیئے انکو سموسا چاہیئے

لیا صبحِ شبِ وصل اُسکا بوسہ میں نے یہ سچ ہے
اِسی پر بول اُٹھی وہ شوخ مِس یہ فائنل ٹچ ہے

تھا امن کسی قدر سو وہ دن بھی چلے
ظاہر ہی کے سمت اہلِ باطن بھی چلے
مجلس یہ ہوا اضافۂ کانفرنس
مسلم تو چلے چکے تھے مومن بھی چلے

اُس مِس کی زباں رات جو لی میں نے دہن میں
بولی کہ تری راہ ترقی میں ہیج ہے (Hedge)
میں نے کہا اسکالرِ مشرق ہوں مِری مِس
چپ رہ کہ یہی میری سکنڈ لینگویج ہے (second language)

دنیا آخر کو تم سے لپٹی
ہو ہی گئے تم غرضکہ ڈپٹی

کرتے کیا اُن سے بھینٹ خالی
کر آئے ہم اپنی ٹنمنٹ خالی

شیعہ و سنی میں جنگ اک دھوم دھامی ہو گئی
چاریار اور پنجتن کی نیکنامی ہو گئی
کیا شرف بخشینگی تم کو عرش پر یہ کاوشیں
جب زمیں پر تم کو غیروں کی غلامی ہو گئی
ایک قرآں ایک قبلہ ایک اللہ اک رسول
بد نصیبی ہے کہ تفریق دوامی ہو گئی
مومنانِ امن جو کو دیر کی سوجھے گی اب
جب حرم کے صحن میں بد انتظامی ہو گئی
اشتعالِ آتشِ افسردہ اس طوفان میں
پختہ طبعوں سے الٰہی کیوں یہ خامی ہو گئی
جس نے کھولی بہرِ صلح و آشتی اپنی زباں
پیشِ حق مقبول اُسکی خوش کلامی ہو گئی

مکہ تک ریل کا ساماں ہوا چاہتا ہے
اب تو انجن بھی مسلماں ہوا چاہتا ہے

اکبر ابھی تو جی کا کام کو اُٹھے بشوقِ مغفرت
ہز ہائینس کے ہم عناں ہز لولینس بھی ہو گئے

مجھکو ہے پسند اس سبب سے یو۔پی
لینے یوپی کا قافیہ ہے ٹوپی
ہے فصلِ بہاری بھی ہم آہنگ اسکی
جب آتی ہے کرتی ہے اِستارا ٹوپی

دورِ یونیورسٹی میں اِن کی ترقی ہے ضرور
شیخ جی مدیون ہیں اور قوم ڈگریدار ہے

شیخ کو گانٹھ لے سلیقے سے
چھین کر مغربی طریقے سے
متفق اِس پہ ہو گئے کہ وہ
اب تو یہ مسئلہ ہے مفتیٰ بہ

ٹامی کے آگے ٹیمز کا دلچسپ پاٹ ہے
گنگو کی جا نظر آئی گنگا کا گھاٹ ہے

قابل رشک ہے زمانے میں — دن وکیلوں کا رات عاشق کی
سُدیشی گورنمنٹ سے پلچ گئی — یہ بائی پیرمنٹ سے بیچ گئی

افسردگی پہ اُسکے لگا دل جو تڑپنے — کل شب کو کہا ہنسکے یہ محبوب سے اپنے
گو پاس ترے رہ نہ گئی دولت و حشمت — ہے حُسن خداداد وہی اور وہی صورت
سونے ہی کی بدّہی پہ فقط مجھکو نہیں غش — پھولوں کی بھی بدّہی ہے ترے سینے پہ دلکش
جو دل کہ تری پھولونکی بدّہی کو نہ پوچھے — برباد ہوا ایسا کوئی اودھی کو نہ پوچھے

نہیں بدلی زباں اُس شوخ کی یہ کون کہتا ہے — میں جب جاتا ہوں اُسکی بزم میں سٹ ڈون کہتا ہے

وضع سابق سے بہت ہندی کو سیری ہو گئی — ہو مبارک مُلک کو مینا کینری اعلیٰ ہو گئی

ہیٹ پہنچی شیخ کے سر پر جو دل کے جوش سے — اور بھڑکے شعلہ ہائے فتنہ اس سرپوش سے
بنگئے صاحب ہنر صاحب کا کیا ہے آپ ہیں — کیا کلیں ٹپکینگے سقف بنگلہ خس پوش سے

باغ اُمید کے پھل ہوتے ہیں روز ضائع — ہمکو خدا بچائے اولاد ڈاروِن سے

بیدل ہیں پرو سلو تو نہ کیجئے — للّٰہ بات مانئے تو لو نہ کیجئے
کل شمع کی صدا نہ خوبیٔ فطرت نہ لطف دید — بہتر یہی ہے خواہش فو فو نہ کیجئے

مجھ خستہ کی ہستی نہیں کچھ آپکے آگے — پھرتے کی ہے کیا اصل ہٹن جاپکے آگے

ملک پر تاثیر حشم و وٹ طاری ہو گئی — مُفت شیخ و برہمن میں فوجداری ہو گئی
ہندوؤں کو کیوں نہ اب بھائی بنائیں صلح و بیت — آریہ مذہب میں بھی توحید جاری ہو گئی
عمری پر جنگ ہو ہمیں گئو کا کیا قصور — ملک میں بدنام ناحق یہ بچاری ہو گئی
کرتے ہیں بائیسکل پر خوب وہ دفع ریاح — انکو بیلن ارغنوں کا یہ سواری ہو گئی

ہم کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے — بی اے ہوئے نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے

جن لوگوں نے مسلمونکو بہکایا ہے — کامل کب اُنکو علم و فن آیا ہے
جو فلسفی ہیں اصیل وہ ہیں خاموش — الحاد تو ٹٹپونجیوں نے پھیلایا ہے

گئے شربت کے دن یاروں کے آگے اب تو اے اکبر
کبھی سوڈا کبھی لمنڈ کبھی وسکی کبھی ٹی ہے

گل پھینکے ہے یورپ کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے نیچر و سائنس بھلا کچھ تو ادھر بھی

اغیار تو دنیا میں اٹھائے ہوئے سر ہیں
ہم بیٹھے ہیں اس طرح کہ اٹھتا نہیں سر بھی

اغیار تو رگ رگ سے ہماری ہوئے واقف
ہم وہ ہیں کہ پاتے نہیں اس بت کی کمر بھی

رات افسوس سے کہتے تھے یہ بنسی بھائی
ہم سے ناحق ہیں الگ کانفرنسی بھائی

ساحل نظر آتا ہے نہ مچھلی ہے نہ بنسی
کیا لہریں لیا کرتے ہیں یہ کانفرنسی

دیر میں محویت بھی ہے وعظ میں قبلہ رو بھی ہے
شیخ ہمارا خوب ہے پیر بھی ہے گرو بھی ہے

بت پہ جو پھر پڑے تو خوش سجدے میں گر پڑے تو جا
وضع نئی چلن نیا مست بھی ہے وضو بھی ہے

یورپ میں گو ہے جنگ کی قوت بڑھی ہوئی
لیکن فزوں ہے اس سے تجارت بڑھی ہوئی

ممکن نہیں لگا سکیں وہ توپ ہر جگہ
دیکھو مگر پیرس کا ہے سوپ[1] ہر جگہ

غلطی مجھ سے ضرور یہ ایک ہوئی
پیدا وجہِ فضیحت نیک ہوئی

لینا تھا لغت سے اور ہی لفظ کوئی
بس کو جو لیا یہ مجھ سے مسٹیک[2] ہوئی

وہ تو گرجا پہ رکا اور یہ گیا کعبے کو پھاند
شیخ کا ٹٹو تو انجن سے بھی بڑھ کر تیز ہے

وضع مغرب سے مجھے کچھ بھی تسلی نہ ہوئی
ناز تو بڑھ گئے دولت کی ترقی نہ ہوئی

مسمریزم کے عمل میں وہ ہر اب مشغول ہے
مغرب و مشرق میں اک عامل ہے اک معمول ہے

جسم و جاں کیسے کہ عقلوں میں تغیر ہو چلا
تھا جو مکروہ اب پسندیدہ ہے اور مقبول ہے

مطلعِ انوار مشرق سے ہے غافل بے خبر
مستند پر تو وہ ہے مغرب سے جو منقول ہے

گلشنِ ملت میں پامالی سرافرازی ہے اب
جو خزاں دیدہ ہے برگ اپنی نظر میں پھول ہے

کوئی حرکت ہی نہیں پیدا ہو کچھ کیونکر محیط
مجہول ہے پیچیدگی ہے ابتری ہے بھول ہے

حکام پہ بم کے گولے ہیں اور مولویوں پر گالی ہے
کالج نے یہ کیسے سانچوں میں لڑکوں کی طبیعت ڈھالی ہے

[1] صابون [2] غلطی

زبانِ اکبر کی اس طرزِ سخن پر ناز کرتی ہے
بھجن کی دُھن میں تردیدِ بُت طناز کرتی ہے
معزز کرتی ہے اُنکی نظر ممتاز کرتی ہے
بس اتنا ہے درِ الحاد کو بھی باز کرتی ہے
معاشر کم ہیں کیوں جا بسے مجھ سے پوچھ لیں
مثالِ اولیں خود تجھیہ کشف راز کرتی ہے

تدبیرِ حفظِ جان بتقیہ ضرور ہے
اس وقت مومنوں کو تقیہ ضرور ہے

لپٹ بھی جا۔ نہ رک اکبر غضب کی بیوٹی ہے
نہیں نہیں پہ نہ جا یہ حیا کی ڈیوٹی ہے

KOHNY.

جو پوچھا میں نے ہوں کسطرح سے پی
کہا اُس مس نے میرے ساتھ سے پی

چیز وہ ہے بنے یورپ میں
بات وہ ہے جو پانیر میں چھپے

چل آیا اک ایسا جھولا جھوسے
قومی عزت کی ہسٹری کو بھولے
جنت کا خیال ہے نہ باغِ دل کا
گملوں ہی پہ اب تو رہتے ہیں ہم پھولے

روح پر ورنہ سہی نشہ ذرا تیز تو ہے
نوجوانوں کے لئے ولولہ انگیز تو ہے
نہ سہی معنی قومی فقط الفاظ سہی
چند احباب کا اک شغل دل آویز تو ہے

اب تو اکبر بار ہے ہم پر نماز عید بھی
تم اگر رکھ سکتے ہو روزہ خدا روزی کرے

بنیاد ڈالتے ہیں وہ حکمت کے باغ کی
وہسکی سے ہو رہی ہے صفائی دماغ کی

دربار سلطنت میں ہے کبر و خود پسندی
مذہب میں دیکھتا ہوں جنگ اور گروہ بندی
رندی و عاشقی کا ہے شغل سب سے بہتر
لمینیڈ ہے اور وہسکی بندہ ہے اور بندی

الفت نہ ہو شیخ کی تو عزت ہی سہی
مرشد نہ بناؤ اُنکو دعوت ہی سہی
بگڑا ہے جو دل زباں ہی کو روکو
رونا جو نہ آئے غم کی صورت ہی سہی

رفتارِ ترقی یہ کہیں نلج نہ ہو جائے
یہ قرأتِ مصری کہیں کھماج نہ ہو جائے
توحید کی تحریک سے زندہ ہے ترا دل
مغرب کی مگر کوک سے یہ واخ نہ ہو جائے

اذانوں سے سوا بیدار کن انجن کی سیٹی ہے
اسی پر شیخ بیچارے نے چھائی اپنی پٹی ہے
کہاں باقی رہے ہم میں وہ اورادِ سحر گاہی
وظیفے کی جگہ یا پانیر یا L.D.T. ہے

سلہ ۵ گھڑی

پرانی روشنی کا جواب

بے ضرورت نظر آتا ہے تعلّی کا یہ فیر
اب تو سب آپکے اپنے ہی ہیں کم رہ گئے غیر

معترض کون ہے جب آپکی نیت ہے بخیر
نہ حرم آپکو بیگانہ سمجھتا ہے نہ غیر

آپ کو لطف گورمنٹ سلامت رکھے
مستفید اس سے ہمیں تا بقیامت رکھے

غربا بھی ہیں مگر قوم کے اجزا اکثر
دور ہے اُنسے خود آرائیِ مغرب کا اثر

غربا ہی سے تعلق میں ہے اُنکو مضر
بحث اُن کی بھی اسی بات پہ ہے ختم مگر

آپکا دل رہِ مغرب کا اگر سالک ہے
کیجیے چین غریبوں کا خدا مالک ہے

آپ بنگلوں میں ہیں مسرور تو پھر ہمکو کیا
آپ عہدوں پہ ہیں مغرور تو پھر ہمکو کیا

آپ مسجد سے ہوئے دور تو پھر ہم کو کیا
چاہ ہے آپ کو منظور تو پھر ہم کو کیا

ہمیں اُبھرینگے کبھی گو ابھی پستی میں ہیں
آپ دھبوں کیطرح دامنِ ہستی میں ہیں

ہر گھڑی فکر ہے بازاری بھی درباری بھی
اک مصیبت ہے جوانی بھی زمینداری بھی

ہے طریق جدید خشک مزاج
گو کہ اسمیں ذرا ثقالت ہے

بہر صحت میں قدیم چال اچھی
پھر بھی بسکٹ سے شیرمال اچھی

مچھر دل سے سبکے پیتا ہے خونِ خالص
اُڑنیکی طاقت اسکو فطرت نے کیوں عطا کی

فضلہ اسے نہ سمجھو صاحب پہ بھنبھن کیوں ہے
یہ نشتر ملا ہے اسکو پیدا بلیں کیوں ہے

مشرقِ غربی جھپٹ میں ہے
کیوں اُسکو ہے مولوی پہ ترجیح
کیسہ خالی ہے بکس خالی

دل سینے میں تھا سو پیٹ میں آیا ہے
کیا بات اگر کچھ پیٹ میں ہے
جو کچھ ہے یہاں پلیٹ میں ہے

کہدو اکبر سے یہی لوگ ہیں اسوقت کے شیخ
آل سید کو برا کہہ کے گنہگار نہ ہو

دل ہے پیغام رساں چلتے ہیں خالق کی طرف
ہمکو کیا غم ہے اگر ریل نہ ہو تار نہ ہو

گو تبرک ہے یہ لے شیخ ولیکن ہے ثقیل
دبکے بیٹھئے شب کی عبادت کہیں دشوار نہ ہو

شیخ صاحب کی تملق کی نہ قلعی کھل جائے
لاٹ صاحب کا کہیں حشر میں اظہار نہ ہو

مغرب نے سایہ ڈالا ہیتوں پر اثر کے ساتھ
ساری ہی کبھی انکی ہو گئی غائب کمر کے ساتھ

ہستی ہی بتری کیا ہے کہ ہو ام انکا ہم سفر
موج نکل لے حباب نہ ڈوبے تو ابھر کے ساتھ

احتمالِ فتنہ ہے ہر مجمع و دعوت کیساتھ
گشت کرتی ہے پولس بھی شیخ کی جنت کیساتھ

چھوڑ کر صحن حرم اکبر ہے محو طوف دیر
عزتیں گو اب بھی ہوتی ہیں مگر ذلت کیساتھ

گھر سے جب پڑھ لکھ کے نکلینگی کنواری لڑکیاں
دلکش و آزاد و خوش و ساختہ پرداختہ

یہ تو کیا معلوم کیا موقعے عمل کے ہونگے پیش
ہاں نگاہیں ہونگی مائل اسطرف بیساختہ

مغربی تہذیب آگے چل کے جو حالت دکھائے
ایک مدت تک رہینگے نوجوان دل باختہ

اوج قومی سے شرافت کا ہما گر جائے گا
ہاکیاں سے پست تر دکھلائے دیگی فاختہ

ڈالدے گا سینۂ غیرت سپر میدان میں
تیغ ابرو ہی نظر آئے گی ہر سو آختہ

کریما بہ بخشائے بر حال بندہ
کہ ہستم اسیر کمیٹی و چندہ

نئی پرانی روشنی کی مکالمت

نئی روشنی کی تعلی

پھرتے ہیں تذکرہ کالج و اسکول کیساتھ
خیر مقدم ہے ہمارا ڈنر اور پھول کے ساتھ

شرعی گو شبہ ہے کے کبھی بھول کیساتھ
مستقل چال ہے ہم اپنی ہیں اصول کے ساتھ

عمر گذری ہے اسی بزم کی طراری میں
زیر سر پشت ہے چندے کی طلبگاری میں

کہدیا صاف ہم نے اے مہراج
ما سفیہان کوسے ولد ازیم
ہو مبارک تمھیں یہ کام یہ کاج
یا ڈیپوٹیشن است یا غم میم

باتیں ہرگز خلاف عزت نہ کرو
بدنام کرو نہ وضع انگریزی کو
دم بھر بھی شرارت و بغاوت نہ کرو
پتلون پہن کے ترک طاعت نہ کرو

اُنھیں دھوتی مبارک ہو انھیں تہمد مبارک ہو
مجھے پتلون اور یارونکو جبے کہ مبارک ہو

قسمت کا نام لیکر اب بھی لگا ہے جائز
لیکن اُسکو لے۔ اے رام۔ اسے جو ہو چکا ہو

لڑیں کیوں ہندوؤں سے ہم یہیں کے آن سے پنپے ہیں
ہماری بھی دعا یہ ہے کہ گنگا جی کی بڑھنی ہو
مگر ہاں شیخ جی کی پالسی سے ہم نہیں واقف
اسی پر ختم کرتے ہیں کہ جو صاحب کی مرضی ہو

نون تنہا کو ہیں ہے کیوں میم سے لکھتے ہیں لوگ
مدتوں تک میں نہیں سمجھا تھا اس مضمون کو
آج لٹریری لطیفہ یہ سنا اک دوست سے
میم نے ماہی کے نگلا حضرت ذوالنون کو

اُنکی کل کوششیں تھیں پولٹیکل
کمپ کے شیخ کو کہو مرحوم
اِسکو خالق کی حسبت جو نہ کہو
قدس اللہ سرہٗ نہ کہو

ذرہ ذرہ سے لگاوٹ کی ضرورت ہی یہاں
عافیت چاہے تو انسان زمیندار نہ ہو
شیخ صاحب یہ مئے سرخ مجھے تو ہی مفید
شغل کچھ آپ بھی فرمائیں جو انکار نہ ہو
مے بھی ہوٹل میں پیو چندہ بھی دو مسجد میں
شیخ بھی خوش رہیں شیطان بھی بیزار نہ ہو
پھیر سکتی نہیں تقوی سے مجھے کوئی صدا
شرط یہ ہے کہ وہ پازیب کی جھنکار نہ ہو
توپ کی طرح چل اس عہد میں گو منہ ہو سیاہ
سرخروئی اب اسی میں ہے کہ تلوار نہ ہو
آپ کی جنبش ابرو سے ہوے شیخ بھی چپ
سچ تو یہ ہے نہ چلے کام جو تلوار نہ ہو
ابر فکر آپ کا برسا تو بہت اے اکبر
اعتراضات کی احباب میں بوچھار نہ ہو

یہ بنگالی ہیں جو ثابت ہوئے ہیں اسقدر اثقل

بحمد اللہ کہ عربی ہیٹ میں ہیں خوب بچتا ہوں

حکومت کی جب یہاں نہ رہی
ہر طرح اب ہے عاجزی ہم میں

حنفی نفی ہیں معطل ہیں
Hummel
اب ہمارے امام حنبل ہیں

آنر اگر ملے جو سہے نام و نمود ہیں
دوزخ کے داخلہ میں نہیں اُنکو عذر کچھ

کیا حرج زندگی ہو اگر حال زشت ہیں
ٹو لٹو کوئی لگا دے جو اُنکا بہشت ہیں

کرتب دکھائیں ممبری کے کیونکر
بی لیگ سے کہارے کوئی حالت میری

جو پیر ضعیف قوم مفتوحہ ہیں
کیوں مجھسے خفا جناب ممدوحہ ہیں

مدنظر ہے اُنکو مری صحت کا خیال
خود چکھ رہے ہیں اور مجھے دیتے ہیں یہ حکم
درجو تکس دیکھتے ہیں وہ نہ سنر دیکھتے ہیں

افسوس ہے یہی کہ حریص و خسیس ہیں
ایمان لائیے کہ یہ لڈو نفیس ہیں
فرنیچر دیکھتے ہیں اور ڈنر دیکھتے ہیں

حریفوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جاکے تھانے میں
انو لکھے ہیں مشاغل حضرت اکبر کے ان روزوں
مرید اُنکے تو شہر و بنگلیں اڑے پھرتے ہیں موٹر پر

کہ اکبر ذکر کرتا ہے خدا کا اس زمانے میں
آلم تر کیف ۔ بیٹھے پڑھ رہے ہیں فیلخانے میں
نظر آتے ہیں لیکن شیخ جی ابتک میانے میں

دو ٹونکے خواستگار و نمیں شیخ جی گھرے ہیں
لینا تھا کام جنسے وہ مسخ ہو گئے ہیں

بارہ برس پر آخر گھورے کے دن پھرے ہیں
جو عزم تھے ہمارے وہ فسخ ہو گئے ہیں

میں یہ کہتا ہوں مجھے اچھا کرو احسان ہو
میں یہ کہتا ہوں مجھے بندہ بنالو اپنا تم

وہ یہ کہتے ہیں کہ مرجاؤ تو کیا نقصان ہو
وہ یہ کہتے ہیں یہ اُس سے کہئے جو شیطان ہے

ملتے ہی جلتے ہیں نادان جب سکے قول کو

ہے یہی بہتر کہ واپس لیجئے لاحول کو

ہر آرزوے دلی کی تم جانچ نہ کرو
سینے پہ تو نکے دسترس مشکل ہے

لالچ میں بہت ضرر ہے لالچ نہ کرو
Touch point
پوائنٹ یہ سخت ہے اسے ٹچ نہ کرو

بابو کہنے لگے بجٹ پہ لڑو

ملک کو دیکھو اپنے حق پہ اڑو

۵۱ نیکوکار ۵۲ فاسق۔ گنہگار

بتوں نے وہ ترقی کی جمال روح پرور میں — کہ پھر انکو جگہ دی قوم نے اللہ کے گھر میں
یہ معنی ہیں کہ پھر سب دل سے عاشق ہو گئے ان کے — فرا ہم رہے ہیں اب وہ ہے جو تھا اللہ اکبر میں

شیخ پر گو کہ رشک آتا ہے — اونٹ کے سو لغات جانتے ہیں
ہیں مگر اونٹ پر ہمیں نہ قائل — کام کی ہم یہ بات جانتے ہیں

بنے بندر سے ہم انسان ترقی اسکو کہتے ہیں — ترقی پر بھی نیٹو بد نصیبی اسکو کہتے ہیں

یہ نہ پوچھو مجھ سے یہ کیوں ہے اور ایسا کیوں نہیں — شیخ یہ سوچو تمہارے پاس پیسہ کیوں نہیں

سامنے کوچ پر جو لیٹی ہیں — کین صاحب کی پیاری بیٹی ہیں

ہوں علالت سے میں بہ تجویز علاج — روزہ میرا قضا ہوا ہے آج
حکم دیتا ہے مجھکو اس کا دین — اس لئے کی ہے دعوت مسکین

ہماری محفلیں اب بھی لطیف اجزا سے مملو ہیں — برا خوش تھے قبل اسکے اب اسپنسر کے ٹٹو ہیں

نیست کس مصروف کار دین و قلب مطمئن — یک فنائی آل ہرست و یک فنائی الداروِن

جب کہا میں نے خدا سے آپ ڈرتے کیوں نہیں — وہ بگڑ کر بولے اٹھے آپ مرتے کیوں نہیں
جب یہ حالت ہے طبائع کی تو کیوں کہتے ہیں لوگ — اکبر اٹھتے کیوں نہیں واعظ ابھرتے کیوں نہیں

نہ لیسنس ہتھیار کا ہے نہ زور — کہ ٹرکی کے دشمن سے جا کر لڑیں
تہ دل سے ہم کوستے ہیں مگر — کہ اٹلی کی توپوں میں کیڑے پڑیں

حکومت سے سب بد وحشی ہے حاصل — رکھو بحث ترقی کو نظر میں
غنیمت ہے شب فرقت کی فرصت — رسالہ لکھو تحقیق کمر میں

بے تماشا دیکھیں ہیں وہ اور ہم شرماتے نہیں — یہ غنیمت ہے کوئی لٹکے تو گرماتے نہیں

انکے حسن اپنی ضرورت ہم نظر کرتے ہیں — گو خوشامد ہے بری چیز مگر کرتے ہیں

نہ دل پیتا ہوں بسکٹ پر نہ میں پوری کو چکھتا ہوں — مذاق اپنی جلسے کو چھوڑ کر دونوں سے بچتا ہوں
دل لگیں ہیں میاں لیلا رچانے کی ضرورت کیا — اکیلا بیٹھ کر لیلا کی صورت خود ہی جچتا ہوں

سنے شیخ نے کفوے پا کے قریں یہی کہتی تھی گو ہر زہرہ جبیں
یہ موئے تو صریح ہیں دشمن دیں۔ ارے انکا تو کوئی خدا ہی نہیں
نئی سڑکو نپہ چلکے ٹھلکینگے بہت۔ بڑے لوگو نکے منہ کو تکینگے بہت
یہ کمیٹیو نمیں تو بکینگے بہت۔ وہ سجدے میں شوق ذرا ہی نہیں

سنا کے مصرع یہ شیخ صاحب بہت زیادہ ہنسا چکے ہیں
ہماری گردن وہ کیوں نہ ماریں جو ناک اپنی کٹا چکے ہیں

شیخ تثلیث کی تردید تو کرتے ہی نہیں کچھ
گھر میں بیٹھے ہوئے واثبتن پڑھا کرتے ہیں

تنہائی و طاعت کا یہ دور ہے اب دشمن
پیڑوں پہ نہ وہ طائر صحرا یہ نہ وہ جوبن
جنگل کے جو تھے سائیں وہ ریل کمیں پائیں
املی کی جگہ سگنل قمری کی جگہ انجن
اسلام کی رونق کا کیا حال کہیں تمسے
کونسل میں بہت سید مسجد میں فقط جمن

جور فلک کا ماجرا آپسے کیا بیاں کریں
تفرقہ دیکھئے ذرا ہمپہ یہ ہیں عجیب دن
عقل سپرد ماسٹر۔ مال سپرد آنجناب
جان سپرد ڈاکٹر روح سپرد ڈارون

پڑے گنگناتے تھے لالہ نرنجن
نہ آنکھوں میں انجن نہ دانتوں میں منجن
چھٹے ہم سے بالکل وہ اگلے طریقے
کہاں کھینچ لیجائیگا ہمکو انجن

دین سے دور [illegible] سجے پھرے جاتے ہیں
پھر بھی اس بت کی نگاہوں سے گرے جاتے ہیں
[illegible] لیکن
آپ شہتیر نہیں ہیں کہ چیرے جاتے ہیں
[illegible] خبر انکو خدا سے جو [illegible] ہیں
کہ بتوں کی بھی نظر سے وہ گرے جاتے ہیں

[illegible]
کہا کسی نے یہ مسکرا کر بڑے میاں تو بڑے غضب ہیں
[illegible]
ضعیف و خستہ خراب رسوا یہ میہماں دو چار شب ہیں

[illegible]
کچھ آپ نے بہت کہا۔ کہا کچھ بھی نہیں
[illegible]
[illegible] یہ طعن کے سوا کچھ بھی نہیں

اکبریا بہ بخشائے بر حال قوم	صلوٰۃ است رائج در ایشان نہ صوم
مرے شکوہ نے کیوں بھرتے ہیں وہ اخبار کے کالم	کوئی یہ شیخ سے کہدے کہ سنئے قبلۂ عالم
جدھر صاحب اُدھر دولت جدھر دولت اُدھر چندہ	جدھر چندہ اُدھر آنر جدھر آنر اُدھر بندہ
رہ گیا دل ہی میں شوق سایۂ الطاف خاص کھائے نکلے کمرے سے رخصت کر دیا بعد از ڈنر	مجھکو آنے کی اجازت دی نہیں بڈروم میں تھیں فقط چھریاں ہی اور کانٹے مرے مقسوم میں
مغربی ڈھول کا سر میں پہونچتا تھا اثر	اسقدر بات بہت خوب تھی عمامے میں
اُبھرے ہیں عیب اُنکے اور خوبیاں دبی ہیں اپنوں کو بد بنایا ہندو کو حب بنایا اپنی ہوس کے آگے ملت کو چھوڑ بھاگے	بیدین گر نہیں ہیں تو شیخ جی غضبی ہیں بُت کو صمد بنایا کیا خوب قرطبی ہیں اور کہدیا کہ ہم تو اس عہد کے نبی ہیں
حرم میں مسلم کے رات انگلش لیڈیاں آئیں طریق مغربی سے ٹیبل آیا کرسیاں آئیں	سپائے تکریم مہاں بن سنور کے بیبیاں آئیں دلوں میں ولولے اُٹھے ہوس میں گرمیاں آئیں
اُمنگیں طبع میں ہیں شوق آزادی کا جلوا ہے	کھلینگے گل تو دیکھوگے ابھی کلیوں کا جلوا ہے
مجھے سنا کے یہ کہتا تھا ایک طفل فہیم سبب ہے اسکا مگر ضعف ملت و دیں	یہ سچ ہے ہم میں بفاد ادب کی بو بھی نہیں جناب قبلہ و کعبہ ہیں خود ہی دیر نشیں
کسی میں دم ہی نہیں ہے تو دم بھریں کس کا	بزرگ ہی نہیں باقی ادب کریں کس کا
دین و تقوی سے بہت دور ہوا جاتا ہوں میری گردن پہ ہیں شیطان کے احسان بہت	بادۂ عیش سے مخمور ہوا جاتا ہوں ترک لاحول پہ مجبور ہوا جاتا ہوں
جسے موقع ملا وہ جا بسا بستی سے نکلے ہیں	مزا دیتی ہے تمھری الفت قومی کی خبر لیں
شیخ جی دیر میں بیٹھے ہوئے گاتے تھے بھجن میں نے ٹوکا تو لگے کہنے مناسب ہیں کد	نگراں سوئے برہمن تھے بشوق بھجن ہر کسے مصلحت خویش نکو می داند
بہت روئے وہ مجھیں حکمت ہمکو کہتے ہیں	میں سمجھا خیر خواہ انکی حماقت اسکو کہتے ہیں

میں ہوا رخصت اُسنے یہ اے اکبر
وصل کے بعد تھینک یو کہکر

پائے ورتیاون دول در پیشو از
چند روز ے با ہمیں حالت بساز

کرلیا بی اے نے اُنکی انٹرنس اس سال پاس
والدہ صاحب تو ہیں خاموش لیکن خوش ہیں ساس

لاٹھی شبان اُٹھائے اگر ذیب کے خلاف
ہے ظلم اسکو کہئے جو تہذیب کے خلاف

موج نصیحت اکطرف دل کی روانی اکطرف
کل تیخیورہ اکطرف میری جوانی اکطرف

فقط بسکٹ ہی کھاتا ہوں بلا چائے
نئی ملت کا ہوں میں زاہد خشک

انجن کو بھبھ آگ ہو مبارک
انگریز کو بھاگ ہو مبارک

دہلی کو سہاگ ہو مبارک
قومی ہمیں راگ ہو مبارک

کمیٹی میں جتنے ہیں ارکان لیگ
بفضل خدا سب ہیں میرے کلیگ

مگر اُنسے ہے مجھکو تخصیص خاص
کہ ہے نام کیساتھ جنکے علیگ

بنگلہ دیکھو تو صرف واحد حاضر
اسپر یہ غضب کہ جمع غائب بالکل

بدلی کے سبب سے چاند آیا نہ نظر
بیٹھے رمضان کے نمازی ہیں ملول

سائنس نے کرلیا تھا منظور انتیس
نیچر نے کہا کہ تو ہی تیس وصول

ہیٹ ہی کو کرلیا جب قوم کے سر نے قبول
دخل انگریزی پہ اُردو کی شکایت ہی فضول

ختنہ قائم ہے مگر وہ مذہبی تعلیم گم
مُہر ابراہیم باقی۔ دین ابراہیم گم

حسرت عشاق بازار جہاں میں کچھ نہ پوچھ
زر مہیا زر ندارد مس کی کثرت سیم گم

شہر دل کیواسطے اب ان توںسے کیا لڑیں
کر چکے ہیں بھائی صاحب ہفت اقلیم گم

وہ مٹانے میں بھی ہنسانے ہیں
کہتے ہیں مان جاؤ نسا رام

دانم کہ سادگی و خاموشی استادلی
لقانید دہر لیکن بربودہ است ہوشم

سودا ہے گفت در سر وضع صلیب دربر
دانم چرا نگویم دارم چرا نپوشم

شیعہ من بے محیط و سنیم بے مرکز ست / مے روم سوئے کلیسا طالبم دختِ رز ست
اسلام کو جو کہتے ہیں پھیلا بزور تیغ / یہ بھی کہینگے پھیلی خدائی بزورِ موت

پہلے ہم لوگ یہ سمجھتے تھے / ہر چہ از باپ میرسد نیکوست
ہو گئی اب خیال کی اصلاح / ہر چہ از آپ میرسد نیکوست

بہ دینِ نیچری بستیم اُمید / ترقی را چو آمادہ بر آمد
ولے از تجربہ ثابت شدہ ایں / چو دُم برداشتم مادہ بر آمد

ما را فلک نشاند بہ پہلوے آں صنم / مدہوشِ لذتیم ندانم دگر چہ کرد
اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز پانیر / کرزن چہ گفت و مِل چہ شنید و ملہ چہ کرد

رفت دنبالِ ڈارون آں شوخ / بوزنہ ماند و آدمی گم شد
سگِ اصحاب کہف روزے چند / پئے نیکاں گرفت مردم شد

با نیچری نشستیم و نداریم آگہی / با دیگراں نوشتۂ کلکِ قضا چہ کرد
اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز جبرئیل / احمد چہ گفت و او چہ شنید و خدا چہ کرد

ہیٹ را نہ بر سرِ من جائے دستار اے عزیز / مرد تا مسٹر تواند شد چرا قبلہ شود

خدا کا گھر نہ رکھا ذلکو بنگلوں میں مکیں ہو کر / بچایا عرش کو اس قوم نے کرسی نشیں ہو کر

عہد انگلش میں ہے ہر چیز کے اندر نمبر / کیا تعجب ہے جو نکلا ہے پیمبر نمبر

بے پاس کے تو ساس کی بھی اب نہیں ہے آس / موقوف شادیاں بھی ہیں اب امتحان پر

مصارفِ سفرِ لندن نہ ہو سکے برداشت / غرض کہ یاروں میں افیون ہی کھلی آخر

شیخ نے عشقِ بتاں کے وہ طریقے سوچے / کہ ہوے دیر میں بھی اب تو حضرت مشہور

مشرق سے تجھے اگر ہوئی ہے نفرت / لِلّٰہ اکبر نمازِ مغرب تو نہ چھوڑ

شیخ صاحب کا نکل سکتا ہے مطلب کیونکر / نظر آسکتی ہے اب رونقِ مذہب کیونکر
کارِ دنیا سے فراغت ہی عزیزوں کو نہیں / پھر کہیں اُن سے الیٰ ربک فارغب کیونکر

بیتاب ہو کے آخر یہ شیخ نے پکارا — دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدارا

دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

گم ہیں جری نظر سے وہ ساحلِ دل آویز — ناکامیوں کی موجیں بہنے لگیں بہت تیز
اسٹیمر اپنی ہمکو دیتے نہیں یہ انگریز — کشتی شکستگانیم اے باد شرط برخیز

باشد کہ باز بینیم آں یار آشنارا

مشرق کے حق میں مہلک مغرب کا ہے یہ پیوند — بدنامیوں سے بچ تو لے مصلح ہنرمند
مصلح یہ بولا اکبر کی سعی ہیں نے ہر چند — در کوئے نیکنامی مارا گذر نہ دادند

گر تو نمی پسندی تغییر کن قضارا

خوش چشم آہوؤں کی صحرا میں ہے اچھل کود — موسم بھی روح پرور ساقی بھی حسب مقصود
فطرت کا حکم نافذ تقوی کی فکر بے سود — حافظ بخود نپوشید ایں خرقۂ مے آلود

اے شیخ پاکدامن معذور دار مارا

فہمیدنِ معانی ہر طبع کے تواند — لذت بیابد آں دل کو سازہا بداند
موجے بسینہ خیزد در شوق غرق ماند — گر مطربِ حریفاں ایں نظم من بخواند

در وجد و حالت آرد پیرانِ پارسارا

یہ صندوقِ کتب بھاری ہی یارب اٹھ نہیں سکتا — یہ ہے مذہب تو مجھ سے بارِ مذہب اٹھ نہیں سکتا
ہوا ایسی جگہ اللہ نے غربی مشینوں کو — زمیں سے غمزۂ انجینری اب اٹھ نہیں سکتا

مشرق یہ ہے گو کہ ضعفِ پیری غالب — ہر چند کہ ہے غمِ اسیری غالب

مستی اکبر کی رقص مس سے نہ رکی
چھوٹے سے یہ نہ ہو سکی بھنبھیری غالب

اکثر اسی ہوس میں بنے ہیں کلوخ کمپ — اسکے خوشا نصیب جسے ہو رسوخ کمپ
یہ شیخ شہر کے مردوں کے واسطے — زندوں کو لے مرینگے ہمارے شیوخ کمپ

کچھ ایسی دلفریبی ہوتی ہے اشعار اکبر میں
کہ شورِ مرحبا ہر گوشۂ محفل سے اُٹھتا ہے

ظرافت

پڑھ کے انگریزی میں دانا ہو گیا
کم کا مطلب ہی کمانا ہو گیا

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا

چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

شاعرانہ داد اچھی دی یہ مجھکو چرخ نے
تیغ ابرو کا تھا عاشق۔ خان بہادر کر دیا

لیلی نے سایہ پہنا مجنوں نے کوٹ پہنا
ٹوکا جو میں نے بولے بس بس خموش رہنا

حسن و جنوں بدستور اپنی جگہہ ہیں لیکن
ہے لطف بحر ہستی فیشن کیساتھ بہنا

کہتے ہیں شاعری یہ تری بے اصول ہے
کہتا ہوں صاف میں تو نہیں تجھکو مانتا

میں نے کہا کہ آپ کی کرتا جو پیروی
تو آپ کے سوا کوئی مجھکو نہ جانتا

بی۔ اے کی کمال کامیابی ہے یہی۔
سروس کے لگاؤ سے معزز بننا

بہتر ہے یہی لے دل کہ لیت نہ تو لولا
دنیا کے حوادث پر واللہ سکوت اولی

شایق تحقیق کے یہ مضمون سن لیں
انسان کی شکل جیسے میمون بنا

پاجامہ بھی یونہیں ارتقا سے بدلا
سمٹا اُبھرا غرضکہ پتلون بنا

حکم انگلش کا ملک ہندو کا
اب خدا ہی ہے بھائی صلو کا

بوزنے کو ارتقا نے کر دیا انسان تو کیا
انقلاب حرف نے مولی کو ولیم کر دیا

ناواقف وزنِ شعر مجھکو جو کہے
اُسکے آگے ضرور ہے چپ رہنا

بلبل کو بھی بے سراوہ کہدے کا کبھی
ایسے سنجیدہ شخص کا کیا کہنا

مغرب کی لعبتوں نے اسٹیج کو سنوارا
بجنے لگا پیانو چپ ہو گیا چکارا

سند مجھکو ملی تو جل گئے واعظ لگے کہنے
خری کی ہو گئی تکمیل باقی صرف لدنا ہے

کسی محفل میں تم اکبر اگر چمکے تو کیا چمکے
سند جب ہے کہ ابھرے ذکر حق نام خدا چمکے
یہ جگنو بھی نئی ہی روشنی سے ملتے جلتے ہیں
اندھیرا ہی رہا جنگل میں گو یہ جا بجا چمکے

رنگ شراب سے مری نیت بدل گئی
واعظ کی بات رہ گئی ساقی کی چل گئی
طیار تھے نماز پہ ہم سن کے ذکر حور
جلوہ بتوں کا دیکھ کے نیت بدل گئی
مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی
چمکا ترا جمال جو محفل میں وقت شام
پروانہ بیقرار ہوا شمع جل گئی
عقبیٰ کی باز پرس کا جاتا رہا خیال
دنیا کی لذتوں میں طبیعت بہل گئی
حسرت بہت ترقی دختر کی تھی انہیں
پردہ جو اٹھ گیا تو وہ آخر نکل گئی

کامیابی خارج از ملت سے ناکامی بھلی
لطف دشمن ہی سے شہرت ہو تو گمنامی بھلی
بے وفا سمجھیں تمھیں اہل حرم اس سے بچو
دیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی
چشم غفلت کی ہے دنیاوی نتائج پر نظر
دیدۂ تحقیق میں وہ بھی خوش انجامی بھلی
پختہ ہو کر اپنی شاخ وطن سے ہوتا ہے جدا
اے ثمر چشم محبت میں تری خامی بھلی

میدان عمل لیگ کا محدود ہے بیشک
ہاں رقبۂ مجلس کی کوئی ناپ نہیں ہے
ہے کام یہی کام جو پڑھئے دہر کا نامہ
جز موت کہیں اس میں فل اسٹاپ نہیں ہے

یہ دنیا رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے
خدا ہی خوب واقف ہے کہ کس پر کیا گذرتی ہے
نئے عنصر نہیں آتے چمن میں گل کھلانے کو
یہی ذرے ابھرتے ہیں یہی مٹی سنورتی ہے
وہ ہو وہ ذرے بلا اذن خدا ہل ہی نہیں سکتے
کہ جنکے میل سے سائنس کی قوت ابھرتی ہے
جو ہیں اہل بصیرت اکثر آنکھیں بند رکھتے ہیں
نظر اچھے دلوں کو بھی کبھی بدنام کرتی ہے
زبانیں مختلف بھی ہوں اگر دو حق پرست ہونگے
سمجھ جاتی ہے نیت کی خوبی کام کرتی ہے

آج وہ ہنستے ہیں میرے جبہ و دستار پہ
ایک دن انکو تلک سندھولے دھوتی تھی

مجھے اک بوسہ دینے میں بھی وہ مس بخل کرتی ہے
یہاں حدِ سماعت کو نہیں کچھ دخل اے صاحب
خدا ہی کو فقط حاصل ہے حقِ دلبری اکبر
جو گذرو گے اُدھر سے میرا اجڑا گاؤں دیکھو گے
خیالِ آخرت کا حس نہیں جسکی طبیعت میں

نصیب اب چھپے نہیں میرے لئے حاتم بھی ممسک ہے
یہ مانا آپ قائف ہیں مگر اللہ مالک ہے
دیا دل جسنے دنیا کو حقیقت میں وہ مشرک ہے
شکستہ ایک مسجد ہے نعل میں گورا بارک ہے
اُسے کیوں منطقی دُنیا میں کہتے ہیں ذی مدرک ہے

فطرتی سلسلے میں لطف بھی ہے قہر بھی ہے
اسی میداں میں ہوا تشنہ لبی سے میں ہلاک
کیمپ ہی میں نظر آتی ہے اُنھیں قوتِ قوم

خوان الوان یہ یہاں شہد بھی ہے زہر بھی ہے
اسی میدان کے آغوش میں اک نہر بھی ہے
ورنہ بسنے کو تو دیہات بھی ہے شہر بھی ہے

زخمی ہوا تھا دل لیا سینے میں کھٹک رات نہ تھی
اب نشوونما کا وقت نہیں اب عمر نہیں امیدوں کی
تفریح و سفر کا شوق نہیں دہلی ہے نہ اب کلکتہ ہے

پہلے بھی ہوئے تھے کچھ صدمے پر ویسے نہ تھے مگر یہ بات بھی
دنیا سے لگاوٹ کیا میں کروں قوت ہی نہیں امید نہیں
عشرت کیلئے کافی ہے دعا ہاشم کا خیال اللہ ہے

آپ سے بیحد محبت ہے مجھے
شاعری میرے لئے آساں نہیں
زورِ بندی ہے نصیبِ دیگراں

آپ کیوں چپ ہیں یہ حیرت ہے مجھے
جھوٹ سے واللہ نفرت ہے مجھے
شاعری کی صرف قوت ہے مجھے

نغمۂ یورپ سے میں واقف نہیں
دیدیا میں نے بلا شرط اُن کو دل
برہمن سے میں نے کر لی دوستی

دیس ہی کی یاد ہے بس گت مجھے
مل رہیگی کچھ نہ کچھ قیمت مجھے
بت بھی اب کہنے لگے حضرت مجھے

قبل از غرور و ناز حکومت کی فکر کر
میں نے جو دل کو پیش کیا اُسکے سامنے
پنڈت کو بھی سلام ہے اور مولوی کو بھی

فرعونیت کے واسطے سامان چاہئے
کہنے لگا وہ شوخ مجھے جان چاہئے
مذہب نہ چاہئے مجھے ایمان چاہئے

نہیں دشوار کچھ صحت پر اسکی شرط بدنا ہے

جو دنیا دار ہے وہ قاعدے کی رو سے ادنیٰ ہے

خموشی سے طریقِ راست پر قایم رہو اے اکبر
نہ جا گفت و شنودِ دہر پر خلقت آج بکتی ہے

نہیں سائنس واقف کارِ دیں سے
مشینوں نے کیا نیکوں کو رخصت
بساطِ حلقۂ میونسپل دیکھ

خدا باہر ہے حدِ دوربیں سے
کبوتر اُڑ گئے انجن کی ہیں سے
تمہیں کیا کام ہے جاپان و چیں سے

مہوشوں کی مہربانی ہو چکی
عاقبت کا اب خیال آنے لگا
قوم کی مسجد میں کیجے جھاڑ پھونک
آج تم کرتے ہو ذکرِ انحطاط

چار دن کی چاندنی تھی ہو چکی
شورشِ عہدِ جوانی ہو چکی
اسپتالوں میں وہ اچھی ہو چکی
مدتیں گذریں کہ دہلی ہو چکی

بہرِ عمل کوئی راہ اب اے خدا نہیں ہے
تعلیم و تربیت کا ہے اختلاف مرحبا
ہر سر میں ہے یہ سودا انم چرا نگویم
اونچے بہک رہے ہیں نیچے دبک رہے ہیں
جسکو بقا نہیں ہے وہ دلکشا نہیں ہے
اے وہ کہ بیکسوں کو آتی ہے یاد تیری

میں کچھ سند نہیں ہوں ہم کا پتا نہیں ہے
جو کورس ایک کا ہے وہ اور کا نہیں ہے
وہ کون ہے جو واعظ بنکر اُٹھا نہیں ہے
ہے پیٹ ہی کا سودا دل کا پتا نہیں ہے
جسکو فنا نہیں ہے اُس کا پتا نہیں ہے
میرا بھی کچھ سہارا تیرے سوا نہیں ہے

نہیں ہے علم انہیں جہل کی مستی کا جھگڑا ہے
فقط اک ہستیِ اعلیٰ کا پرتو دل میں پڑتا ہے

یہ باتیں غیر ثابت ہیں زبردستی کا جھگڑا ہے
جو کچھ اسکے سوا ہے وہم کی ہستی کا جھگڑا ہے

مسرت ہوئی ہنس لئے دو گھڑی
اسی طور سے کٹ گیا روزِ زیست

مصیبت پڑی رو کے چپ ہو رہے
سلایا شبِ گور نے سو رہے

رٹی ماشا سے نمبر پائیں کیوں خیر الامم پہلے
جماعت اور صف بندی کا ایما بعد کو ہوگا

ہمیں دلمیں کریں انصاف تم پہلے کہ ہم پہلے
عزیزوں سے کہو مسجد میں تو رکھیں قدم پہلے

نہ وہ بتکدے کہیں رہ گئے نہ وہ دلبری کو صنم رہے
نہ وہ دن رہے نہ وہ ہم رہے نہ وہ دل رہا نہ وہ غم رہے

اب اُنھیں کے کوچہ کی دھوم ہے نہیں کرتا ذکرِ ارم کوئی
اُنھیں ضد بھی تھی اسی بات کی کہ نہ ذکرِ باغِ ارم رہے

مری رندیوں کا ہے خاتمہ۔ نہ وہ مستیاں نہ وہ ولولے
نہ مئے کہن کا رہا نشاں۔ نہ طریقِ محفلِ جم رہے

مجھے کیا اُمید فروغ کی کہ بتوں کی تو ہے یہی خوشی
نہ یہ دل رہے نہ زباں رہے نہ خدا رہے نہ حرم رہے

کہاں وہ اب لطفِ باہمی ہے محبتوں میں بہت کمی ہے
چلی ہے کیسی ہوا الٰہی کہ ہر طبیعت میں برہمی ہے

مری وفا میں ہے کیا تزلزل مری اطاعت میں کیا کمی ہے
یہ کیوں نگاہیں پھری ہیں مجھ سے مزاج میں کیوں یہ برہمی ہے

وہی ہے فضلِ خدا سے اب تک ترقیِ کارِ حسن و الفت
نہ وہ ہیں مشقِ ستم میں قاصر نہ خونِ دل کی یہاں کمی ہے

عجیب جلوے ہیں ہوش دشمن کہ وہم کے بھی قدم رکے ہیں
عجیب منظر ہیں حیرت افزا نظر جہاں تھی وہیں تھمی ہے

نہ کوئی تکریمِ باہمی ہے نہ پیار باقی ہے اب دلوں میں
یہ صرف تحریر میں ڈیئر سر ہے یا جناب مکرمی ہے

کہاں کے مسلم کہاں کے ہندو بھلائی ہیں سب نے اگلی رسمیں
عقیدے سب کے ہیں تین تیرہ نہ گیارھویں ہے نہ اشٹمی ہے

نظر مری اور ہی طرف ہے ہزار رنگ زمانہ بدلے
ہزار باتیں بنائے ناصح جمی ہے دل میں جو کچھ جمی ہے

اگرچہ میں رندِ محترم ہوں مگر اسے شیخ سے نہ پوچھو
کہ اُنکے آگے تو اس زمانے میں ساری دنیا جہنمی ہے

حلوہ دھرا اپنا تماشا کرے
فلسفۂ الفاظ تراشا کرے

تجربہ اور جانچ ضروری سمجھ
لاکھ کوئی کلا و حاشا کرے

اردو پہ یہ خدمت برگڈ ہے یار
خیر اب اس کام کو بھاشا کرے

ہوس میری بصد حسرت بتوں کے منہ کو تکتی ہے
نہیں معلوم اب کیوں کافری مجھ سے کھٹکتی ہے

غربت میں عمر گذری نام و نشاں نہ پوچھو | نقشے بھی ذہن میں اب باقی نہیں وطن کے
زخموں سے چور ہیں ہم اسکا خیال کسکو | تیرے ہی تیر ہر طرف بس تیرے ہی بانکپن کے
تھی نیک سعی تیری اے بادِ صبح گاہی | تجھکو کیا معطر کلیوں نے پھول بن کے
مغرب کا وعظ ادھر بھی اے پیرِ ملت لو | اس شہر میں بھی مردے محتاج ہیں کفن کے

آہ جو دل سے نکالی جائے گی | کیا سمجھتے ہو کہ خالی جائے گی
یاد اُن کی ہے بہت عزلت پسند | آہ بھی دل سے نکالی جائے گی
نزع آتی ہے کہ روٹھی مجھسے جان | حشر کہتا ہے منالی جائے گی
اس نزاکت پر یہ شمشیرِ جفا | آپ سے کیونکر سنبھالی جائے گی
بے تکلف چاہیے سوز و گداز | شمع کیوں سانچے میں ڈھالی جائے گی
کیا غمِ دنیا کا ڈر مجھ رند کو | اور اک بوتل چڑھالی جائے گی
زندگی کی کل ہے پیچیدہ تو خیر | سانس سے لیکر چلالی جائے گی
شیخ کی دعوت میں مے کا کام کیا | احتیاطاً کچھ منگالی جائے گی

یادِ ابرو میں ہے اکبرؔ محو کیوں
کب تری یہ کج خیالی جائے گی

پاس ناظر تھا اگر تو رنج کیوں ہمکو دئے | اب عبث ہے اسکی پرسش دل بھر آیا رو دئے
بوسۂ رخ کی طلب تیرِ مژہ سے رک گئی | اُس نے شوخی سے رہِ گلچیں میں کانٹے بو دئے

مری رسائی ہے دیر میں بھی حرم میں بھی میری منزلت ہے | بتوں سے بھی لو لگی ہے توقع خدا سے اُمیدِ مغفرت ہے
جھکا ہے سر اپنا پائے بت پر زباں پہ ہے گلا جفا کا | مرے عمل میں یہی طرز سید غزل میں انداز لاجیت ہے

وصل نے کب مجھے سلایا ہے | ہجر ہی نے سدا رلایا ہے
میں نے کب کی نگاہ گل کیطرف | تمنے کیوں مجھسے منہ پھلایا ہے
کیا خوشی ہو جو کوئی آکے کہے | کہ اُنھوں نے تمھیں بلایا ہے

ایک دن چشم کرم بھی ہو ادھر اے قاتل
ظلم کے ساتھ کبھی بندہ نوازی بھی سہی

آرزو دنیا میں کب نکلی اولوالابصار کی
سوز جاں ہوتی ہے جنبش ابروئے خمدار کی
ہے گرانی قلب پر اوہام کے انبار کی
دھوم ہے زیرِ فلک حسن و جمال یار کی
دستِ گلچیں پھر رہا ہے شاخِ گل پر بیدریغ
الفت انکی نرگس فتاں کی ہے۔ آرام سوز

چشم موسیٰ کو بھی حسرت رہ گئی دیدار کی
آگ کر دیتی ہے دلکو آب اس تلوار کی
حاجت اِس خرمن کو ہے برقِ نگاہ یار کی
ذرے ذرے سے عیاں ہے آرزو دیدار کی
کون سنتا ہے چمن میں عندلیب زار کی
نیند اُڑا دیتی ہے یاد اُس فتنۂ بیدار کی

دستِ گلچیں کے لئے فطرت میں ہیں گل و شکیں [?]
وہ ادا اسوقت تھمنے کی کہ دل تڑپا دیا
خوش ہیں دنیا جانتی ہے یہ بھی تو نہیں ہونگے خوش
سر جھکا کر یاد کر لیتا ہوں اپنی موت کو
غیر بے ترکیب کیا جانے بھلا آداب عشق
ہے زلیخا کا سا گاہک حضرت یوسف سا مال

چشم بلبل کے لئے زحمت نہیں ہے خار کی
اب نہ کہنا بے محل کیا تھی ضرورت پیار کی
خلق و عالم کو خبر کیا میرے حالِ زار کی
حاضری ہو جاتی ہے اللہ کے دربار کی
کیجئے گا آپ اک دن قدر میرے پیار کی
دیدنی ہے آج رونق مصر کے بازار کی

شعر تر اکبر کے سن لے سامع عالی دماغ
قدر کر لے آسماں اس ابر گوہر بار کی

کیا ہے مذہب۔ ایک ملکی اور سوشل انتظام
صورت و الفاظ کا اکثر نہیں ہے اعتبار
ہیں ہر اک مذہب میں کچھ کافر بھی کچھ دیندار بھی

یہ نہیں پہچان ہرگز کافر و دیندار کی
ہیں فقط یہ عادتیں رفتار کی گفتار کی
یاد رکھ تو بات یہ اک محرم اسرار کی

مفتون ہو گئے ہم اِس بے بقا چمن کے
آنکھوں میں خاک ڈالی مٹی نے پھول بنکے

ہستی کو اپنی سمجھیں بنیاد اپنی دیکھیں
گونجی بہت ہے ایسی فریاد بیکسوں کی

اُٹھے جو ہیں بگولے برباد ہونگے تن کے
ٹکڑے اُڑینگے اک دن اِس گنبد کہن کے

روتے ہیں دوست میری لاش پہ بے حد بیا
میں تو سخن کی سگلے بازی کا قائل ہو گیا
یہ نہیں دریافت کرتے کس نے اسکی جان لی
رہ گئے نغمے حدی خوانوں نے ایسی تان لی

حضرت اکبر کے استقلال کا ہوں معترف
تا بمرگ اُسپر رہے قایم جو دل میں ٹھان لی

اب خاک پہ ہیں کل تخت پہ تھے اک زیست کی حالت وہ بھی تھی
اللہ کی قدرت یہ بھی ہے اللہ کی قدرت وہ بھی تھی
پریاں بھی لگاوٹ کرتی تھیں اب دیو بھی مجھسے کھنچتے ہیں
فطرت ہی کی صورت یہ بھی ہے فطرت ہی کی صورت وہ بھی تھی

انسان فقط عجز و دعا ہی کے لئے ہے
جو عزت و عظمت ہے خدا ہی کیلئے ہے

حیرت میں ختم ہو گئی انشائے زندگی
حل ہو سکا نہ ہم سے معمائے زندگی
اس زندگی نے خود ہی کیا ہے تجھے اسیر
تجھکو یہ کیوں ہے شوق و تمنائے زندگی

جانتے ہیں کہ سدا خون جگر پینا ہے
پھر خوشی کیا کہ ابھی ہمکو بہت جینا ہے

تجھے کسنے ہے مردوئی تری آرزو بھی عجیب ہے
وہ ہیں تخت پر تو ہی خاک پر وہ امیر ہیں تو غریب ہے
[illegible] جہاں میں جو کوششیں وہ الگ کیا ہیں سا [illegible]
اور اسی روش میں ہیں خود اسیں یہ معاملہ بھی عجیب ہے
ترا [illegible] خیال ہے وہی وجد ہے وہی حال ہے
تری انجمن سے ہوں دور اگر مرا دل تو مجھسے قریب ہے
اُسے [illegible] کیا جو ہو محو تار و نگی حال کا
وہ نظر زمیں پہ کیوں جھکے کہ جو آسماں سے قریب ہے
جو ضد [illegible] ہے مجھ تو یہ کر [illegible] سکیا
مگر ایک بات ہے واعظا کہ بہار آئی تو قریب ہے

[illegible] آ چلے [illegible] نمازی بھی سہی
بُت جو موقع یہ ملیں دست درازی بھی سہی
[illegible] اُسنے [illegible] ایسا ہوا
کہدیا صاف کہ ترکی ہے تو نازی بھی سہی
[illegible] عروج
خیر لے شہد اسکے تو یہ غازی بھی سہی
[illegible] گرگا
تیری خاطر سے اک آہنگ حجازی بھی سہی

دن رات کی یہ چپقلش ہے یہ آٹھ پہر کا رونا ہے
آثار برے ہیں فرقت میں معلوم نہیں کیا ہونا ہے

دنیا کیلئے ہنگامے تھے خلق ایکطرف آیا ایکطرف
اب شہر خموشاں عالم ہو مٹی ہے لحد کا کونا ہے

کیوں پست ہوئی ہے ہمت دل کیوں رک رہی ہیں پاؤں
کوشش تو ہم اپنی سی کر لیں ہوگا تو وہی جو ہونا ہے

ترکیب و تکلف لاکھ کرو فطرت نہیں چھپتی اے اکبر
جو مٹی ہے وہ مٹی ہے جو سونا ہے وہ سونا ہے

نظر لطف سے بس اک ہمیں محروم رہے
اور کیا عرض کریں آپ کو معلوم رہے

جوشش سودا کو طبع لاابالی چاہیے
منظر مجنوں کو تصویر خیالی چاہیے

انکے مضمون کمر کا باندھنا آساں نہیں
مدتوں مشاق نازک خیالی چاہیے

ہر در مے خانہ اکبر کے لئے دلکش نہیں
بادہ صافی چاہئے اور ظرف عالی چاہیے

نظر کن سوی او تا نور چشم قدسیاں باشی
بنہ سر بر زمین کوی او تا آسماں باشی

شریک بیکسی بودن نزا با ہمدماں اکبر
ازاں بہتر کہ در بزم حریفاں شادماں باشی

ز فیض راستی چوں سرو گشتی اندریں گلشن
بزن گامے براہ سعی تا سرو رواں باشی

چل رہی ہے جسطرح دنیا کو چلنے دیجئے
مل رہی ہے ہاتھ اگر منطق تو ملنے دیجئے

قوم اب کہاں ہر اک کی خوشی غم کیا نہ ہے
سچ تو یہ ہے کہ ہیں کا مزا ہم کے ساتھ ہے

دل کو آماجگہ تیر قضا کرتی ہے
حسن کا حق وہ نظر خوب ادا کرتی ہے

تمہاری چشم فتاں سب کے دل سے ساز کرتی ہے
ہماری آرزو کو کیوں نظر انداز کرتی ہے

بہار آئی ہے گویا اب سجائیگی گلستاں سے
کھلی پڑتی ہیں کلیاں بھی ہوا بھی ناز کرتی ہے

اگر دیکھو تو ہر گل ایک دفتر ہے معانی کا
اگر سمجھو تو ہر پتی بیان راز کرتی ہے

شیخ نے ناقوس کے سر میں جو خود ہی تان لی
پھر تو یاروں نے بھجن گانیکی جھٹ ٹھان لی

مدتوں قائم رہینگی اب دلوں میں گرمیاں
میں نے فوٹو لے لیا اسنے نظر پہچان لی

ہوئی طبع جو مائلِ دام بلا ہیں تمھاری ہی زلفِ سیہ میں پھنسا
مرے دامنِ دل کو جو کھینچ سکے۔ کوئی اور تو ایسی بلا ہی نہ تھی
کیا صحبتِ غیر نے قہر و غضب۔ مجھے کوئی اُمید ہی نہیں اب
دمِ چند کو مجھ سے ملے بھی جو کل۔ وہ نظر ہی نہ تھی وہ ادا ہی نہ تھی
نہ بھی تو پھر اسمیں تھی کسکی خطا۔ یہ گلا ہے مری ہی طرف سے بجا
مرے عشق کا رنگ تو خوب رہا۔ مگر آپ میں بوے وفا ہی نہ تھی
میں وطن سے حزین و ملول پھرا۔ نہ وہ بزم ملی نہ وہ یار ملے
گل و لالۂ و سرو کا ذکر کیا۔ وہ چمن ہی نہ تھا وہ ہوا ہی نہ تھی
غم ہجر میں جی سے گیا جو گذر۔ تو یہ اکبر زار نے خوب کیا
کہ علاجِ فراق تو تھا ہی یہی۔ بجز اسکے کچھ اور دوا ہی نہ تھی

اللہ رے کامیابی اُس چشم پرفسوں کی
تو یہ چاہتا ہے گزائشِ دروں کی
نشتر لگا کے جاتا اے رنج نا امیدی
اُسوقت کوئی دیکھے تاثیر سازِ مغرب
آفاق پر ہیں طاری آثار شامِ غم کے

عقلیں ہزار اُبھریں تابع رہیں جنوں کی
ہوا اُسکا محو جسنے مٹی ہیں روح ہو نکی
دل کو ابھی شکایت باقی ہے جوشِ خونکی
جب تاج ہو مسونکا اور گت ہو ارغنونکی
اللہ دل کو قوت دی صبر کی سکونکی

فطرت نے باغ ہستی پیش نظر کیا ہے
دیکھو بہار اکبر اُس روے لالہ گوں کی

کیا پا گئے جو حرص کے کوچے میں سنگ رہے
اپنی جگہ سے تم نہ ہٹو گو ہوں گردشیں

وہ کیا برے رہے کہ حواس سے الگ رہے
ایسے رہو کہ جیسے انگوٹھی میں نگ رہے

اکبر انھیں کو لذتِ یادِ خدا ملی
سمجھے جو کافری کو اور اُس سے الگ رہے

اُمیدیں ہوتی تھیں پیدا تری لگاوٹ سے	نہ اب وہ لہر رہی اور نہ وہ حباب رہے
کہا کہ نام مجھے ہے نشان سے بھی گریز	مبارک آپ ہی کو خواہش خطاب رہے
اس اک گناہ کو منظور کیجئے تو مجھے	تمام اور گناہوں سے اجتناب رہے

مرے عشق کے سوز میں ہو نہ کمی۔ اجل آئے تو ایسی جفا نکرے
مری جان کو جسم سے کر دے الگ۔ مرے درد کو دل سے جدا نکرے
بت شوخ کی دیکھ رہا ہوں نظر۔ مرے عشق کا کچھ بھی نہیں ہے اثر
جو میں کہتا ہوں کاش ہو تجھ میں وفا۔ تو وہ کہتا ہے ہنس کے خدا نکرے
مجھے عشق و وفا کی سند نہ ملے جو میں ضبط سے صبر کو کام نہ لوں
وہاں حسن کے ناز میں آئے کمی۔ جو وہ حق ستم کو ادا نہ کرے

عدو فلک بھی رہا گردش زمیں بھی رہی	مگر وہ در بھی رہا اور مری جبیں بھی رہی
نظر میں آیۂ ایاک نستعین بھی رہی	صنم کے پاؤں پہ لیکن مری جبیں بھی رہی
تری اداؤں سے اٹھنے نہ پائی جرأت دل	ہنسی جو لب پہ رہی تو جبیں پہ چیں بھی رہی
ہزاروں ظلم ہوئے بیکسوں پہ یاں لیکن	وہی فلک بھی رہا اور وہی زمیں بھی رہی
خلوص اُنمیں نہ تھا اس سبب سے دل نہ ملا	گپیں تو خوب اڑیں اور چناں چنیں بھی رہی
کچھ انتظار میں موقع کے طول ہجر ہوا	کچھ ابتدائے محبت میں ہاں نہیں بھی رہی
میں کیا ہوں خوش اگر اُنکو رہی نہ الفت غیر	ملیں گے اُس سے محبت اگر نہیں بھی رہی

اسی کو ہم تو سمجھتے ہیں مستند اکبر
جسے مشاغل دنیا میں فکر دیں بھی رہی

ہو رہا اُسکا کہ جو بے مہر و کافر کیش ہے	دل ہمارا کسقدر نا عاقبت اندیش ہے

ترے سحر نظر سے ہوا یہ جنوں مرے دل کی تو اسمیں خطا ہی نہ تھی
ترے کوچے میں آکے میں ٹھہر رہا بجز اسکے کچھ اور دوا ہی نہ تھی

مجھکو تو حبِ جاہ ہی ہے وجہ انتشار
دلمیں تمہارے شوق جو شاہی کا ہو رہے

اکبر مریض ہے تو دعا بھی اُسے سکھاؤ
ایسا نہ ہو کہ صرف دوا ہی کا ہو رہے

گردن رفتار کی ہر اک سمت تن گئی
بگڑی ہو قوم و ملک کی انکی تو بن گئی
اُنکے نئے طریق کی جانب جو کھنچ گئے
بوڑھوں کی آہ جانب چرخِ کہن گئی
ہم کھر میں جسم و روح کا قصہ تمام تھا
مٹی میں مل گیا وہ یہ اپنے وطن گئی

دنیا میں بھی مستِ اثرِ نغمۂ کن ہے
پردیس میں ہے روح مگر دیس کی دھن ہے
کی میں نے لگاوٹ تو بُتِ شوخ یہ بولا
کیوں کفر ہے بدنام جب ایمان بھی یہ گن ہے

ہنس دیتے ہیں بُت سُنکے یہ اکبر کا لطیفہ
جب آپ کے درشن ہوں تو پھر پاپ بھی پن ہے

جانتی تھیں کہ ہنر خطرہ ہے قاتل کے لئے
دل لئے آپکی آنکھوں نے مگر مل کے لئے
دل مرا اُنکے لئے ہے وہ مرے دل کیلئے
ماسوا اسکے سب اندیشۂ باطل کے لئے
ہر قدم پر ہے فزوں لذتِ سرگرمیٔ سعی
شوق نے خوب فرے دوری منزل کیلئے
ہے یہ وہ عہد کہ کی بزم کی تزئین لیکن
آدمی مل نہ سکے رونقِ محفل کے لئے
دید دنیا ہے رہِ عشق میں سالک کو مضر
خوب ہے قطعِ نظر قطعِ منازل کے لئے
مغربی کورس میں ہوتی ہے جوانی رخصت
اب تو پیری ہی ہے رندانہ شغل کے لئے

کیا ضرورت رہِ الفت میں سخن سازی کی
صدق کافی ہے بس اکبر اثرِ دل کے لئے

نہ پالیسی ہی رہی اور نہ آنجناب رہے
نئے طریق فقط جان پر عذاب رہے
اس انگریزی میں اشارا ہے چشم ساقی کا
وہی مزے میں رہے جو یہاں خراب رہے
[illegible] جب آئیگا خبر دینگے
بہار تک تو ہمیں نشۂ شراب رہے

سن رہا ہوں شوق سے دنیا کے قصوں کو مگر	دیکھئے رہنا جو ختم داستاں تک ہو سکے
نالۂ و فریاد جائز ہے مصیبت میں مگر	صبر ہی بہتر ہے انساں کو جہاں تک ہو سکے
افسوس ہے گلشن کو خزاں لوٹ رہی ہے	شاخِ گلِ تر سوکھ کے اب ٹوٹ رہی ہے
اس قوم سے وہ عادتِ دیرینۂ طاعت	بالکل نہیں چھوٹی ہے مگر چھوٹ رہی ہے
وہ راہ شریعت کی جہاں بچھتی تھیں آنکھیں	یہ کفر کے کنکر سے اُسے کوٹ رہی ہے
فکرِ فردا میں عبث روز اک نئی تمہید ہے	آج تک ہم کیا ہوئے آیندہ کیا اُمید ہے
غافلوں کو جلوۂ ہستی بہارِ عید ہے	چشمِ بینا میں مگر یہ حشر کی تمہید ہے
قدِ موزوں دیکھئے جوڑے کی بندش دیکھئے	کس قیامت کا ہے مصرع اور کیا تعقید ہے
مجھکو اور اُنکے مضامین کمر پر دسترس	ذہن کیسا بس یہ کہئے غیب کی تائید ہے
خوشی ہے سبکو کہ آپریشن میں خوب نشتر یہ چل رہا ہے	کسیکو اسکی خبر نہیں ہے مریض کا دم نکل رہا ہے
فنا اُسی رنگ پر ہے قائم فلک وہی چال چل رہا ہے	شکستہ و منتشر ہے وہ کل جو آج سانچے میں ڈھل رہا ہے
یہ دیکھتے ہو جو کاسۂ سر غرورِ غفلت سے کل تھا مملو	یہی بدن ناز سے پلا تھا جو آج مٹی میں گل رہا ہے
سمجھ ہو جسکی بلیغ سمجھے نظر ہو جسکی وسیع دیکھے	ابھی یہاں خاک بھی اُڑیگی جہاں یہ قلزم اُبل رہا ہے
کہاں کا شرقی کہاں کا غربی تمام دکھ سکھ ہے یہ مساوی	یہاں بھی اک بامراد خوش ہے وہاں بھی اک غم سے جل رہا ہے
ہوس پرستوں کو کیوں یہ کد ہے ان انقلابوں کی کیا سند ہے	اگر زمانہ بدل رہا ہے بدلنے ہی کو بدل رہا ہے
عروج قومی زوال قومی خدا کی قدرت کے ہیں کرشمے	ہمیشہ رد و بدل کے اندر یہ امر پولیٹیکل رہا ہے
جنھوں نے طاعت میں جان دی ہے اُنھیں کے حصہ میں زندگی ہے	مقدموں کی ہو لاکھ شکلیں یہی نتیجہ نکل رہا ہے
خدا سے تم دل ملاؤ اپنا زبانوں کو پھر ملاؤ دل سے	تو دیکھ لینا کہ پُر اثر ہے زباں سے جو کچھ نکل رہا ہے
جھکائیں اکبر سرِ ارادت ہمیں تو اُمید کچھ نہیں ہے	اُدھر وہ شمشیر کھینچ رہی ہے اِدھر یہ خنجر سنبھل رہا ہے
مزا ہے اسپیچ میں تو بزمیں خبر بھی چھپتی ہے پانیر میں	فلک کی گردش کیساتھ ہی ساتھ کام یاروں کا چل رہا ہے
جب آسمان اہلِ دغا ہی کا ہو رہے	مومن کو چاہیئے کہ خدا ہی کا ہو رہے

کہانتک رشک اکبر ساقی بزم حریفاں ہے
سنبھالو دل کو تم اپنے تمھارا جام جم یہ ہے

جاری طریق فضل و عطا سب کیساتھ ہے
دیکھو جو غور سے تو خدا سب کیساتھ ہے

بیدرد سا ہی گیسوی دنیا سے دل کے بیچ
سب اسمیں ہیں پھنسے یہ بلا سب کیساتھ ہے

کمبخت دل کو کیوں ہے لگاوٹ انھیں کیساتھ
انکو تو شوق ناز و ادا سب کیساتھ ہے

انھیں سے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات انکی
انھیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات انکی

سنے جو اسکو اسے تحیر جو اسکو بستے اسے تردد
ہماری نیکی اور انکو برکت عمل ہمارا نجات انکی

بھلا دو میرے منھ سے بات اگر کوئی بری نکلی
یہ بیدردی ہے کہنا آہ بسمل بے سری نکلی

عدو جمعیت ملت کا جو ہو طعن تھی اسپر
یہ کیا سمجھا عزیزوں نے مجھی پر کیوں چھری نکلی

عرب کہتے تھے تم جسکو وہ کمسریٹ کا خچر تھا
جسے شایستگی سمجھے تھے آخر گرگری نکلی

مجھے اس درس سے خواہش تھی روحانی ترقی کی
یہاں ہر چیز لیکن مادی و عنصری نکلی

بتوں سے میل خدا پر نظر یہ خوب کہی
شب گناہ و نماز سحر یہ خوب کہی

نقش نفیس سڑک خوشنما ڈنر ہر شب
یہ لطف چھوڑ کے حج کا سفر یہ خوب کہی

تمھاری خاطر نازک کا ہے خیال فقط
وگرنہ مجھکو رقیبوں کا ڈر یہ خوب کہی

جناب شیخ کا ہو جاؤں معتقد معقول
نگاہ یار رہے بے اثر یہ خوب کہی

شباب و بادہ و فکر مآل کار چہ خوش
جنون عشق و خیال خطر یہ خوب کہی

سوال وصل کروں یا طلب ہو بوسے کی
وہ کہتے ہیں مری ہر بات پر یہ خوب کہی

حرف مطلب کی رسائی کیوں نہ یانتک ہو سکے
دل کو خودداری سکھا اکبر جہانتک ہو سکے

وعدہ اقرار مفصل کا تو کرتے ہو مگر
دیکھ لینا وقت پر تم سے جو یانتک ہو سکے

کچھ بھی ہمدردی جوانوں سے نہیں
شیخ صاحب اب بہت بوڑھے ہوگئے

ناچ ہے مغرب کا بزم دھر میں
جھومتے ہیں مشرقی بیٹھے ہوئے

نام یوسف سے ہوا یعقوب کا
یوں تو حضرت کے بہت بیٹے ہوئے

اللہ کا حال کچھ نہ پوچھو
دیکھا نہیں نام رکھ لیا ہے

واللہ ستم ہے بے تکلف
کھایا کیا تم نے چکھ لیا ہے

سکہ ہے کھرا مرے سخن کا
سب نے اسکو پرکھ لیا ہے

لن ترانی سے عیاں انوار پنہاں ہوگئے
ایک ٹھوکر میں ہزاروں طور پنہاں ہوگئے

اے صبا اس باغ میں تیرا عمل ہے منتخب
ہنس دئے گل ہو کے غنچے یا پریشاں ہوگئے

اُس نے آنکھوں کے اشارے سے بڑھایا دل مرا
خواب میں دیکھا تھا وہ کافر مسلماں ہوگئے

ناتوانی سے قناعت پر ہوئے مجبور ہم
ضعف کے اسباب عزت کے نگہباں ہوگئے

صبر خودداری دلیری حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلماں ہوگئے

ہوگیا آخر شکستِ دل سے کارِ دیں درست
داغ سینے کے چراغِ راہِ عرفاں ہوگئے

جلوہ ہائے منظرِ ہستی ہیں راحت میں مخل
وہم جب یکجا ہوئے خواب پریشاں ہوگئے

جو کہا اُس نے کیا منظور کیا حرفِ نفی
ہم سراپا اب تو اُس محفل میں جی ہاں ہوگئے

ہم تو انساں سے بنے جاتے ہیں بندر دیکھ لو
آپ خوش قسمت تھے بندر سے جو انساں ہوگئے

ناز تھا اُنکو بہت اپنے بدن کی ساخت پر
اگر جنت میں مرے اک دوست عریاں ہوگئے

صورتِ لیلیٰ نہ دیکھی پڑھ لیا دیوانِ قیس
شاعری آئی نہیں لیکن زباں داں ہوگئے

گھسے جاتے ہیں ہم خود اپنی نظروں سے ستم یہ ہے
بدل جاتے تو کچھ رہتے مٹے جاتے ہیں غم یہ ہے

طریقِ نو کو کیا سمجھا ہے تو منزل ترقی کی
نگاہِ بیش میں ہیں جادۂ راہِ عدم یہ ہے

تحمل نالہ و فریاد کا اُن سے کہاں ممکن
نہ ہوں برہم مری افسردگی پہ مستحق یہ ہے

نہ بے مہری کا شکوہ ہے نہ ہے سوزِ غمِ فرقت
تو ارشاد آپ کیوں ہوگیا رنج و الم یہ ہے

دشمن بھی ہیں - افسوس ہیں - یارب یہ سبب ہے - حالت مری
جینا اب تو دشوار ہے - کب آئے گی ساعت مری

طاقت ہو نہ جب ضبط کی - تو اظہار غم کیوں نہ ہو
ہر دم اب تو - آتش نگوں - سینے میں ہے - حسرت مری

شوخی اُسکی - دیکھو ذرا - مجھ پہ ظلم - بے حد کیا
پوچھا میں نے کیوں ہے ستم - بولا یہ ہے - عادت مری

پہلو میں وہ - ہوسنگے کبھی خوشیوں کی - گھڑی آئے گی
جاگے ہی گی - اک وقت میں - سوتی گو ہے قسمت مری

اب بھی جو کہہ رہا ہو کہ پینا نہ چاہئے — اس دور عہد میں اُسے جینا نہ چاہئے
نادیدنی کی دید سے ہوتا ہے خون دل — بے دست و پا کو دیدۂ بینا نہ چاہئے
میں بت کا ہو رہا تو عبث شیخ کو ہے رنج — ایسے معاملات میں کینا نہ چاہئے

دنیا میں امر حق کو کس طرح صاف کہئے — کرتا ہے دشمنی وہ جو کچھ خلاف کہئے
یہ سرسری اشارا کافی نہیں ہے حضرت — اپنی زبان سے بھی لفظ معاف کہئے

بے دشمن دیں راحت دنیا ہو تو کیا ہے — قاتل ہو کوئی آنکھ تو جینے کا مزا ہے

ساتھ یاروں کے ہماری راحت دل اُٹھ گئی — ایک وہ کافر گیا محفل کی محفل اُٹھ گئی
قتل ہونے کی کسے اُمید تھی قسمت کی بات — اتفاقاً میری جانب چشم قاتل اُٹھ گئی

زُلف میں دل کی گرفتاری بُری — سب مرض اچھے یہ بیماری بُری
ہوش سے عاشق کو بچنا چاہئے — راہِ دل میں یہ گرانباری بُری

آج سنئے آ کے اکبر سے کبیر
شیخ جی ہے دل میں خودداری بُری

رکتے ہیں دست دعا اُٹھتے ہوئے — ہے جو ہونا کیوں رہیگا بے ہوئے

۱ـه بحر [illegible] مثمن مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن ۱۲۰

جامہ زیبوں کی نظر بھی دلقِ اکبر پر پڑی
شان ہی کچھ اور تھی اِس خرقۂ پارینہ کی

ایک صورتِ سرمدی ہے جسکا اتنا جوش ہے
ورنہ ہر ذرّہ ازل سے تا ابد خاموش ہے

مستیٔ نشو و نما ہے فصلِ گُل کا جوش ہے
ہے ہوا میں فیض ساقی ہر کلی مے نوش ہے

بزم میں ایمائے چشمِ ساقیٔ مے نوش ہے
وہ بہک جانیکے خطرے میں ہے جسکو ہوش ہے

شوقِ وصلِ شعلہ خویاں کیوں نہو برسات میں
ابر کو بھی دیکھتا ہوں برق در آغوش ہے

حال میری بیقراری کا بھی کچھ سُن لیجئے
یہ بھی اک آویزہ ہو بجلی جو زیبِ گوش ہے

تابکے دید حسیناں تابکے وارفتگی
آنکھ میں جبتک نظر ہے سر میں جبتک ہوش ہے

آئینے سے بھی وہ بچتے ہیں کہ پڑ جائے نہ عکس
شرم کہتی ہے کہ یہ بھی صاحبِ آغوش ہے

کیوں نہ اپنے بل پہ نازاں ہو وہ زلفِ پُرشکن
اُسکی خودبینی کو آئینہ صفائے دوش ہے

ہے اگر امید فردا ہی پہ صرف اُسکی بنا
کل نہوگا آج اکبر کے جو دل میں جوش ہے

نورِ باطن کی تجلی حرصِ دنیا میں کہاں
دامنِ طولِ امل اس راہ میں حق پوش ہے

جسکے آنکھیں ہیں وہ ہی دیوانہ چشم آفریں
عالمِ عرفاں میں جو ذی ہوش ہے بیہوش ہے

جب ضرورت ہوگی تقوی کی تو دیکھا جائیگا
اب تو بزمِ مغربی ہے اور نوشا نوش ہے

اُنکا تیرِ پالیسی اور شیخ و بابو کا گریز
خوب ہی لطفِ شکارِ روبہ و خرگوش ہے

اتحادِ باہمی اس ملک میں آساں نہیں
کوئی سرسید ہے کوئی بابو آشو توش ہے

کیسے کیسے زرنگار ایواں ملے ہیں خاک میں
ریزہ ریزہ اب بھی ویرانوں میں اطلس پوش ہے

حضرتِ منصور انا بھی کہہ رہے یا حق کہا تھا
دار تک تکلیف فرمائیں جب اتنا ہوش ہے

مفلسی میں بھی تکلف دوست ہے طبعِ ملیح
سرو بستاں بے بضاعت ہے مگر خوش پوش ہے

—◇—◇—◇—:::—◇—◇—◇—
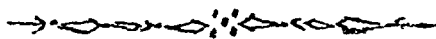
ہوئے روشن یہ معنی چاند کیوں شاعر کو پیارا ہے	کمال آئینۂ ہی عارض بھی ہے ابرو بھی ناخن بھی
جوش میں لائے صبا جسکو وہ جنوں اچھا ہے	بوئے گل جسکو اُبھارے وہ جنوں اچھا ہے
جوش میں آئے جو قرآں سے وہ خون اچھا ہے	کفر پہ غصہ دلائے وہ جنوں اچھا ہے
دل دھڑکنے لگا آئی جو نظر اُس کی جھلک	بہر تاثیر محبت یہ شگون اچھا ہے
ہاتھ اُٹھائینگے نہ یہ دامن منصوری سے	اہل تہذیب کو دنیا میں یہ دوں اچھا ہے
دوپہر کو مرے گھر آئی مس رشک قمر	کہدیا میں نے کہ یہ نون کا موں اچھا ہے
مرا دل ان بتوں کے ہاتھ سے واللہ ٹوٹا ہے	خدا ہی اسنے سمجھیگا خدا کے گھر کو لوٹا ہے
خوشی کا رنگ ہی دل میں نہ سرسبزی اُمید نکلی	ہمارا باغ ویراں ہو گیا گل ہے نہ بوٹا ہے
ترے کوچے میں دل نالاں اگر ہے دین سے چھٹکر	تعجب کیا ہے اسمیں مدتوں کا ساتھ چھوٹا ہے
تو نے کب دل کی مری اے بت عیار سنی	جو سنی بات بلا کر سر دربار سنی
چھوڑ اس بحث کو کچھ اور بیاں کر اکبر	یہ کہانی تری یاروں نے تو سو بار سنی
اُبھرا ہے رنگ سودا دیوانگی ہری ہے	ہے جوش موسم گل جو پھول ہے پری ہے
شمع اور پتنگ سے ہے ہر صبح وعظ عبرت	یہ بھی مرے پڑے ہیں وہ بھی بجھی دھری ہے
دور گردوں میں کسی نے میری غمخواری نہ کی	دشمنوں نے دشمنی کی یار نے یاری نہ کی
حشر کا سودا ہوا ذوق جمال دوست میں	ہمنے بازار جہاں میں کچھ خریداری نہ کی
غم دیا اپنا مگر پروائے غمخواری نہ کی	دلستانی آپ نے فرمائی دلداری نہ کی
قہقہوں کی مشق سے میں نے نکالا اپنا کام	جب کسی نے قدر آہ و نالہ و زاری نہ کی
شوق کی مستی میں میں دیوانہ ہو کر رہ گیا	حسن کے نشہ نے اُس پر بیہشی طاری نہ کی
کوئے جاناں کا پتہ دیکر میں پہونچا خلد میں	مجھ سے کچھ رضواں نے بحث ناجی و ناری کی
شیخ بھی کھسکے مریدوں کو جو دیکھا منتشر	جب محیط آوارہ تھا مرکز نے خودداری نہ کی
وقت سلانے کا ابھی آیا نہیں مغرب ہے دور	کیوں پسند اُس برق وش نے مشرقی ساری کی

زوال قوم کی تو ابتدا وہی تھی کہ جب
جو حسن بُت کی جگہ حکم مِس ہوا قائم

تجارت آپ نے کی ترک نوکری کر لی
تو عشق چھوڑ کے ہم نے بھی نوکری کر لی

شکوۂ بیداد سے مجھکو توڑنا چاہیئے
دل میں لیکن یہ آپ کو انصاف کرنا چاہیئے

ہو نہیں سکتا کبھی ہموار دنیا کا نشیب
اس گڑھے کو اپنی ہی مٹی سے بھرنا چاہیئے

جمع ساماں خود درآئی ہے لیکن ای عزیز
جسکی صورت خوب ہو اُسکو سنورنا چاہیئے

کیوں نہ لوں نامِ خدا اس بت کی صورت دیکھ کر
لوگ کہتے ہیں کہ کلمہ پڑھ کے مرنا چاہیئے

بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد
ہجر کی شب کو بھی اے گردوں گذرنا چاہیئے

عاشقی میں خندہ روئی سالکوں کو ہے بجا
ہے یہی منزل کہ چہرہ کو اُترنا چاہیئے

ہر عمل تیرا ہے اکبر تابع عزم حریف
جب یہ موقع ہو تو بھائی کچھ نہ کرنا چاہیئے

رہی نہ قلب میں قوت زمانہ سازی کی
دعا کرو نہ مری عمر درازی کی

فلک نے ہمکو کیا منتخب مٹانے کو
ہمیں سے داد بھی چاہیں خوش امتیازی کی

مجرب ایسا ملا نسخہ قوم بازی کا
کہ قدر اُٹھ گئی دنیا سے عشق بازی کی

بہت خلوص سے حاضر رہا ہوں خدمت میں
مگر حضور نے مجھ سے زمانہ سازی کی

خیال کیا ہو کسی کو بنائے مسجد کا
کہ مسجدوں کو ضرورت ہے اب نمازی کی

ہمیشہ پیش نظر ہیں وضو شکن منظر
اس انجمن میں نبھے کس طرح نمازی کی

ہم اپنے حال پر افسوس کیا کریں اکبر
خدا نے شان دکھائی ہے بے نیازی کی

چھڑا ہے راگ بھونرے کا ہوا کی ہے تیغ حسن بہار
یہ رنگیں حسن گل ہے نغمہ مستانہ بلبل
بڑے ورزش تمہارے ہو گئے راجا کے سیلے سے

غضب ہے سال کے بارہ مہینوں میں بھاگن بھی
اشارہ کرتی ہے فطرت ادھر آ دیکھ لیں بن بھی
مگر بن کا پہننا چاہتے ہو تو کرو بن بھی

تعلیم کا شور ایسا تہذیب کا غل اتنا
برکت جو نہیں ہوتی نیت کی خرابی ہے

سچ کہتے ہیں شیخ اکبر ہے طاعت حق لازم
ہاں ترکِ مئے و شاہد یہ اُنکی بزرگی ہے

دیکھیں پروانے کو دعویٰ یہ ابھرنے والے
عشق اسے کہتے ہیں یوں مرتے ہیں مرنے والے

شرمایا داغ نہیں کیا از فصلِ خزاں
کیوں جوانانِ چمن پھر ہیں سنورنے والے

تیز رفتار ہوا اسقدر اے موجِ فنا
تجھ میں کچھ قطرے ہوا سے ہیں ابھرنے والے

حیرت انگیز ہے یہ رعب بتاں اے اکبر
ان سے اب ڈرتے ہیں اللہ سے ڈرنے والے

جلوۂ گل نے چمن میں مجھے بے چین کیا
ٹل ہی جاتے ہیں تری یاد دلانے والے

دیدنی آج ہے اس بزم میں دنیا کا جمال
دم بخود بیٹھے ہیں عقبیٰ سے ڈرانے والے

چشم بد دور جنوں کی ہے ترقی مجھ میں
کیوں نہ مست ہیں خود ہوش میں لانے والے

آج جنگلے میں مرے آئی تھی آواز اذاں
جی رہے ہیں ابھی کچھ اگلے زمانے والے

نہ انہیں ساز کی حاجت ہے نہ سامع کی تلاش
خوب ہیں فصلِ بہاری کے یہ گانے والے

تیغ قاتل نے یہ کیا اپنے دکھائے جوہر
سر کٹے پھرتے ہیں اب جان چرانے والے

ذوقِ عرفاں تو ہے بادہ پرستی اچھی
ہوش اگر دین سے غافل ہو تو مستی اچھی

بُت جو ہنستے ہیں [illegible] خدا کیوں نہ کریں
ہم غریبوں کو وہی شے جو ہے سستی اچھی

بحث اس [illegible] کی
مگر الحاد سے ارواح پرستی اچھی

[illegible] شہر ہیں اور کمپ میں سیلہ ہول کیا
[illegible] کے ہیں سب وہی بستی اچھی

[illegible]
سنئے جنم کی تمنا ہیں خود کشی کر لی

[illegible]
زمانہ دیکھ کے دشمن سے دوستی کر لی

دشمنِ راحت جوانی میں طبیعت ہوگئی
جس حسیں سے مل گئیں آنکھیں محبت ہوگئی

باغِ ہستی میں مری ناکامیوں کا رنگ دیکھ
جو تمنا دل میں آئی داغِ حسرت ہوگئی

کھو دیا تمکینِ دیں کو تو نے اے شوقِ نمود
عزتِ اصلی نثارِ نامِ عشرت ہوگئی

شیخ و مستانہ بیا ہو کے بھولے اپنی لے
گو سریلے ہو گئے لیکن بری گت ہوگئی

ہر جنبشِ نگاہِ خرد اک حجاب ہے
عارض پر اُنکے جلوۂ ہستی نقاب ہے

آرام کی تلاش نے رکھا ہے بیقرار
ہر خواہشِ سکون سبب اضطراب ہے

نہ روحِ مذہب نہ قلبِ عارف نہ شاعرانہ زبان باقی
زمیں ہماری بدل گئی ہے اگرچہ ہے آسمان باقی

شبِ گذشتہ کے ساز و ساماں کے اب کہاں ہیں نشان باقی
زبانِ شمعِ سحر پہ حسرت کی رہ گئی داستان باقی

جو ذکر آتا ہے آخرت کا تو آپ ہوتے ہیں صاف منکر
خدا کی نسبت بھی دیکھتا ہوں یقین رخصت گمان باقی

فضول ہی اُنکی بد دماغی کہاں ہے فریاد اب لبوں پر
یہ وار پر وار اب عبث ہیں کہاں بدن میں ہے جان باقی

میں اپنے مٹنے کے غم میں نالاں اُدھر زمانہ ہے شاد و خنداں
اشارہ کرتی ہے چشمِ دوراں جوان باقی جہان باقی

اسلیئے رہ گئی ہیں آنکھیں کہ میرے مٹنے کا رنگ دیکھیں
سنوں جو باتیں جو ہوش اڑائیں اسی لئے ہیں یہ کان باقی

تعجب آتا ہے طفلِ دل پر کہ ہو گیا مستِ نظمِ اکبر
ابھی تو دل پاس تک نہیں ہے بہت سے ہیں امتحان باقی

ہنگامہ ہے کیوں برپا تھوڑی سی جو پی لی ہے
ڈاکا تو نہیں مارا چوری تو نہیں کی ہے

ناتجربہ کاری سے واعظ کی ہیں یہ باتیں
اس رنگ کو کیا جانے پوچھو تو کبھی پی ہے

اُس مے سے نہیں مطلب دل جس سے ہے بیگانہ
مقصود ہے اُس مے سے دل ہی میں جو کھنچتی ہے

اے شوق وہی مے پی اے ہوش ذرا سو جا
مہمانِ نظر اس دم اک برقِ تجلی ہے

واں دل میں کہ صدمے دو یاں جی میں کہ سب سہ لو
اُنکا بھی عجب دل ہے میرا بھی عجب جی ہے

ہر ذرہ چمکتا ہے انوارِ الٰہی سے
ہر سانس یہ کہتی ہے ہم ہیں تو خدا بھی ہے

سورج میں لگے دھبا فطرت کے کرشمے ہیں
بُت ہمکو کہیں کافر اللہ کی مرضی ہے

پیچیدہ زندگی کے کرو تم مقدمے
دکھلا ہی دے گی موت نتیجہ نکال کے

دلکش صدائے صور تو ایسی نہ تھی مگر
تعظیم حشر کے لئے سب اُٹھ کھڑے ہوئے

تہذیب مغربی کی بھی ہے وارنش غضب
ہم کیا جناب شیخ بھی چکنے گھڑے ہوئے

نکل جائے دم غم سے جب آہ نکلے
مصیبت میں ہوں کوئی تو راہ نکلے

میں سمجھا تھا کنج قناعت کا ساتھی
مگر آپ تو شائق جاہ نکلے

مزاج شریف اُنھیں باقی نہیں ہے
تو کیا مُنھ سے الحمدللہ نکلے

ترے بعد اکبر کہاں ایسی نظمیں
وہ دل ہی نہ ہوں گے کہ یہ آہ نکلے

دل زلف کے کوچے میں شاداں نہ رہا پھر کے
حمد شکر کہ نہ کھلا احسان سے کافر کے

ایمان کے دشمن ہیں جلوے بت کافر کے
فتنے تو ذرا دیکھو ترکیب عناصر کے

اے شغل ہوس کب تک یہ شمع قریب آخر
رہبر و تو ترے سب ہیں ظلمت ہی میں ہیں پھر کے

بجھ جائے جو نہ ہم تجھکو کرنا تو نہ اے دنیا
ہم عرش پہ پہنچے ہیں نظروں سے تری گر کے

باطن نہ کرے تیرہ مقبول ہو وہ ظاہر
رکھتے ہیں نظر ہم بھی منکر نہیں ظاہر کے

گذرے جب ادھر سے وہ سرگرم فغاں تھا میں
تسکین مجھے کیا دیتے دیکھا بھی نہیں پھر کے

اسٹیج پہ دنیا کے کیا سین دکھاؤ گے
کیا لطف اٹھا پردہ در سے اگر گر کے

دنیا کو اوست کا سمجھے ہو محل شاید
ایسے تو نہیں ہوتے سامان مسافر کے

حصے میں بتوں ہی کے آئی تری عمر اکبر
اللہ کو اب دیدے دو دن تو یہ آخر کے

یہ شعبدہ ہو آپ سے عشق حسین کا
حیراں ہوں مرے کام سنور کیوں نہیں جاتے

[illegible]
فرماتے ہیں مرتے ہو تو مر کیوں نہیں جاتے

[illegible]
پوچھے کوئی اکبر سے یہ گھر کیوں نہیں جاتے

وہی انساں وہی آنکھیں وہی جینا وہی مرنا
کہیں اللہ اکبر ہے کہیں الحاد کا غل ہے

گلستانِ سخن ہے بزم ساقی فیضِ معنی ہے
زبانِ خامہ اکبر ہے یا منقارِ بلبل ہے

منظور مجھے شکوۂ بیدادِ بتاں ہے
للہ بتا دے کوئی اللہ کہاں ہے

ہوا ہوں شاہِ جنوں کی خوش انتظامی سے
خدا بچائے مجھے ہوش کی غلامی سے
نشان کھو کے بگولے کی طرح اٹھتے ہیں
تو خاک خوش ہوں ہم ایسی بلند نامی سے
اٹھے گا فتنۂ محشر تو اُن کا کیا نقصان
وہ باز آئینگے کیوں مشقِ خوش خرامی سے

رنگ دیکھے جہانِ فانی کے
کھیل ہیں دورِ آسمانی کے
شیخ سے مجھسے اب ہنسی نہ بگاڑ
ہو چکے ولولے جوانی کے

منزلوں دور انکی دانش سے خدا کی ذات ہے
خرد بیں اور دوربیں تک انکی بس اوقات ہے

تکلف انجمن کے لئے کیجئے
فقیروں کی کیا ہے جہاں پڑ رہے
بتوں سے بھی لڑتی نہیں یاں تو آنکھ
برہمن ہیں لندن تلک لڑ رہے

طلب ہے حق کی تو مل آ کے ہم سے مستوں سے
نہیں ہے میکدہ خالی خدا پرستوں سے

حلقے نہیں ہیں زلف کے حلقے ہیں جال کے
ہاں اے نگاہِ شوق ذرا دیکھ بھال کے
پہونچے ہیں تا کمر جو ترے گیسوئے رسا
معنے یہ ہیں کمر بھی برابر ہے بال کے
بوس و کنار و وصلِ حسیناں ہے خوب شغل
کمتر بزرگ ہونگے خلاف اس خیال کے
قامت سے تیرے صانعِ قدرت نے اے حسیں
دکھلا دیا ہے حشر کو سانچے میں ڈھال کے
شانِ دماغِ عشق کے جلوے سے یہ بڑھی
رکھتا ہے ہوش بھی قدم اپنے سنبھال کے
زینت مقدمہ ہے مصیبت کا دہر میں
سب شمع کو جلاتے ہیں سانچے میں ڈھال کے
ہستی حق کے سامنے کیا اصل این و آں
پتلے یہ سب ہیں اپنے وہم و خیال کے
دیوار لیکے اٹھتا ہے ہر طالب فروغ
دورِ فلک میں ہیں یہ اشارے ہلال کے

اسلام میں اکبر کو یہ غلو یہ رنگ تشیع یہ بدعت کی تو
اور اُس بتِ کافر کا اُنکو یہ عشق یہ پیار اللہ اللہ

کیا رہے دورِ فلک میں کوئی تمکین کیساتھ
جب زمانہ نہ چلے ایک ہی آئین کے ساتھ

غرب کی مدح بھی ہے شرق کی تحسین کیساتھ
ہم پیانو بھی بجانے لگے اب بین کے ساتھ

اِس تماشہ گہہ ہستی میں مجھے حیرت ہے
اک نیا فلسفہ ہو جاتا ہے ہر سن کے ساتھ

شیخ ڈرتے ہیں کہیں دم نہ نکل جائے مرا
اُنس اس وجہ سے کم رکھتے ہیں یٰسین کے ساتھ

مخلصانہ جو نہ ہو مدح تو کیا لطف آئے
چشمِ غماز کی گردش بھی ہے تحسین کے ساتھ

دل دیا۔ مال دیا۔ پیار کیا ان کو مگر
اِن بتوں کو وہی کاوش ہے مرے دین کے ساتھ

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

سوچ تجھکو ہے اگر آیندہ پالٹیکس کی
لے نتائج سے مدد اور ہسٹری میں فال دیکھ

شوقِ طول و پیچ اس ظلمتکدہ میں ہے اگر
بات بنگالی کی سن بنگالنوں کے بال دیکھ

دل یہ کہتا ہے کہ ہجرت ہند سے لازم ہے اب
عقل کہتی ہے کہ اکبر اور دو اک سال دیکھ

حسن میں پڑ کر نظر مذہب اگر جاتا ہے جائے
قدرداں کو نرخ کی کیا بحث اکبر مال دیکھ

ہنر سے بھی فوائد ہمکو حاصل ہو نہیں سکتے
سبب یہ ہے کہ ہم اسپیچ ایبل ہو نہیں سکتے

حکومت ایشیا پر قسمتِ مغرب میں ہے جبتک
کمالات اُسکے جو ہیں ہمکو حاصل ہو نہیں سکتے

اثر ہے طاعت و حسنِ عمل کا گو کہ قسمت پر
مگر اُس انجمن میں لوگ داخل ہو نہیں سکتے

معین ہی نہیں جنکے اصول و ماخذ اے اکبر
قیامت تک وہ سرداری کے قابل ہو نہیں سکتے

اگر اندازۂ قوت سے تمنا نہ بڑھے
رنج بیکار ابھی جو ہو دل میں تو وہ اتنا نہ بڑھے

حرص گھٹ جائے وہی نعمتِ عظمیٰ ہو گی
میری دولت نہیں بڑھنے کی تو اچھا نہ بڑھے

اسی ہستی کو دیکھ اکبر اگر ذوقِ تعقل ہے
کہیں کھٹی کہیں پتی کہیں غنچہ کہیں گل ہے

میں ہوں کیا چیز جو اُس طرز پہ جاؤں اکبر
ناسخ و ذوق بھی جب چل نہ سکے میر کے ساتھ

رات پروانہ یہ کہتا تھا عجب ناز کے ساتھ
شان مذہب پہ رہا فلسفہ حیران مدام

خضر کا کام نہیں سالک جانباز کے ساتھ
اسقدر جوشِ جنوں اور اس اعزاز کے ساتھ

کیا ہوا کوئی جو اکبر کا ہم آہنگ نہیں
باغ میں نغمۂ بلبل بھی نہیں ساز کے ساتھ

مجھکو محبت اب نہ رہی زندگی کے ساتھ
خلقِ نکو کو سب نے خوشامد سمجھ لیا

کیا زندگی گذر نہ سکے جب خوشی کیساتھ
کیا کیا مصیبتیں ہیں غریب آدمی کے ساتھ

یہ ابرِ زلف یہ برقِ نظر معاذ اللہ
میں کیا کہوں شبِ فرقت میں مجھپہ کیا گذری
بتوں کے عشق میں کیا کچھ نہیں کیا میں نے
طلسمِ حسن بتاں سے نہ پوچھئے احوال
جنابِ شیخ پھر آخر بسر کروں کیونکر
جو منہ لگائے وہ بت شیخ بھی پڑھیں الحمد

اگرچہ سین ہے دلکش مگر معاذ اللہ
عجیب حال رہا رات بھر معاذ اللہ
بہت رہی ہے لبِ شیخ پر معاذ اللہ
دہن کا ذکر ہی کیا ہے کمر معاذ اللہ
جدھر سر اُٹھاتا ہوں آنکھیں اُدھر معاذ اللہ
یہ دورہی سے ہے بس اسقدر معاذ اللہ

فریبِ چشم ہے خوانِ جہاں کا رنگ اکبر
رمز ا۔ زبان کا فتنہ، اثر معاذ اللہ

یہ عمر یہ حسن اور ناز و ادا۔ اسپر یہ سنگار اللہ اللہ
یہ گیسوئے پیچاں دامِ خرد یہ نرگسِ فتاں دشمنِ دیں
کانوں میں ترے کندن کی دمک بانہوں میں ترے عنبر کی مہک
بکھری ہوئی زلفیں دام بلا یہ چتونیں مژگاں تیر قضا
خود خامۂ قدرت نازاں ہے ہر چشم تماشا حیراں ہے

مستی نگہ اُف اُف کی جگہ۔ سینے کا اُبھار اللہ اللہ
یہ عارضِ رنگیں غیرتِ گل ہستی کی بہار اللہ اللہ
سینے پہ جواہر کی یہ چمک اور اسپہ یہ ہار اللہ اللہ
تقویٰ کی عدو یہ لغزشِ پا یہ رنگ خمار اللہ اللہ
اِس صفحۂ عنبر خا کی پر یہ نقش و نگار اللہ اللہ

اُس ترقی کو ترقی میں کہوں گا اکبر
خود بھی بڑھتے رہیں احباب جو تنخواہ کیساتھ

بے بصیرت پہ ہدایت نے کیا کچھ نہ اثر
ہے یہ افسوس کہ آنکھیں نہ کھلیں راہ کیساتھ

رنگ تیرا ہمیں مطبوع نہیں اے دنیا
تجھ میں ہم جی تو رہے ہیں مگر اکراہ کیساتھ

دوست کہتے ہیں تغزل نہیں تجھ میں اکبر
دل لگانا ہی پڑا اب بتِ گمراہ کیساتھ

دیکھیے ربطِ نسیمِ سحر و غنچۂ و گل
یوں نہیں دل کھول کے ملتے ہیں ہوا خواہ کیساتھ

شورِ تحسیں تو سخن پر ہے تمہارے اکبر
زر کی جھنکار بھی سنتے ہو کہیں واہ کیساتھ

ہو گیا عشق تری زلفِ گرہ گیر کے ساتھ
سلسلہ دل کا ملا تھا اسی زنجیر کے ساتھ

لذتیں کرتی ہیں انسان کو دنیا میں ہلاک
زہر دیتی ہے یہ ظالم شکر و شیر کے ساتھ

پیار کے ساتھ خوشامد بھی کرو گے شبِ وصل
ہے یہ لازم کہ دعائیں بھی ہوں تاثیر کے ساتھ

جنبشِ ابروے قاتل کا اشارہ ہے یہی
کام چلتا ہے جو دنیا میں تو شمشیر کے ساتھ

ہجرِ زنداں میں گئی شوقِ رہائی رخصت
ہو گیا اُنس مرے پاؤں کو زنجیر کے ساتھ

یاں کے معشوقوں کو مرشد نہ کریں کیوں آزاد
زہرہ جب ناچ رہی ہے فلکِ پیر کے ساتھ

مست ہے نغمۂ بلبل سے چمن میں اکبر
آپ محفل میں سنیں راگ مزامیر کے ساتھ

میری تقدیر موافق نہ تھی تدبیر کے ساتھ
کھل گئی آنکھ نگہباں کی بھی زنجیر کے ساتھ

کھل گیا مصحفِ رخسارِ بتانِ مغرب
ہو گئے شیخ بھی حاضر نئی تفسیر کے ساتھ

ناتوانی مری دیکھی تو مصوّر نے کہا
ڈر ہے تم بھی کہیں کھنچ آؤ نہ تصویر کے ساتھ

ہو گیا طائرِ دل صیدِ نگاہِ بے قصد
سعیِ بازو کی یہاں شرط نہ تھی تیر کے ساتھ

لحظہ لحظہ ہے ترقی پہ ترا حسن و جمال
جس کو شک ہو تجھے دیکھے تری تصویر کے ساتھ

بعد تہذیب کے ہیں کالج کا گر دل کیا [illegible]
اب محبت نہ رہی اُس بتِ بے پیر کے ساتھ

کچھ مزا گیہوں کا کچھ تو اسکے کہنے کا خیال
آپ ہی کہئے کہ اس موقع پر آدم کیا کریں
میری یہ بے چینیاں اور انکا کہنا ناز سے
ہنس کے تمسے بولتے ہیں اور اب ہم کیا کریں

بے وقت کا راگ ہے نہ سنئے
واعظ کو مگر جھنجھوڑئے کیوں
اکبر سے نہ کہئے راے سرجن
اُمیدِ مریض توڑئے کیوں

ہے تگاپو اسقدر مرکز مگر کوئی نہیں
فرنیچر ہم لے رہے ہیں اور گھر کوئی نہیں
کہتی ہیں آہیں کرینگے تیرے دلکا ہم فارم
سب مگر شہرت طلب ہیں با اثر کوئی نہیں
کیمپ میں پاتا ہوں یارونکو جو کو دل منتشر
یہ اثر اصطبل کا ہے ورنہ خر کوئی نہیں

اِدھر اُترا ہے چہرہ کوہکن کا کوہ پر چھپکر
اُدھر کب تخت پر سے حضرت پرویز اترے ہیں
حرم والوں سے کیا نسبت بھلا ہم اہل ہوٹل کو
وہاں قرآن اُترا ہے یہاں انگریز اترے ہیں
مرے الفاظ کا رنگ آج مستانِ سخن دیکھیں
یہ شیشے بادۂ مضموں کے کتنے تیز اترے ہیں

دہر میں سوختۂ گرمیٔ بازار نہ ہو
دل میں ہو خون تو سودا کا خریدار نہ ہو
نقش دل ہو صفتِ معنیٔ رنگیں بدوست
رنگ ظاہر پہ نہ جا نقش بہ دیوار نہ ہو
خیلگوئی فصحا رکھ نہیں سکتے جائز
انکی خواہش ہے کہ لفظوں کی بھی تکرار نہ ہو
سانس کی طرح چلے منزلِ ہستی میں بشر
مدعا یہ ہے کہ دم بھر کو بھی بیکار نہ ہو
نہیں آزاد جو اپنوں سے تعلق کرے قطع
وہ ہے آزاد جو غیروں کا گرفتار نہ ہو
سرو سے بھی رہوں آزاد تر اس گلشن میں
نخلِ ہستی پہ مرے برگ کا بھی بار نہ ہو
مقدرت شرط ہے ہر چند کہ ہو قدر شناس
بے بصیرت نہ سمجھ لو جو خریدار نہ ہو

بزم ہے شعلہ مزاجوں کی سنبھل اے اکبر
برق خرمن کہیں یہ گرمیٔ گفتار نہ ہو

اسے جو مہر خدا در پئے آزار نہ ہو
خیر راحت نہ سہی زیست تو دشوار نہ ہو
یارب ایسا کوئی بتخانہ عطا کر جسمیں
ایسی گذرے کہ تصور بھی گنہگار نہ ہو

عیشِ باغِ اکبر کا جو تھا اب وہ اک غمخانہ ہے
ذکرِ مرگِ آرزو ہے اور گردہ باکیاں

کچھ غم نہیں اگر میں مایوس ہو گیا ہوں
اب یاس سے بہت کچھ مانوس ہو گیا ہوں

کافی ہے سوزِ باطن انوارِ معرفت کو
اپنی ہی شمعِ دل کا فانوس ہو گیا ہوں

کتنی باتیں پیہم اس دورِ فنا میں ہو چکیں
ابتدائیں کتنی دامنِ انتہا میں ہو چکیں

سوچ تو دل میں تو اے مصروفِ حالِ صبح و شام
کتنی صبحیں ہو چکیں اور کتنی شامیں ہو چکیں

فکرِ دنیا انبساطِ دل سے ہے نا آشنا
آپ کی کلیاں شگفتہ اس ہوا میں ہو چکیں

ہر اک یہ کہتا ہے اب کارِ دیں تو کچھ بھی نہیں
یہ سچ بھی ہے کہ مزا بے یقیں تو کچھ بھی نہیں

تمام عمر یہاں خاک اوڑا کے دیکھ لیا
اب آسمان کو دیکھوں زمیں تو کچھ بھی نہیں

مری نظر میں تو بس ہے اونھیں سے رونقِ بزم
وہی نہیں ہیں جو اے ہم نشیں تو کچھ بھی نہیں

حرم میں مجھ کو نظر آئے صرف زاہدِ خشک
مکان خوب ہے لیکن مکیں تو کچھ بھی نہیں

ترے لبوں سے ہے البتہ اک حلاوتِ زیست
نبات۔ قند۔ شکر۔ انگبیں تو کچھ بھی نہیں

دماغ اب تو مسوں کا ہے چرخِ چارم پر
بڑھا دیا مری خواہش نے تجھ کو تو کچھ بھی نہیں

بہ قولِ حضرتِ محشر کلامِ شاعر کا
پسند آئے تو سب کچھ نہیں تو کچھ بھی نہیں

وہ سب کہتے ہیں کہ تمھیں ہو جو کچھ ہو اے اکبر
ہم اپنے دل میں سمجھتے ہیں تو کچھ بھی نہیں

ہے دلوں سے شر [illegible] کیونکر کریں
سارا عالم کہہ رہا ہے ہاں نہیں کیونکر کریں

کس طرح دنیا کو چھوڑیں ہے یہ [illegible] زندگی
ہے مدارِ کارِ ملت ترکِ دیں کیونکر کریں

حق [illegible] علم و ہنر تو خوب ہے اکبر مگر
[illegible] ہم [illegible] کیونکر کریں

جو مست ہیں اُنکو ہوش نہیں جو ہوش میں ہیں وہ گم صُم ہیں
ہر حال میں ہے خالق پہ نظر ہم اُنمیں نہیں ہیں اے اکبر
جب نعمت ہو تو منطق ہے جب آفت ہو تو گم صُم ہیں

ظلم جتنے ہیں ہمیں پردہ کئے جاتے ہیں — ہم بھی ایسے ہیں کہ اسپر بھی جئے جاتے ہیں
شیخ کے حق میں اُٹھا رکھا ہے کیا رندوں نے — ظرف انہیں کا ہے کہ سب کچھ یہ پئے جاتے ہیں

زمانِ حال میں اگلے فسانے امرِ ماضی ہیں — جو تلواریں چلاتے تھے وہ اب ٹھوکر پہ راضی ہیں
شراب اُڑتی ہے پبلک میں روا ہے خون تقوےٰ کا — مزا ہے اب تو رندوں کو نہ مفتی ہیں نہ قاضی ہیں

وہ شرارت سے مرے گھر سرِ شام آتے ہیں — یہ دکھانا ہے کہ غیروں کے پیام آتے ہیں
غیر کے ذکر میں کرتے نہیں میرا وہ لحاظ — تذکرے آتے ہیں اور نام بنام آتے ہیں
اعتبار اُنکا کر اکبر جو ہیں پابند نماز — ہیں یہی لوگ کہ جو وقت پہ کام آتے ہیں

وعظ کالج میں جو کہہ آتے ہیں اکثر اکبر
کیا یہ گرتی ہوئی دیوار کو تھام آتے ہیں

حورِ مس کو مئے گلگوں کو پری کہتے ہیں — شیخ خوش ہوں کہ خفا ہم تو کھری کہتے ہیں
اللہ اللہ یہ نورِ فلک و رنگِ زمیں — سچ تو یہ ہے کہ اسے جلوہ گری کہتے ہیں

حسن کے باب میں اکبر کی سند ٹھیک نہیں
یہ تو ہر اک بُت کمسن کو پری کہتے ہیں

ہیں سنو تو کچھ ہیں غزالوں کی بہت چالاکیاں — ہائے ان آنکھوں کی سی انمیں کہاں بیباکیاں
روکدیں انہیں حیلے نے نشہ کی بیباکیاں — رہ گئیں میری تمنا کی وہ سب چالاکیاں
ایک گردش میں کیا خون دو عالم کو مباح — چشمِ مستِ ناز کی اللہ رے سفاکیاں
بحرِ عشق کو کر دیا افسردگی نے منجمد — ہو چکیں دردِ آشنا دل کی وہ سب تیراکیاں
دیکھ تو لے دستِ ساقی پر ہے گلگوں کا جام — شیخ کی نیت کی رہجائینگی ساری پاکیاں

عالم ہے بے خودی کا مے کی دکان پر ہیں
دل اپنی ضد پہ قائم وہ اپنی آن پر ہیں
دنیا بدل گئی ہے وہ ہیں وہیں کہ اب تک
میرا وہ دل نہیں ہے جو ہم نشین لب ہو
پامال ہیں مگر ہیں ثابت قدم وفا میں
اب تک ہے یاد ہمکو اپنی بلند نامی
ہر در کو ہم نے پایا ہے جلوہ گاہ تیرا
یہ صورتیں تمہاری یہ ناز بھری ادائیں
انداز وہ نظر کے جو آرزو نکورکیں
شکرِ خدا کہ اُنکے قدموں پہ سر ہے اپنا
یہ قطرہ ہائے شبنم ہیں زینتِ گلِ تر
ہر ذرہ کوئے عشقِ احمد کا کہہ رہا ہے
اب تک سمجھ رہے ہیں دل میں مجھی مسلماں

ساقی یہ ہیں نگاہیں ہوش آسمان پر ہیں
جتنی مصیبتیں ہیں سب میری جان پر ہیں
اپنے مقام پر ہیں اپنے مکان پر ہیں
یہ آپ ہیں کہ ہر دم اپنی زبان پر ہیں
ہم مثل سنگ در کے اُس آستان پر ہیں
اب بھی مٹے ہوئے ہم مٹتے نشان پر ہیں
نقش جبیں ہمارے ہر آستان پر ہیں
قربان اے بتو ہم خالق کی شان پر ہیں
باتیں جو کردیں ساکت اُن کی زبان پر ہیں
اسوقت کچھ نہ پوچھو ہم آسمان پر ہیں
یا موتیوں کی لڑیاں اُس گل کے کان پر ہیں
جو اس زمین پر ہیں وہ آسمان پر ہیں
قائم ہنوز یہ بت اپنے گمان پر ہیں

اسلوب نظم اکبر فطرت سے ہے قریں تر
الفاظ ہیں محل پر معنی مکان پر ہیں

اک نقش مٹ گیا ہے رہتے نشان پر ہیں
خلقت میں جلوۂ حق پاتے ہیں اہل عرفاں
ہے دیدنی یہ [illegible] کا قمری کی
[illegible] ہیں محل
[illegible]
[illegible]

دل میں ہے داغِ حسرت قصے زبان پر ہیں
آنکھیں زمین پر ہیں دل آسمان پر ہیں
گاہک بنا ہے تقویٰ بت بھی دکان پر ہیں
یہ اعتراض اُنکے دل کی زبان پر ہیں
اے شمع ہم تو عاشق تیری زبان پر ہیں
اسوقت بے کسی میں گویا زبان پر ہیں

یہ خیر اندیش بھی حاضر ہے مداحین کے زمرے میں
تمہارے مصرعِ قامت کو لکھا گر کلکِ قدرت نے

اِدھر بھی اک نظر اپنی خوش اخلاقی کے صدقے میں
دکھا دی خوبیٔ انشائے ہستی ایک جملے میں

اگر ڈھونڈھو تو اکبر میں بھی پاؤ گے ہنر کوئی
اگرچہ ہونگا تو عیب تم اچھے سے اچھے میں

کیا کہیں اوروں کو یہ ایسے ہیں وہ ایسے ہیں
جانتے ہیں کہ اجل سر پہ کھڑی ہے لیکن
عقل حیران ہے پروانوں کی اس حالت پر

سچ جو پوچھو تو ہمیں کون بہت اچھے ہیں
محو ہیں انجمنِ دہر میں خوش بیٹھے ہیں
شمع کو حس نہیں یہ جان دیئے دیتے ہیں

منھ دیکھتے ہیں حضرتِ احباب پی رہے ہیں
میں نے کہا جو اُس سے ٹھکرا کے چل نہ ظالم
احباب اُٹھ گئے سب اب کون ہم نشیں ہو
پریوں کے عاشقوں کو سودا ہوا سیوں کا

کیا شیخ اسی لئے اب دنیا میں جی رہے ہیں
حیرت میں آکے بولا کیا آپ جی رہے ہیں
واقف نہیں ہیں جن سے باقی وہی رہے ہیں
جو پھاڑتے تھے جامہ اب کوٹ سی رہے ہیں

دل کو خود چھیڑے جو وہ ترچھی نظر تو کیا کروں
جانتا ہوں میں کہ خواہش موت کی اچھی نہیں
سینے سے پُرسوز آہیں اُٹھتی ہیں اے ہمنشیں
ہے خطا میری جو نکلے منھ سے لفظِ آرزو
دیر کیسا دل ہی میں کر لیتے ہیں بیت گذر

چین سے رہنے نہ دے دردِ جگر تو کیا کروں
زندگی بے لطف ہو جائے مگر تو کیا کروں
لب پہ آکر یہ جو نکلیں بے اثر تو کیا کروں
آنکھ سے نکلے محبت کی نظر تو کیا کروں
جلوہ گاہ اُنکا خدا ہی کا ہو گھر تو کیا کروں

کھل گیا مجھ پر درِ دل اے حضور
آگیا فضلِ خدا سے فنِ صبر

غم نہیں گر آپ کا در وا نہیں
اب مصیبت کی مجھے پروا نہیں

کہوں اُن سے اسکا میں کیا گلا کہ توجہ اُنکی ادھر نہیں
مرا حال تو ہے یہ ہمنشیں کہ خود آپ اپنی خبر نہیں

گردشِ گردوں سے ہر دم ہم رنج افزا میں ہیں
یہ بھی اک سودا ہے ورنہ کیا ہمیں دنیا میں ہیں

ناصحِ ناداں نے مطلب میرا سمجھا ہی نہیں
کیا سمجھتا؟ عالمِ دل میں تو وہ تھا ہی نہیں

کان نے ہوش کو الجھا پایا ہے افسانوں میں
آنکھ نے دل کو بچھا رکھا ہے ارمانوں میں

سبھی ہیں جیوڑ کے جلسے میں سے تھانوں میں
واہ کیا جوش ترقی ہے مسلمانوں میں

شیخ جی آپ کو اللہ سلامت رکھے
آپ کا دم بھی غنیمت ہے مسلمانوں میں

نام اللہ و رسول اب تو ہیں کم سنتا ہوں
پہلے رائج تھے یہ الفاظ مسلمانوں میں

پڑھ کے منصور کی حالت مجھے وجد آتا ہے
خوب مضمون ہیں اللہ کے دیوانوں میں

گرمیِ دل جو ہے منظور تو منطق یہ نہ پا
عشق ہے آگ لگانے کے لئے جانوں میں

جس نے رکھا نہ فضولی سے سروکار اکبر
مرد عاقل ہے وہی دہر کے مہمانوں میں

صاحب حسن مری آہ سے خوش رہتے ہیں
جس طرح اہل سخن واہ سے خوش رہتے ہیں

ہر مصیبت کی یہ توجیہ کیا کرتا ہے
اس لئے ہم دلِ آگاہ سے خوش رہتے ہیں

قابلِ قدر طبیعت ہے ہماری اکبر
ہیں مصیبت میں اور اللہ سے خوش رہتے ہیں

یہ نکتہ ہائے بصیرت فزا جمال معنی میں کم نہیں ہیں
کہ شکل ظاہر جو دیکھتے ہو ہمارا پرتو ہی ہم نہیں ہیں

کنارہ کش ہو گئے ہر اک سے نہ سو تعلق نہ سو تردد
خوشی نہیں ہے یہی ہے اک غم طرح طرح کے الم نہیں ہیں

کچھ آج علاجِ دلِ بیمار تو کر لیں
اے جانِ جہاں آؤ ذرا پیار تو کر لیں

منھ ہم کو لگاتا ہی نہیں وہ بتِ کافر
کہتا ہے یہ اللہ سے انکار تو کر لیں

سمجھے ہوئے ہیں کام نکلتا ہی جنوں سے
کچھ تجربہ سبحہ و زنار تو کر لیں

سو جان سے ہو جاؤں گا راضی میں سزا پر
پہلے وہ مجھے اپنا گنہگار تو کر لیں

حج سے ہمیں انکار نہیں حضرتِ واعظ
طوفِ حرمِ کوچۂ دلدار تو کر لیں

منظور وہ کیوں کرنے لگے دعوت اکبر
خیر اس سے ہے کیا بحث ہم اصرار تو کر لیں

اے چرخ بادہ ماغی کی تجھ کو کیا ضرورت
نعمت سمجھ بلا کو لے لذت تماشا

ناکامیوں پر اپنی روئینگے ہم کہاں تک
آخر یہ مخزن اشک سے چشم نم کہاں تک

کہتے ہیں دوست اکبر کو دیکھ کر بہ حسرت
ہے اسکا دم غنیمت لیکن یہ دم کہاں تک

قرب منزل کا مجھے دیتے ہیں مژدہ کیا خضر
ناتوانی سے مٹا جاتا ہے آپس کا وہ میل

ضعف سے یاں تو ہے دوگام بھی چلنا مشکل
نبض کے ساتھ ہے اب سانس کو چلنا مشکل

ہیں ہوا پر کفر کے گیسوئے پریشاں اندنوں
کوئے دل میں کیونکر آئے بوئے ایماں اندنوں

علم دیں مفقود ہے گم ہے صراط مستقیم
خضر رہ بنتا ہے ہر غول بیاباں اندنوں

اپنے اُستر کو یہ کیا لیجائے گا سوئے حجاز
مست خود ہے بینڈ کی گت پر حدی خواں اندنوں

بڑھ رہا ہے کفر زلف علّت و معلول سے
حُسن فطرت ہے حجاب روئے یزداں اندنوں

شارح دیوانِ ہستی ہے قیاسِ مغربی
ہے ازل بھی تجربوں کے زیر فرماں اندنوں

یاد کرتا ہے گذشتہ یا اثر لاحول کو
شیخ کو طعنے دیا کرتا ہے شیطاں اندنوں

کفر نے سائنس کے پردے میں پھیلائے ہیں پاؤں
بے زباں ہے بزم دل میں شمع ایماں اندنوں

صورت امروز میں گم ہے نگاہِ ناتواں
نقش فردا چشم باطن سے ہی پنہاں اندنوں

زندگانی کی چمک سے دیدۂ عبرت ہے بند
کم نظر ہے جانب گور غریباں اندنوں

ہے اوولیوشن[۱] بس اک تفسیر رب العالمین
کاش اس نکتہ سے واقف ہوں مسلماں اندنوں

مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ہی پر ختم ہے قول فٹسٹ[۲]
کیوں عبث برپا ہے اتنا شور طفلاں اندنوں

ہیں مشاغل محفلِ احباب کے ناگفتہ بہ
دم بخود بیٹھا ہے اکبر سا سخنداں اندنوں

ہیں ترے ہی واسطے اکبر یہ ساری تنبیہیں
دیکھ تو اُنکے یہاں مذہب کا ساماں اندنوں

جنکے جلوے نہ سما سکتے تھے ایوانوں میں
اُن کی خاک آج پڑی پھرتی ہے ویرانوں میں

[۱] ارتقا [۲] مسئلہ تنازع للبقا

تہذیب کے خلاف ہے جو لائے راہ پر
اب شاعری وہ ہے جو اُبھارے گناہ پر

کیا پوچھتے ہو مجھ سے کہ میں خوش ہوں یا ملول
یہ بات منحصر ہے تمہاری نگاہ پر

چہرے نے دی شہادتِ غم زرد ہوا
سختی یہ کیوں ہوئی مرے سچے گواہ پر

جو دیکھا غور سے یہ بات ثابت ہو گئی آخر
وہی ظاہر وہی باطن وہی اول وہی آخر

وہی غالب رہے مجھکو ہوئی شرمندگی آخر
نہ مانا آپ نے اور خاطرِ اغیار کی آخر

وہاں الفاظ خضرِ رہ ہیں یاں معنی ہیں منزل پر
زباں کا اُنکو دعویٰ ہے تو مجھ کو ناز ہے دل پر

سماعت گوشِ گل میں ہے نہ بینا دیدۂ نرگس
عجب کیا گریۂ شبنم جو ہے اس بزمِ غافل پر

مذہب کا ہو کیونکر علم و عمل دل ہی نہیں بھائی ایکطرف
کیا ذوقِ عبادت ہو اُنکو جو مس کے لبوں کے شیدا ہیں
طاعون و تپ اور کھٹمل مچھر سب کچھ ہے پیدا کیچڑ سے
مذہب کا تو دم وہ بھرتے ہیں بے پردہ تو انکو کرتے ہیں
ہر سمت تو ہے اک دامِ بلا رہ سکتے ہیں خوش کسطرح بھلا
کیا کام چلے کیا رنگ جمے کیا بات بنے کون اُنکی سنے

کرکٹ کی کھلائی ایکطرف کالج کی پڑھائی ایکطرف
حلوے بہشتی ایکطرف ہوٹل کی مٹھائی ایکطرف
پیسے کی روانی ایکطرف اور ساری صفائی ایکطرف
اسلام کا دعویٰ ایکطرف یہ کافرادائی ایکطرف
اغیار کی کاوش ایکطرف آپس کی لڑائی ایکطرف
ہے اکبر بیکس ایکطرف اور ساری خدائی ایکطرف

فریاد کئے جائے اکبر کچھ ہو ہی رہیگا آخر کار
اللہ سے تو یہ ایکطرف صاحب کی دہائی ایکطرف

محفوظ ذہن رکھیں ہر دور ہم کہاں تک
ہر قطرہ اور ذرہ ہے مورثِ حوادث
شخصی [illegible] قومی سب حالتیں ہیں فانی
دیکھیں جو کچھ تو سمجھیں آئیں جو کچھ تو جانیں
نصرت دکھا رہی ہے [illegible] کی بے ثباتی
[illegible]

اوراقِ ہسٹری میں نقشِ قلم کہاں تک
دفتر نرا کہاں تک زورِ رقم کہاں تک
کبر و غرور کب تک جاہ و حشم کہاں تک
کب تک خیال جنکا یہ قول و قسم کہاں تک
عجزِ عرب کہاں تک نازِ عجم کہاں تک
اُنپر وثوقِ صحت اے محترم کہاں تک

مجال کیا کوئی کہدے خوشامدی مجھکو
اِسی سبب سے بہت سہل ہے جناب کی مدح

بقیہ صیغے بھی ماضی بنیں گے حال کے بعد
رہا جو زندہ وہ دیکھے گا بیس سال کے بعد

نظارۂ بتِ بے دیں نہیں ہے ہلاکی روح
اب اختیار ہے تمکو اِس احتمال کے بعد

ہنسی خوشی سے ہے بہتر کنارہ کش ہونا
یہ لطف کیا کہ جدا اُن سے ہوں ملال کے بعد

رہے نہ اہلِ بصیرت تو بے خرد بہکے
فروغ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلّت نہیں سوال کے بعد

رنج ہے زیرِ فلک عیش کی تمہید کے بعد
دیکھئے ماہ محرم ہی پڑا عید کے بعد

جلوۂ حسن کچھ آساں نہیں اے دیدۂ شوق
حور کا ذکر بھی ہے حشر کی تمہید کے بعد

فریاد ہے اُسی کی طپش سے زبان پر
پہلو میں دل نہیں ہے مصیبت ہے جان پر

دونوں کا ارتباط خدا ہی کے ہاتھ ہے
دانہ تو زیر خاک ہے ابر آسمان پر

دل کو بھی اُنکے ملنے سے بہتر ہے احتراز
ملتے نہیں جو رات کو اپنے مکان پر

قبروں سے دوستوں کی بھرے ہیں سوادِ شہر
لوں کتنے نام روؤں میں کس کس نشان پر

بت سے مراسلت ہے تو عنوان سادہ چھوڑ
ناخوش کہیں نہوں وہ ھُوَالمُستَعَان پر

جب ہے زباں یہ دل کو نہیں اُس سے فائدہ
جو دل میں ہے وہ لا نہیں سکتے زبان پر

شکرِ خدا کہ شرم کی تکلیف سے بچے
یاروں کی اب تو بھیڑ ہے مے کی دُکان پر

افسانۂ بہار و زبانِ نسیم۔ واہ
گُل جامہ چاک کرتے ہیں اِس داستان پر

جوش اُسکو کہتے ہیں کہ جو پیری میں بھی رہے
تقویٰ وہ ہے کہ جس کا اثر ہو جوان پر

از جمالت می تراود ہر زماں شانے دگر
در خیالت می دہد ہر دم گلستانے دگر

انقلابے ہست در ذرات و ہوشم ہر نفس
ہر زماں دارم ز تو چشمے دگر جانے دگر

دل عطا کردی بمن قربان احسانت شوم
درد بخشیدی بہ دل ایں باشد احسانے دگر

ڈریں نہ حشر کی گرمی سے عاشقانِ رسول — لگے گی پیاس تو کوثر کا جام آئیگا
رہے گا خوانِ فلک پر ضرر سے وہ محفوظ — جسے خیالِ حلال و حرام آئیگا
اگرچہ صبح کو پھیکے ہیں مثلِ مہ صائم — چمک اوٹھینگے یہ جب وقتِ شام آئیگا

غالبًا خاتمہ بالخیر سمجھ لو اُس کا — جسکے مرنے کا نئی روشنی نے غم نہ کیا
لاکھ روے کہ رہے جاتے ہیں اللہ و رسول — دیر کا کورس برہمن نے مگر کم نہ کیا

ایک اِس عہد میں وہ دل بھی نہیں ہے اکبرؔ
یہی باعث ہے کہ میں نے کبھی ہم ہم نہ کیا

یہ کیا صورت ہوئی پیدا۔ یہ اِن کا اِدّعا کیسا — بتانِ دیر کہتے ہیں ہمیں دیکھو خدا کیسا
ہمیں یا تو رنگ و بوئے گل یہ محویت ہی مستی ہے — مریضوں کو خبر ہو گی کہ ہے اسکا مزا کیسا
بس آنکھیں بند ہوتی ہیں کہ بند ہوتی کا عالم — کسے اب یاد نقشہ عالمِ ہستی کا تھا کیسا

حلاوت زندگانی کی کہاں اِس تلخ کامی میں
خدا کا حکم ہے جیتے ہیں اے اکبرؔ مزا کیسا

اے دورِ فلک دنیا میں مجھے اب لطف ذرا باقی نہ رہا — جب ہم نفس اپنے اُٹھ گئے سب جینے کا مزا باقی نہ رہا
محرومی کا شکوہ بھول گئے یکتائی پر اپنی فخر ہوا — پیش و پسِ دولت میرے سوا جب کوئی گدا باقی نہ رہا

یہ پروانہ ہے جس نے دیدہ بازی کا ہنر جانا — اِسی کا کام ہے ذوقِ نظر میں جل کے مر جانا
یہی باتیں ہیں جن کی یاد تڑپا دیتی ہے دل کو — مرا انگڑائیاں لینا اور اُس ظالم کا ڈر جانا
ہمارے دیر میں آکر کبھی اے شیخ بیٹھو تو — نظر بت پر نہ کرنا الحمد ہی اللہ کر جانا
دلِ مشتاق اندیشوں سے کہتا ہے یہی ہر دم — اُسی کو ڈھونڈتے رہنا جہاں ہونا جدھر جانا

کھلے گل۔ بہار آئی چمن کا۔ سماں بدلا — اِدھر آ مرے ساقی پلا دے۔ مجھے صہبا
غموں سے۔ رہائی ہو تردد۔ نہ رہ جائے — مزے میں۔ غزل گاؤں۔ کسی کا نہ ہو کھٹکا
سمجھ میں یہ حضرت کے یہ مزا ہے۔ جو مستی ہو — خدا پہ بھروسہ اگر عبث ہے۔ غمِ فردا

ـ ۵۵؎ بحرِ طویل مخصوص بہ عرب۔ فعولن۔ مفاعیلن۔ فعولن۔ مفاعیلن۔

تجربے نے حبِّ دنیا سے سکھایا احتراز
پہلے کہتے تھے فقط منہ سے اور اب کرنا پڑا

شیخ کی مجلس میں بھی مفلس کی کچھ پرسش نہیں
دین کی خاطر سے دنیا کو طلب کرنا پڑا

کیا کہوں بے خود ہوا میں کس نگاہِ مست سے
عقل کو بھی میری ہستی کا ادب کرنا پڑا

اقتضا فطرت کا رکتا ہے کہیں اے ہم نشیں
شیخ صاحب کو بھی آخر کارِ شب کرنا پڑا

عالمِ ہستی کو تھا مدِّ نظر کتمانِ راز
ایک شے کو دوسری شے کا سبب کرنا پڑا

شعر غیروں کے اسے مطلق نہیں آتے پسند
حضرتِ اکبر کو بالآخر طلب کرنا پڑا

تیغیں نیام میں ہیں انداز جنگ بدلا
خاموش ہیں زبانیں محفل کا رنگ بدلا

مائی کو پوت کی اب مطلق خبر نہیں ہے
انگریزوں سے مل کر انداز گنگ بدلا

مجھ سے غمِ پنہاں کا بیاں ہو نہیں سکتا
دل سینے میں ہے منہ میں زباں ہو نہیں سکتا

تم غیر کے پہلو میں ہو میں بزم میں بیٹھوں
مجھ سے تو یہ اے جانِ جہاں ہو نہیں سکتا

آنکھوں نے جو دیکھا ہے ترے حسن کا عالم
واللہ زبانوں سے بیاں ہو نہیں سکتا

معنی کی شعاعوں سے جو لکھا جاتا ہے دلبر
سچ یہ ہے وہ لفظوں میں بیاں ہو نہیں سکتا

کس طرح کلیسا میں پڑھوں سورۂ اخلاص
ظاہر ہے کہ یہ کام یہاں ہو نہیں سکتا

بہتر ہے کہ ہو صبر کی قوت میں ترقی
ان پر اثرِ آہ و فغاں ہو نہیں سکتا

اکبر تری باتیں کبھی ہوتی ہیں نہیں ختم
کیا حال ہے تیرا کہ بیاں ہو نہیں سکتا

یقیں خدا کا بتا [illegible] کیوں نہ کیا
نہ پوچھ کارِ نبی دوربیں نے کیوں نہ کیا

جو دل میں آتی ہے اس سے وہ خاموشی رکھنی [illegible]
سکوت خوب ہے لیکن تمہیں نے کیوں نہ کیا

اٹھائی مدرسے والوں نے کو زحمت و شام [illegible]
یہ کام آپ کی چین جبیں نے کیوں نہ کیا

تجھے تو ملتے ہیں افسانے عشق کے [illegible]
نہاں جمال کو اپنے انھیں سے کیوں نہ کیا

جہانِ بے بقا سے کیا لگائے دل کوئی اکبرؔ
گیا وہ آج پر حسرت جو ارماں لے کے کل آیا

اشارہ ہے یہی بادِ صبا کا
نسیم صبحگاہی وجد میں ہے

چمن اک رنگ ہے اُس کی ادا کا
عجب مطلب ہے بلبل کی صدا کا

عجیب برق بلا تھا نظارہ اُس بس کا
نسیم و گل کے تعلق پہ یہ نہیں غماز

وجود ہی نہ رہا دل میں دین کے حس کا
خدا زیادہ کرے نورِ چشمِ نرگس کا

خرد کی نقرہ جوئی سے انتشار رہا
نشانِ شوکتِ انساں بنے تو مٹ بھی گئے

ہمیشہ مجھ پہ یہ کم بخت ہوش بار رہا
خدا کا نام ہی عالم میں برقرار رہا

بانکپن دل میں عقیدوں پہ وہ جوبن نہ رہا
لان ٹینس کے لئے بن گئے شاہی گلزار

کی ترقی تو بہت پر وہ میاں پن نہ رہا
ساتھ سبزے کے ہجومِ گل و سوسن نہ رہا

راز کھل جاتا ہمارے نالۂ و فریاد کا
آسماں نے دل کی بربادی کی کچھ پروا نہ کی
اِس نگاہِ حسرت آگیں سے نہایت تنگ ہوں
مس ہوائے باغ کا ہے اب پروں کو ناگوار
میری نظروں سے گری رہتی ہے دنیا دنی

آپ سنتے ہی نہیں قصہ دلِ ناشاد کا
کھیل تھا ویران کرنا خانۂ آباد کا
ہاتھ اُٹھتا ہی نہیں مجھ پر کسی جلاد کا
اتنا خوگر ہو گیا ہوں پنجۂ صیاد کا
عرش منزل ہے یہ پہلو طبع کی اُفتاد کا

اُن کے پرچے کیلئے اکبرؔ نے کہدی یہ غزل
شکر ہے اُترا تقاضا حضرتِ آزاد کا

اب تو ہے عشقِ بتاں میں زندگانی کا مزا
ہے سبب جوشِ جنوں کا رنجِ ہجراں اے حضور

جب خدا کا سامنا ہوگا تو دیکھا جائیگا
آپ تو تشریف لائیں ہوش بھی آجائیگا

عشق بت میں کفر کا مجھ کو ادب کرنا پڑا
صبر کرنا فرقتِ محبوب میں سمجھے تھے سہل

جو برہمن نے کہا آخر وہ سب کرنا پڑا
کھل گیا اپنی سمجھ کا حال جب کرنا پڑا

یہ گہر فشانی متصل ہے فقط نتیجہ جوشِ دل
نہ ہوا میں طالبِ انجمن نہ کسی سے میں نے صلا لیا

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقین آیا
اُسے جینا نہیں آیا جسے مرنا نہیں آیا

علیگڈھ کو شرف بخشا ہے اقبالِ نصاریٰ نے
کہ جو مسلم اٹھا شوقِ ترقی میں یہیں آیا

وہ اک دن تھا۔ میاں کو عار تھا صاحب بھی بننے میں
پڑا اب سایہ مغرب تو بی بی بھی نہیں آیا

ترقی مستقل وہ ہے جو روحانی ہوا اے اکبر
اُڑا جو ذرۂ عنصر وہ پھر سوئے زمیں آیا

چھا گئی زردی چمن پر جلوۂ گل ہو چکا
جو صرصر کے دن آئے دورِ بلبل ہو چکا

واعظا تجھ کو مبارک سنبلِ تقویٰ کے پیچ
اب تو دل میرا اسیرِ دامِ کاکل ہو چکا

بحرِ عرفاں کے لئے ہے کشتیٔ دل لازمی
سود مند اس راہ میں الفاظ کا پل ہو چکا

کیا دل آگاہ سینوں میں نہیں باقی رہے
سنتے ہیں سرمایۂ اہلِ توکل ہو چکا

سانس لینے میں بھی اے اکبر کرو اب احتیاط
موقعِ فریاد و آہِ بے تامل ہو چکا

یہ جلوۂ حق سبحان اللہ یہ نورِ ہدایت کیا کہنا
جبریل بھی ہیں شیدا اُنکے یہ شانِ نبوت کیا کہنا

وہ کفر کی ظلمت دور ہوئی اور محفلِ دیں پرنور ہوئی
یہ مہرِ ہدیٰ سبحان اللہ یہ صبحِ سعادت کیا کہنا

جس دل میں ہو پرتو کرسی و عرش اس دل کی بلندی صلِّ علٰی
جس سینے میں قرآں اُترا ہو اُس سینے کی عظمت کیا کہنا

تسبیح سے دنیا گونج اٹھی تکبیر کا غل تا عرش گیا
تاثیرِ ہدایت صلِّ علٰی یہ جوشِ عبادت کیا کہنا

نغمہ ہے ترا دلکش اکبر مضموں ہے ترا پاکیزہ و تر
بلبل کے ترانے صلِّ علٰی پھولوں کی لطافت کیا کہنا

عمل اُن سے ہوا رخصت عقیدہ دل میں خلل آیا
کوئی پوچھے کہ اُن کے ہاتھ کیا نعم البدل آیا

بیاں کرتا تھا بربادی کا اک برگِ خزاں دیدہ
رہا میں باغ میں وہ دن کفِ افسوس مل آیا

محلّے میں نہ کی جب شیخ کی وقعت عزیزوں نے
تو بیچارہ کمیٹی ہی میں جاکر کود اُچھل آیا

بازارِ مغربی کی ہوا سے خدا بچائے
میں کیا مہاجنوں کا دوالا نکل گیا

کام کوئی مجھے باقی نہیں مرنے کے سوا
کچھ بھی کرنا نہیں اب کچھ بھی نہ کرنے کے سوا

حسرتوں کا بھی مری تم کبھی کرتے ہو خیال
تم کو کچھ اور بھی آتا ہے سنورنے کے سوا

موت سے ڈرتے ہیں اب پہلے یہ تعلیم نہ تھی
کچھ نہیں آتا تھا اللہ سے ڈرنے کے سوا

محوِ حیرت ہی رہی بحر میں ہر چشمِ حباب
کچھ نہ تھی ہستیِ امواج گزرنے کے سوا

میرے شکووں کو نہ پوچھیں ہیں خاموش حضور
کچھ نہ بن آئے گی واللہ مکرنے کے سوا

عشق کے فن میں ہے اکبر کا بھی درجہ عالی
عیب کچھ اسمیں نہیں ضبط نہ کرنے کے سوا

نہ باشد معتبر دل را سکون و اضطراب اینجا
غم و شادیست گردِ کاروانِ انقلاب اینجا

میاسا در ہجومِ جلوۂ دنیا کہ می بینم
سکونِ یک نفس سرمایۂ صد اضطراب اینجا

فریبِ بحر ہستی مایۂ کبر است غافل را
بہ اوجِ چرخ خواہد سر کشیدن ہر حباب اینجا

ز قرآں بے خبر منشیں و از عقبٰی مشو غافل
چہ خوش گفت اکبرِ خوشگو حساب آنجا کتاب اینجا

تو نے جسے بنایا اُس کو بگاڑ ڈالا
اے چرخ میں نے اپنی عرضی کو پھاڑ ڈالا

برباد کیا اجل نے مجھکو کیا؟ یہ کہئے
روحِ رواں نے اپنے دامن کو جھاڑ ڈالا

دستار و پیرہن گم اور جیب و کیسہ خالی
تہذیبِ مغربی نے ہمکو پچھاڑ ڈالا

[...]نیا و دیں ہوئے دنیا نے منہدم کی
طوفان نے شجر کو جڑ سے اُکھاڑ ڈالا

[...]چھا ملا نتیجہ مجھکو مراسلت کا
قاصد کو قتل کر کے نامے کو پھاڑ ڈالا

[...]یام آرہا ہے دلِ بیقرار کا
قایم ہے سلسلہ مرے اشکوں کے تار کا

[...]ایق ہوا ہے بوسۂ دامانِ یار کا
اللہ رے حوصلہ مرے مشتِ غبار کا

[...]غِ جہاں میں کوئی روش بے خلش نہیں
دوڑاؤں گل پہ ہاتھ تو کھٹکا ہے خار کا

غمِ دہر سے بچاتا ہے بشر کو مست رہنا
مجھے شاعری نہ آتی تو میں بادہ نوش ہوتا

تمھیں دیکھ سن کے فطرت نے یہ نقش کھینچے ورنہ
نہ یہ ہوتی چشمِ نرگس نہ یہ گُل کا گوش ہوتا

دل و دیں ہیں سب کے صدقے یہ وہ خود نمائیاں ہے
کوئی زندہ ہی نہ رہتا جو وہ خود فروش ہوتا

نہ اُبھارتا جو گردوں تو وہ کیوں یہ ظلم کرتے
کچھ اثر فغاں میں ہوتا تو میں کیوں خموش ہوتا

حسنِ نظامی اکبرؔ کا کلام سُن کے بولے
میں تجھے ولی سمجھتا جو تو خرقہ پوش ہوتا

[illegible] شمع سے پروانہ دور ہی اچھا
اگر ہے عشق تو قربِ حضور ہی اچھا

[illegible] مجھے اے شیخ چشمِ ساقی نے
غرورِ زہد سے مے کا سرور ہی اچھا

[illegible] ہیں قربان ایسے جلوے پر
حجاب حضرتِ موسیٰ کو طور ہی اچھا

[illegible] کے لئے کوئی مستقل مرکز
یہی ہے عقل تو دل اس سے دور ہی اچھا

[illegible] میں رہتا ہے بادۂ عرفاں
سُنا ہے میں نے کہ یہ شیشہ چور ہی اچھا

[illegible] پیمانہ رہ گیا
دنیا میں بزمِ جم کا اک افسانہ رہ گیا

[illegible] دیوانہ رہ گیا
افسوس شمع بجھ گئی پروانہ رہ گیا

[illegible] سب پیدا
مگر لازم ہے پہلے تیرے دل میں ہو طلب پیدا

[illegible] کے طالب
وہی پیدا کرے گا دن بھی کی ہے جس نے شب پیدا

[illegible] گیا تھا
خوب تھی موت سوا موت کے چارہ کیا تھا

جان اللہ نے [illegible]
ہم نے بھی دل میں یہ سمجھا کہ ہمارا کیا تھا

[illegible] وہ تماشا نکل گیا
اب گرد رہ گئی ہے یہ میلا نکل گیا

[illegible] پہچاننے والے ہی رہ گئے
روحانیت کا وہ اکھاڑا نکل گیا

[illegible] نیند آ گئی
نکلی بدن سے جان تو کانٹا نکل گیا

[illegible]
اچھا ہوا بخار تو دل کا نکل گیا

[illegible] کچھ بھی ثبات ہے آیا نکل گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
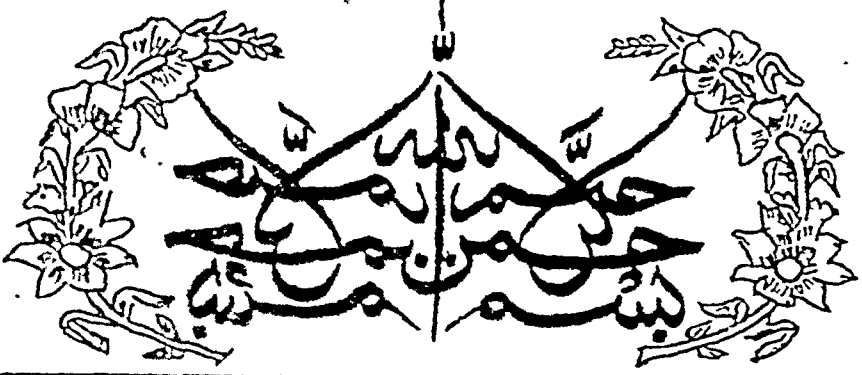
ذہن میں جو گھر گیا لاانتہا کیونکر ہوا
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

دل کو جو پہونچائے ایذا وہ نہیں ہے اہل دل
ظلم کا باعث جو ہو درد آشنا کیونکر ہوا

طالب دنیا کو اکبر کسطرح سمجھوں میں خضر
خود جو گم ہے فکر میں وہ رہنما کیونکر ہوا

وقتِ طلوع دیکھا وقتِ غروب دیکھا
اب فکرِ آخرت ہے دُنیا کو خوب دیکھا

اِسنے خدا کو مانا وہ ہو رہا بتوں کا
یا اسنے خوب سمجھا یا اُسنے خوب دیکھا

نامِ خدا کو اکثر زیبِ زباں تو پایا
عشقِ بتاں کو لیکن نقشِ قلوب دیکھا

اوروں پہ معترض تھے لیکن جو آنکھ کھولی
اپنے ہی دل کو ہم نے گنجِ عیوب دیکھا

کوئی طاقت نہیں اب آپ کی طاقت کے سوا
کچھ بچا ہی نہیں میرے لئے محبت کے سوا

ہر ادا سے میں نظر آتی ہے اک صورت یاس
شغل اب کچھ بھی نہیں فسخِ عزیمت کے سوا

اُسکو تھا ناز کہ حاصل ہے مجھے راحت و عیش
میں نے جانچا تو نہ تھا کچھ بھی وہ غفلت کے سوا

سُکھ ملا جسکو زمانے میں مبارک ہو اُسے
ہم نے تو کچھ بھی نہ پایا غم و حسرت کے سوا

مطمئن ہوکے لگاتا ہوں لحد میں بستر
اب اُٹھاتا ہے مجھے کون قیامت کے سوا

عکس دنیا کے مرقع کا پڑا آنکھوں میں
دل میں اُتری نہ کوئی شے تری صورت کے سوا

نہ یہ رنگِ طبع ہوتا نہ یہ دل میں جوش ہوتا
یہ جنوں اگر نہ ہوتا تو کہاں یہ ہوش ہوتا

انڈکس

صفحہ	مضمون

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَّاِنَّ مِنَ البَیانِ لَسِحراً

حصّہ دوم

کُلّیات اکبر الہ آبادی

معروف بہ

لِسانُ العَصر

حسب فرمائش سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

باہتمام بابو شمبھر ناتھ صاحب بھارگو

اسٹینڈرڈ پریس الہ آباد میں چھپا

سوم ایڈیشن . قیمت ۸؍ سنہ ۱۹۱۹ء

کرے وہ سزائے موت کا سزاوار ہے۔

اورنگ زیب:۔ اچھا تو لو دیکھو اس کاغذی آئینہ میں اپنے جرموں کی صورت دیکھو اور کہو کہ کیا تم نے اس شریر النفس کے کہنے سے بہن جہاں آرا کے قتل کا مشورہ نہیں ٹھہرایا۔

دارا:۔ نہیں۔

سعد اللہ:۔ ہرگز نہیں! کبھی نہیں۔

اورنگ زیب:۔ اور اس جعلی حکمنامہ پر شاہی مہر لگا کر جسونت سنگ کو میرے قتل پر آمادہ نہیں کیا۔

دارا:۔ نہیں۔!

اورنگ زیب:۔ ابا حضور کو آگرہ کی چار دیواری میں نظر بند نہیں کیا۔؟

دارا:۔ نہیں! نہیں!! نہیں!!!

اورنگ زیب:۔ اچھا تو سنو اور کان کھول کر سنو! ؎

مدت سے تم ستے کوچۂ ضلالت میں محو خواب
برسوں سوا بدی کے نہ تم سے ہوا ثواب
عصیاں سے ہے بھری ہوئی اعمال کی کتاب
اب سوچتے ہو حشر میں ہم دیں گے کیا جواب
کانوں میں آ رہی ہے فلک سے ندائے موت
ہاں سن لو میں سناتا ہوں تم کو سزائے موت

دارا:۔ کیا کہا سزائے موت۔؟

دارا

وہ ہم ہیں گر پڑے جو ترقی کے بام سے — وہ ہم ہیں آب صاف لنڈھا ہیں جو جام سے

وہ ابر ہیں جو موتیاں برسا کے رہ گئے — وہ ہم ہیں گل جو کھلتے ہی مرجھا کے رہ گئے

اورنگ زیب

کیوں ترک کر گیا تمہیں اعجاز افتخار — کیوں اٹھ گیا جہاں سے تمہارا اعتبار

کیوں اہل دین کے لیے نکلے تم سے ننگ و عار — کیوں کھو گیا وہ رتبہ و اقبال وہ وقار

کس نے تباہ کر دیا ہندوستان کو — کس نے مٹا دیا شرف و عز و شان کو

دارا۔ تو نے! او ظلم کے خوگر فتنہ پرداز فسوں ساز تو نے۔

اورنگ زیب۔ نہیں تم نے۔ تمہارے غرور تکبر نے۔ تمہاری بے رحمی نے تمہاری ناانصافی نے ۔

غیروں کے تو اظہار کئے عیب و خطا بھی — اور اپنی خبر کچھ نہیں رکھتے ہو ذرا بھی

دارا

خیر اب تو بیان کر تیرا کیا ہے ارادہ — اس وقت تو اسوا ہے اور میں ہوں پیادہ

زیبا ہے تو مجکو میں جو چاہے سزا دے — اس وقت میں یا تبہ میں ہوں کم تو ہے زیادہ

اورنگ زیب۔ خیر اگر درجہ اور رتبہ کا خیال ہے سزا اور جزا کا ملال ہے تو بتاؤ کہ جو شخص دوسرونکی جان لینے کا قصد کرے اسکو کیا سزا دینی چاہیے۔؟

دارا۔ سزائے موت ۔

اورنگ زیب۔ کیا تم اقرار کرتے ہو۔؟

دارا۔ ہاں مانتا ہوں کہ وہ شخص جو دوسرے کی جان لینے کا قصد

باب تیسرا سین چھٹا خوابگاہ جہاں آرا

مع سہیلیوں کے

ڈراپ سین نمبر ۵ ٹیبلو

باب تیسرا سین ساتواں

آخری دربار اورنگ زیب

اورنگ زیب

اے کون و مکاں کے تاج وسر پر — بادشاہانِ جہاں ہیں سب ترے در کے فقیر
ہے سہارا تو ہی اُمید و بیم کا — زیروں کا حامی ہے تو سلطان ہفت اقلیم کا

چوبدار:۔ حضور سعد اللہ خاں اور داراشکوہ شہزادی صاحبہ کی خواب گاہ میں گرفتار ہو کر آئے ہیں۔

اورنگ زیب:۔ اعظم خاں جاؤ۔ ان دونوں مردودوں کو میرے سامنے لاؤ۔

آئیے بھائی صاحب مہربان قدر دان حسن چھکے حق کا اعلان ہے

خورشید لیے زبان لب بام کون ہے — ملنے کو نگین سے ہے۔ وہ نام کون ہے
گھیرے ہوئے ہے کس کو بلا کت جہان کی — پڑتی ہے کس پہ تیر نظر آسمان کی

ڈاکٹر:۔ شاباش زندہ باش! دولت زیادہ خانہ آباد

آخری گانا

مل مل گاؤ مبارک باد۔ مب گھوٹا ہوا صاف۔ مل عیش کرو۔ دشمن ہوا ذلیل و خوار۔ چلو چلو اپنے گھر کو۔ دولت زیادہ خانہ آباد۔

کورٹ ختم شد

باب تیسرا سین پانچواں۔ راستہ

سعد اللہ خاں:۔ دیکھئے رات عمر ناپائیدار کی طرح آدھی سے زیادہ گھٹ چکی اور آسمان کی نورانی قندیل تند ہوا کے جھونکوں سے بجھ چکی ہے۔ دربار سنتری بیوفا غلاموں کی طرح پہرے پر سو گئے ہیں۔ اور تمہاری بہن جہان آرا اپنی خوابگاہ میں سو رہی ہے۔ بس یہ وقت اچھا ہے لو یہ خنجر؎

خنجر انکو کھا تھ میں چست تیز دھار ہے
ایک وار میں سمجھ لو کہ بس بیڑا پار ہے

دارا:۔ اے بے زبان منصف؎

منور ہے ترا چہرہ مکدر میرا آئینہ
تری آنکھیں ہیں بینا اور میں اسوقت نابینا

تو قبضہ میں مرے اور مجھ پر ہے غالب مرا کینہ
ادہر نوک تیری اور ادہر دشمن کا ہے سینہ

مثال برق اپنی کاٹ دکھلا سرخرو بن کر
بجھا اس کے لہو سے پیاس میری آرزو بن کر

سین ختم

نوجوان سے کرلی۔

فطرت:۔ ہیں شادی کرلی۔ بہت تیری تقدیر پر سوراخ کا ڈھٹرا یہاں بھی ٹمیں فش۔

روزنا۔ کیوں صاحب کیا ہوا۔؟

فطرت:۔ ارے ہوا کیا کمفاد سے ایک دم رنڈوا ہوگیا۔

ڈاکٹر:۔ اچھا آپ مقطع کا بند کہئے کہ اب آپ کیا چاہتے ہیں۔

عظمت:۔ اجی میں تو آپ سب صاحبان سے یہی کہتا ہے کہ یہ جو سامنے جوشیلے جوان کھڑے ہیں روز مجھکو طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے ہی کھیر ٹا کھلنے سے میری بہن نے شادی کرلی۔ آپ اتنی اتنی لمبی ڈاڑھی والے دقیانوس کے وقت کے بزرگ صورت لوگ ہیں فرمائیے کہ لڑکی کا نکاح کرنا اچھا ہوا یا برا ہوا۔؟

جمعدار، سپاہی، ڈاکٹر، عشرت:۔ بہت اچھا ہوا۔

روزنا۔ نہیں جناب بہت برا ہوا۔

عشرت، ڈاکٹر:۔ یہ کیوں۔ اس میں تمہارا کیا نقصان ہوا۔

روزنا۔ ہائے میری ایک ہی ہمشیرہ تھی وہ بھی مجھ سے جدا ہوگئی۔

ڈاکٹر:۔ نہیں نہیں میرے نوجوان بچے! میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر شادی ہوجانے کے بعد تمہارے ہاں کوئی لڑکی پیدا ہو تو تم بھی اس کے جوان ہوجانے کے بعد اس کو گھر میں مت بٹھانا۔ امیر ہو۔ غریب ہو۔ فقیر ہو۔ حقیر ہو۔ رئیس ہو۔ سائیس ہو غرض کوئی ہو نکاح ضرور کردینا۔ ورنہ میری طرح پچھتاؤ گے۔

روزنا۔ اچھا جناب! آپ کی لیکچر بازی کا میرے اس سر کی ٹوپی پہ۔ میں اس خیال کو دل سے بھلاتا ہوں۔

عنبرا:۔ خدا جانے یہ بھی کس اُلو باپ کا بیٹا ہے۔ اچھا ڈاکٹر صاحب پٹیل کا چشمہ
لگا کر دیکھو صاف توظاہر ہے کہ یہ بوڑھا اس باپ کا ہے اور یہ نوجوان
اس کا بیٹا ہے
ڈاکٹر:۔ اچھا صاحب! آپ اپنا مطلب بیان فرمائیے کیوں کہ عدالت میں جانا ضروری
ہے۔ ان ملزموں کو لے جانا منظور ہے۔
عظمت:۔ جناب سُنئے۔
روزنا۔ مہربان! چونکہ یہ ضعیف ہیں۔ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا ان کا بیان۔
میں سُناتا ہوں ساری داستان۔
فطرت:۔ ابے ہیں جیل خانہ جانا ضروری ہے کہیں بول بھی چکے شیطان۔
روزنا:۔ (بشکل جوان) سُنئے! ہم اپنے والدین کے دو بچے ہیں۔ ایک میں اور میری حقیقی
ہمشیرہ جس سے میں حد سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ جو خدا کے فضل سے اب
جوان ہے۔ میری دلی منشا تھی کہ میں عمر بھر اس کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔
کیونکہ والدین تو ہم کو کمسنی میں چھوڑ کر فوت ہو چکے تھے۔ یہ ہمارے رازدار بزرگ
صورت پڑوسی جو کھڑے ہیں۔ ان کا منشا یہ تھا۔ کہ یہ اپنی ہمشیرہ سے
محبت توڑ دے اور کہیں اس لڑکی کا رشتہ جوڑ دے۔
فطرت:۔ ارے دوست تو ایسے موقع پر مجھے کیوں نہیں یاد کیا۔؟
عشرت:۔ فطرت خاموش!
ڈاکٹر:۔ اچھا پھر کیا ہوا۔؟
ہوا کیا بس اس لڑکی نے میری دلی مراد کے مطابق اپنی شادی کیا

اورنگ زیب:۔ میں مثل مار اب تم کو ایک دم میں کچل ڈالوں گا۔
جسونت سنگھ:۔ ذرا تم دیکھنا اب جنگ میں کیا موج آئے گی۔
اورنگ زیب:۔ میری امداد کرنے کو فلک سے فوج آئے گی۔
جسونت سنگھ:۔ نہ دوں گا میں تمہیں مہلت۔
اورنگ زیب:۔ نہ دوں گا میں تمہیں فرصت۔
جسونت سنگھ:۔ جلا دوں گا مٹا دوں گا میں سر تن سے اڑا دوں گا۔
اورنگ زیب:۔ بڑے بوڑوں کا سر نیچا ہے میں تم کو دکھا دوں گا۔

سین ختم

باب تیسرا سین تیسرا قلعہ اورنگ زیب

ڈراپ سین جنگ اورنگ زیب و جسونت سنگھ

باب تیسرا سین چوتھا کوٹھی

مرزا عشرت:۔ مثل ہے کہ دو یار دونوں بیکار ایک پاگل برخوردار دوسرا عیاش نا ہنجار کمبختوں کو کتنا سمجھایا اتنا دھمکایا مگر دونوں میں سے ایک کی بھی سمجھ میں نہیں آیا ان کو خدا کی مار چوپٹ کر دیا دوکان کا کاروبار ایسے جینے سے تو موت ہزار درجے بہتر ہے اٹھا لے پروردگار اب تو جلد اٹھا لے۔

سے داراشکوہ بن کر مجھ سے پروانہ حاصل کر دا اور نہیں تو جاؤ بھائی دارا سے کہہ دو سہ

سوانگ ظاہر ہو گیا جسونت کی تحریر کا	رنگ پھیکا پڑ گیا ہے آپ کی تقریر کا
ساتھ اس کے یہ بھی کہہ دو مجھ سے لڑنے کیلئے	صرف قبضہ رہ گیا ہے میان میں شمشیر کا

جسونت سنگھ :۔ دیکھئے اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

اورنگ زیب :۔ اچھا نہیں تو بُرا بھی نہ ہوگا سہ

وہ لوگ جو اپنا ہی بھلا کر نہیں سکتے	تم کچھ بھی کسی کا بھی بُرا کر نہیں سکتے
دشمن کو کیا کرتے ہیں جو اپنی کاپیشہ	پر گوشت سے ناخون جُدا کر نہیں سکتے

جسونت سنگھ :۔ یہ آپ کا خیال خام ہے۔

اورنگ زیب :۔ تم جس کو صبح سمجھتے ہو وہ دراصل شام ہے۔

جسونت سنگھ :۔ ہر ہر قدم پر آپ کے ایک ایک دام ہے۔

اورنگ زیب :۔ پر نگہبان میرا خدائے انعام ہے۔

جسونت سنگھ :۔ خدا کیا تمہارا ہی ایک ساتھ دے گا
نہیں کیا نہ دنیا میں وہ ہاتھ دے گا

اورنگ زیب :۔ وہ سب کا خدا ہے نگہبان ہے سب کا
بدوں کو مگر بالیقین مات دے گا

جسونت سنگھ :۔ تمہارا نام لے کر جنگ میں شمشیر کھینچوں گا

اورنگ زیب :۔ قلم سے میں تمہاری موت کی تصویر کھینچوں گا

جسونت سنگھ :۔ میں دشمن بن کے نقشہ جنگ کا دم میں بدل دونگا

اورنگ زیب:- ہاں بیشک یہ قتل نامہ میرے قتل کا مدلل ثبوت ہے اور یہ بھی سچ ہے
کہ جب تک یہ فرمان شاہی تمہارے قبضہ میں تھا در حقیقت تم ولیعہد داراشکوہ
تھے مگر اب جبکہ یہ فرمان شاہی تمہارے قبضہ سے نکل کر میرے قبضہ میں
آگیا تو کیا اب بھی تم داراشکوہ ہو۔

جسونت سنگھ:- جی نہیں! ایسی حالت میں میں صرف جسونت سنگھ ہی ہوں۔

اورنگ زیب:- اگر تم جسونت سنگھ ہو تو اپنے جسونت سنگھ ہونے کا ثبوت دو

تسلیم خم کرو تو طریقہ یہ ہے خادم کا ثبوت اپنی وفا کا دو یہ شیوہ ہے ملازم کا

جسونت سنگھ:- میں نہایت ادب سے تسلیم خم کرتا ہوں۔

اورنگ زیب:- ہاں! اب کہو کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟

جسونت سنگھ:- جسونت سنگھ شاہی پروانہ کا خواستگار ہے۔

اورنگ زیب:- پروانہ، کون سا پروانہ؟

جسونت سنگھ:- وہی آپ کا قتل نامہ جو آپ نے مجھ سے لیا ہے۔

اورنگ زیب:- میں نے تم سے لیا ہے؟

جسونت سنگھ:- ہاں ہاں مجھ سے۔

اورنگ زیب:- ہرگز نہیں! میں نے یہ شاہی پروانہ تم سے نہیں لیا بلکہ ولیعہد
دارا سے لیا ہے۔

جسونت سنگھ:- ایسا کہنا سراسر دھوکہ ہے۔

اورنگ زیب:- دھوکہ پہلے تم نے دیا ہے لہٰذا تمہارے دھوکے کا جواب یہ دیا جاتا ہے
کہ جس طرح تم داراشکوہ سے جسونت سنگھ بن گئے اسی طرح اب جسونت سنگھ

نہ آدب۔ کیا وہ ہاتھ جو سلام کے لئے سر تک اُٹھ جاتا تھا اور وہ سر جو تعظیم کیلئے زمین تک جھک جاتا تھا آج وہی سر سرکشی پر آمادہ ہے اور وہی ہاتھ تلوار کے قبضہ پر نظر آتا ہے۔

جسونت سنگھ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسوقت جسونت سنگھ نہیں بلکہ ولیعہد دارا ہے ؎

ہاتھ قبضہ پہ ہے سر دیتا ہے دل فولاد کا
یہ سمجھ لو تم کہ ہے پیشہ مرا جلاد کا

اورنگ زیب:۔ کیا تم اقرار کرتے ہو کہ تم اس وقت جسونت سنگھ جسونت سنگھ نہیں بلکہ ولی عہد دارا شکوہ ہو۔

جسونت سنگھ:۔ بے شک! میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جسونت سنگھ نہیں۔ بلکہ دارا شکوہ ہوں ؎

صلح کی صورت سے ہوں میں اک محسن کی طرح
سر بلند ہوں سرکشی پر سانپ کے پھن کی طرح
میں عدوئے جاں سمجھتا ہوں تمہیں کھا کر قسم
مرد میداں کی طرح۔ بدخواہ دشمن کی طرح

اورنگ زیب:۔ میں تمہاری دشمنی کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

جسونت سنگھ:۔ آخر سبب؟

اورنگ زیب:۔ سبب یہ کہ تم زبانی جمع خرچ سے ولیعہد کا درجہ حاصل کرنا چاہتے ہو اور مجھے گیدڑ بھبکیاں دکھاتے ہو۔

جسونت سنگھ:۔ نہیں میں اپنے ولی عہد ہونے کا کافی ثبوت رکھتا ہوں۔

اورنگ زیب:۔ ہرگز نہیں تم جھوٹے ہو۔

جسونت سنگھ:۔ میں سچا ہوں۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو دیکھو یہ شاہی مہر اور تمہارا قتل نامہ

ہاں:- ٹھہرو بیٹا! اگر تو میری آنکھوں کا علاج کرانا ہی چاہتا ہے تو ایک بار میدان گ
میں اورنگ کے پاس مجھے لے چل میں اس سے صلح کی ٹھہراؤں گا۔ اور اس کی
دعا سے میری آنکھوں میں نور آجائے گا۔

دارا:- جب آپ کا یہی ارادہ ہے تو مجھے عذر کس بات کا ہے بسم اللہ آپ ابھی میدان جنگ
میں تشریف لے جائیں اور وہاں جا کر اورنگ زیب سے صلح کی ٹھہرائیں۔ ہاں
چلئے سعد اللہ خاں یہی موقع اچھا ہے۔ دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہونے دینا
اور ابا حضور کو آگرہ کے قلعہ کی چار دیواری میں بند کر دو اور یہاں سے

ں قصہ پاک کرتا ہوں اس پُر فریب کا — سر کاٹ کے لے آؤں گا اورنگ زیب کا

باب تیسرا — سین دوسرا — جنگل

اورنگ زیب:- اے عزیزو محبو جان نثارو تم اعظم خاں کی زبانی سن چکے ہو کہ ابا حضور کو
آگرہ کے قلعہ کی چار دیواری میں بند کر دیا گیا ہے اور ادھر مہاراجہ جسونت سنگھ
کافی جماعت کے ساتھ میری بے عزتی پہ اڑا ہے اور ادھر بھائی دارا اور سعد اللہ خاں
کا جوش و خروش دریا کی روانی کی طرح بڑھتا جا رہا ہے ۔

دشمن دیں کو ہے لب اب میرے سر کی آرزو — اور مجھے اللہ سے ہے فتح و ظفر کی آرزو
کھینچ لو تلواریں اپنی نام لو اللہ کا — نام دنیا سے مٹا دو دشمن بد خواہ کا

سب سپاہی:- اللہ اکبر!

چوبدار:- حضور مہاراجہ جسونت سنگھ تشریف لائے ہیں اور ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں۔

اورنگ زیب:- اچھا ان کو ساتھ عزت کے لے آؤ۔ ہیں نہ سلام نہ پیغام نہ ادب

شاہجہاں:۔ ٹھہرو، اور ناعاقبت اندیش النسا تو ٹھہرو، میری ایک آخری نصیحت سنو۔

دارا:۔ نصیحت! کیا آخری نصیحت۔؟

شاہجہاں:۔ سنا گیا ہے کہ شجاع الدولہ جو بنگال کا فرماں روا تھا۔ وہ میدان جنگ میں مارا گیا بڑی بے رحمی سے اس کا سر اتارا گیا۔

دارا:۔ اچھا ہوا دشمن جاں مارا گیا۔

شاہجہاں:۔ کیا کہا اچھا ہوا۔؟

دارا:۔ ہاں ہاں اچھا ہوا۔

شاہجہاں:۔ نہیں داراشکوہ بہت برا ہوا۔ اس کے مرنے سے اورنگ زیب کا مقصد حاصل ہو گیا۔

دارا:۔ مقصد حاصل ہو گیا۔ وہ کس طرح۔؟

شاہجہاں:۔ بیٹا! میں نے خواب میں تجھکو بہت بری حالت میں دیکھا ہے

خواب میں دیکھا ہے تجھکو راستے گور و کفن ۔ رہ رہا ہے تجھے لاشوں پر تیری کھڑے ہیں سب مرد و زن

سر الگ ہے دھڑ الگ مقتل میں تیرا تھا پڑا ۔ کھا رہے تھے چیل کوے اور گیدڑ تیرا تن

دارا:۔ اباجان! خواب کی باتوں پر اعتبار کرنا میری شان کے خلاف ہے بس میری طرف سے آپ کو بھی جواب صاف ہے

بدر ہے بخت میرا مقصد گو میرا فوت ہو ۔ ٹھن گئی ہے اب یہی بس زندگی یا موت ہو

شاہجہاں:۔ اے خدا کیا ہوا میری آنکھوں کو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

کیا کچھ بھی نہیں سجھائی دیتا۔ ارے کوئی ہے جاؤ شاہی حکیم کو بلا لاؤ۔

دم میں ہو جائیں گی مشکلیں حل آپ سے آپ
تیری قسمت کا نکلجائیگا بل آپ سے آپ

باغ میں تیرے جو چل جائے گی اسلامی ہوا
شاخ امید میں لگ جائیگا پھل آپ سے آپ

صبح گذری خیر سے اب وقت آیا شام کا
نام پیدا کر اگر بندہ ہے تو اسلام کا

جہاں آرا :-

اور میں بھی کہتی ہوں اگر تو جانشین ہے باپ کا
تو اسلام کی کر خدمت ہو پابند اسلام کا

ڈراپ

باب تیسرا سین پہلا جشن گاہ دارا

گانا سہیلیوں کا

مینو چھڈ دسم جانی تیرا دسے - دل جانا بیلیاں سے تو جائے نہ جائے نہ لیا
بانگل پکڑ لا عرج کرسیاں - چھاڑ کے نہ جائیو ساڈا تیرا دسے دل جان چکری جائیگا
جمیلی چھیلا کے میری بھی لے جائے جان تو کرکے چھاڑ کے -

دارا :- آہ آہ ! خوشی خوشی !! معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ جسونت سنگھ نے اورنگ زیب کو گرفتار کر لیا ہوگا - اس لئے ہم کو مدد کے لئے بلوایا ہے سعد اللہ خاں تم اسی وقت پچاس ہزار رہنار اجپوت اور پچیس ہزار جنگی پٹھانوں کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور دشمنوں کو سنبھلنے کی مہلت نہ دو مگر ہاں ؂

ہونے نہ پائے یہ خبر ابا حضور کو
بھیجئے پیام موت کا اس پر قصور کو

دارا:- تو کیا اس گہرے راز کو سمجھنے کی مجھ میں قابلیت نہیں ہے -؟

شاہجہاں:- راز کو سمجھنے کی قابلیت ہے مگر اس پر عمل کرنیکی قابلیت نہیں ۔

میں یہ نہیں کہتا کہ شہزادوں کی سی صورت نہیں ۔۔۔ ٹھاٹھ شاہانہ نہیں شوکت نہیں عزت نہیں
اخوت اسلام شاہانہ مذہب ملت نہیں ۔۔۔ خوبیاں سب کچھ ہیں اچھوں کی فصاحت نہیں
اس لئے علمائے دین میں کچھ تیری عزت نہیں

دارا:- کون ابا جان -؟

شاہجہاں:- اور مرد دادہر آ - بول کہ جب میں نے عنان حکومت اور مہر شاہی تیرے سپرد کی تو تو نے کیا کیا نہ ظلم کئے - اورنگ زیب جو گلبرگہ کے محاصرہ پر تھا اس کو تو نے دھوکے سے بلوایا - سعد اللہ کی رائے سے مجھے بیوقوف بنا کر اورنگ زیب پر بغاوت کا الزام نہیں لگایا - راجپوتوں کو اورنگ زیب سے متنفر نہیں بنایا -

دارا:- جی بنایا -

شاہجہاں:- تو پھر کس طرح کہتا ہے کہ میں نے فساد نہیں اٹھایا ۔
بنا کر مجھکو اندھا کھیل تو نے کھیلا جو سر کا ۔۔۔ کیا نردوں سے پیر فیصلہ تیرے مقدر کا

دارا:- ابا جان میں اپنے قصوروں کی سچے دل سے معافی چاہتا ہوں -

شاہجہاں:- خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا - اگر تو میرا ہی خون ہے اور میری زندگی میں دہلی تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے تو اپنے ارادے کو توڑ دے - اورنگ زیب سے مقابلہ کا خیال چھوڑ دے - علمائے دین کو خوشنود کر اور خدا کو اپنا معبود کر ۔

جہاں آرا:- تو ہے نا منصف جھکا گردن خدا کے سامنے۔

دارا:- اگر میں گردن نہ جھکاؤں تو کیا ہوگا؟

جہاں آرا:- کیا ہوگا! دوستو تمہیں محجوب ہوگا۔ دشمنوں میں مغلوب ہوگا، خادموں سے شکست کھائیگا۔ ملازموں سے زحمت اٹھائیگا۔

نہ دم خم رہیگا نہ یہ تیری شاہی خسارے میں ہوگا تو واہی تباہی
تو رفع کریں گے تری ٹھوکروں سے یہ نوکر یہ چاکر یہ ادنے سپاہی

دارا:- کیا کہا سپاہی۔ (شاہجہاں کا داخلہ)

شاہجہاں:- جی ہاں جناب یہ سپاہی ۔

فریب و مکر سے کیا مہر شاہی ہاتھ آئی ہے حکومت کا نشہ سر چڑھی دلمیں سمائی ہے
خصائل مشرکانہ اور اسلامی جماعت میں تمہارا نام دہریا ہے مرتد ہے قصائی ہے

دارا:- میرا نام دہریا ہے مرتد ہے قصائی ہے مگر جب میرا شاہانہ جلال اسلامی جماعت سے سوا ہے تو پھر مجھے اسلامی جماعت کی کیا پروا ہے۔

شاہجہاں:- اسکا جواب یہ ہے کہ جو شہزادہ اسلامی جماعت کی پروا نہیں کرتا وہ اسلامی تخت و تاج پر بھی کوئی حق نہیں رکھتا۔

دارا:- کیا یہ تو کہتا ہے؟

شاہجہاں:- میں نہیں اہل اسلام اور علمائے دین کہتے ہیں۔

دارا:- ہرگز نہیں! یہ آواز اہل اسلام کی نہیں ہے بلکہ فتنہ پرواز اورنگزیب کی آواز ہے

شاہجہاں:- خیر یہ آواز اورنگ زیب کی ہی سہی مگر اس آواز میں حکومت کا گہرا راز ہے۔

دارا:۔ کیا دیکھتے ہو اس بدزبان کو گولیوں کا نشانہ بنا دو۔ اس کی زبان پر قیامت کی چپ کا تالہ لگا دو۔

جہاں آرا:۔ ٹھہر و۔

گر ہوا انسان حکم ایک بیدرد کا مانو نہیں
بے گناہ پر ظلم کے بھالوں کو تم تانو نہیں

دارا:۔ کیا کہا میں ظالم ہے؟

جہاں آرا:۔ ہاں! تو ظالم ہے

مکر و فریب باپ کو شے بیٹے ایمان بتا
کیا کیا نہ ظلم تو نے سے کئے بے ایمان بتا

پتلہ شان شیطان ہو مکر و فریب کا
اب اسے شکوہ کرتا ہے اورنگ زیب کا

گر مرد ہے تو سا منا اس کا زبان سی کر
زیر اس کو علم و عقل سے تیغ و سناں سے کر

دارا:۔ او دشمن جان! اب میں تیغ و سناں سے اس کا فیصلہ کرنے سے پہلے بہت جلد تیرا فیصلہ کر دوں گا اور جب تک تیری موت کا سامان مہیا نہ کر لوں گا کبھی آرام سے نہ بیٹھوں گا۔

جہاں آرا:۔ اور میں بھی کہتی ہوں کہ تیرے ظلم اور مکاریوں کا اختتام اب عنقریب ہے اب تجھے کبھی شاہی محلوں کے مخملی گدوں پہ سونا نصیب نہ ہو گا۔

اب تدارک جلد تیرے ظلم کا ہو جائیگا
پیشتر ہی میرے تیرا فیصلہ ہو جائیگا

دارا۔ فیصلے کے پیشتر رفتار کا گفتار کا
میں دکھا دونگا تجھے دم خم میری تلوار کا

پہاڑ کی راہ سامنا تو کر نہ میری آبروئے تمدار کا
خون ہو جائیگا فوراً تجھ سے زہری نار کا

۔ تو ہے مجرم سر جھکا میری رضا کے سامنے۔

جہاں آرا:۔ پہرے گیر۔ داروغہ:۔ جی حضور۔!
جہاں آرا:۔ قیدی کو رہا کردو۔ داروغہ:۔ بہت خوب!
اعظم خاں:۔ کون شہزادی صاحبہ۔؟
جہاں آرا:۔ ہاں میرے محسن میں ہوں۔
اعظم خاں:۔ کیا آپ مجھکو سزا دینے آئی ہیں۔؟
جہاں آرا:۔ نہیں! میں تم کو رہا کرنے آئی ہوں۔
اعظم خاں:۔ تو کیا آپ کو میری بے گناہی کا ثبوت مل چکا۔؟
جہاں آرا:۔ ہاں حمیدہ بانو کی پاک دامنی سے میرا غنچۂ آرزو کھل چکا
لو یہ پستول اور نظر بچا کر نکل جاؤ۔
اعظم خاں:۔ بہت اچھا حضور اس طرف سے تو شہزادے صاحب تشریف لا رہے ہیں
جہاں آرا:۔ پرواہ نہیں آؤ اس طرف چھپ جاؤ۔
دارا:۔ ہیں! کیا قیدی فرار داروغہ۔؟
داروغہ:۔ سرکار۔!
دارا:۔ بدبخت ادہر آ اور جلد بتا کہ قیدی کو کس کے حکم سے آزاد کیا۔؟
داروغہ:۔ حضور! شہزادی صاحبہ کے حکم سے۔
دارا:۔ میں قیدی کو جانتا ہوں شہزادی کو نہیں پہچانتا۔
داروغہ:۔ اگر آپ شہزادی صاحبہ کو نہیں پہچانتے تو میں بھی آپ کو نہیں پہچانتا۔
دارا:۔ تو ملازم کس کا ہے۔؟
داروغہ:۔ جس طرح میں آپ کا ملازم ہوں اسیطرح شہزادی صاحبہ کا بھی خادم ہوں

فطرت :۔ جناب آپ نہ گھبرائیں۔ ہم دونوں زمین کی تہ میں گھس جائیں گے سمندر میں غوطہ لگائیں گے مگر پروز کو تلاش کر کے ضرور لائیں گے لیکن آدھی شادی دونوں کے ساتھ کرنی پڑے گی۔

ڈاکٹر :۔ ارے کم بختو! تمہیں دل لگی سوجھ رہی ہے اور میری بلی پلائی لڑکی ہاتھ سے جارہی ہے۔ ہائے پروز میں تجھے کہاں پاؤں۔

فطرت :۔ یاروں کے پہلو میں۔

ڈاکٹر :۔ افسوس! میں نے بڑی غلطی کی کہ جوان لڑکی کو گھر میں بٹھایا۔ جس کا یہ نتیجہ پایا۔ پچھتایا باوا بہت پچھتایا۔ اے دنیا کے انسانو! عبرت پکڑو۔ میرے واقعہ پر غور کرو۔ جو شخص بالغ ہونے پر ناکتخدا لڑکی کی شادی نہ کرائے گا۔ وہ میری طرح نتیجہ پائے گا۔

جمعدار :۔ ڈاکٹر صاحب! آپ اتنا نہ گھبرائیے۔ ہم ابھی پتہ لگاتے ہیں نعیم خاں ان دونوں بدمعاشوں کو ان کے مکان پر لے چلو اور چل کر مکان کی تلاشی لو شاید کچھ نتیجہ نکلے۔

نعیم خاں :۔ بہت خوب! چلیے۔

جمعدار :۔ ڈاکٹر صاحب آپ بھی چلیے۔

ڈاکٹر :۔ چلو بھائی۔ (سب کا جانا) (سین ختم)

باب تیسرا سین پانچواں جیل خانہ

(جہاں آرا کا داخلہ)

فطرت:۔ ہرگز نہیں! میں نے تو صرف ڈنڈا چبایا۔ پھر تو اس گنجے نے چلایا۔

جمعدار:۔ منیر خاں ان دونوں کی تلاشی لو شاید کچھ برآمد ہو۔

سپاہی منیر خاں:۔ بہت خوب! (تلاشی لینا)

حضور اس کے پاس تو صرف آدھا لیکٹ ہے۔

فطرت:۔ جی ہاں۔ آدھا تو میں نے کھا لیا۔ آدھا صبح کے ناشتہ کے لئے رکھا ہے۔

جمعدار:۔ اچھا! دوسرے کی تلاشی لو۔ (تلاشی لینا)

نعیم خاں:۔ حضور اس کے پاس سے تو کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ صرف ایک عدد سر کے بال ہیں۔

جمعدار:۔ اچھا ادہر ادہر دیکھو۔ شاید انھوں نے کہیں پھینک دیا ہو۔

نعیم خاں:۔ ادھر ادھر دیکھکر، حضور یہاں تو کسی چیز کا نشان تک نہیں۔

جمعدار:۔ اچھا تم دونوں تو ان شخصوں کو گرفتار کرو اور تم دونوں لاش کو اٹھاؤ۔

(لاش کو اٹھاتے وقت آپ چھوسے ٹکر کھانا)

سب کا کہنا:۔ ہیں! یہ مصنوعی لاش۔؟

جمعدار:۔ نعیم خاں یہ کیا واردات ہے۔؟

نعیم خاں:۔ جی ہاں! بڑے اچنبے کی بات ہے۔

ڈاکٹر:۔ ارے! پر میری روز کہاں ہے۔ روز! روز۔

لوائے:۔ حضور! مس صاحبہ کا تو شام سے پتہ نہیں ہے۔ آپ کسے پکار رہے ہیں۔

ڈاکٹر:۔ ہیں شام سے نہیں ہے۔ ارے تیرا ستیاناس جائے۔ تو نے مجھے خبر بھی نہیں کی۔ نکل جاؤ۔ ایک دم میرے مکان سے نکل جا تو اور سب نکل جاؤ۔

گنجا:۔ اس کارروائی سے تو یہ مرجائے گی۔
فطرت:۔ ابے مر کیسے جائے گی بلکہ ڈنڈا پڑتے ہی راضی ہو جائے گی۔
گنجا:۔ بس تو یہ نیک کام تیرے ہی ہاتھ سے ہونا چاہیئے۔
فطرت:۔ بس تو تیرے ہی حکم کی دیر تھی۔ یہ لیجیئے (پاس جاکر) دیکھو میاں صاحب اب بھی مان جاؤ۔ اپنی بے مروتی سے باز آؤ اور ہم کو اپنے پہلو میں بٹھاؤ ۔۔۔۔۔۔۔ ہیں کچھ دہی گونگی۔
گنجا:۔ ابے کیا سوچتا ہے ڈنڈا جما بھائی۔
فطرت:۔ اچھا تو لے میرے بھائی۔
(فطرت کا ڈنڈا جمانا عظمت جو تپلی کے سر ایک ٹپاخہ رکھے گیا تھا اس میں سے آواز کا ہونا۔ ایک طرف سے پولیس کا نکلنا ایک طرف سے ڈاکٹر کا آنا)
لوائے وڈاکٹر۔ ہیں یہ دھڑا کا کیسا۔
جمعدار:۔ ہیں یہ آوازہ کیسا۔
فطرت:۔ بھاگو بیٹا عبدالرحمٰن یہ تو پورا ہو گیا طوفان۔
جمعدار:۔ یہ بے وقت فیر کس نے چلایا۔ منیر خاں دیکھو یہ دونوں شخص کوئی بدمعاش ہیں۔ بس ان ہی کو کرلو گرفتار
فطرت:۔ یا پیر الکاس۔ گنجا:۔ عشق نے کردیا ستیاناس۔
ڈاکٹر:۔ ہیں یہ کیا روز کی لاش۔ ہائے میں لٹ گیا میں برباد ہو گیا یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں خدایا۔ جمعدار صاحب پکڑو ان ہی بدمعاشوں کو۔ انھیں دونوں نے میری بیٹی کو ٹھکانے لگایا۔

غیبی آواز:۔ نہیں نہیں میرا کرایہ چھکاؤ۔
ڈاکٹر:۔ (اندر سے) ویل! تم ایک دم نکل جاؤ۔
گاڑی والا:۔ نکل جاؤ کہاں نکل جاؤ یہ غصّہ اپنے نوکروں کو دکھاؤ۔ لاؤ! لاؤ! کرایہ لاؤ۔
ڈاکٹر:۔ (اندر سے) کرایہ لو اور جہنم میں جاؤ۔ (گانا)

مارو اس موذی کو نہ چھوڑو جیتا اس آن
ورنہ یہ مچائے گا شیطان طوفان چل اوکیدی خرنہ ڈربیخطر
چل چل مکار ناہنجار

گنجا:۔ بیٹا فطرت! محبت کے پردے میں قضا آگئی جلد کہیں چھپ جاؤ۔
فطرت:۔ بے شک چھپ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ڈاکٹر کا ہورا فارم سنگھا کر دل کی بیماری کا انجکشن کر دے۔
ڈاکٹر:۔ بدمعاش! اگر میرا بس چلے تو کمبختوں کو پولیس میں بھجوا دوں۔ گاڑی والے راستہ سے بے راستہ لے جاتے ہیں اور اوپر سے ڈبل کرایہ لینے کی ڈانٹ بتاتے ہیں بوائے بوائے یہ بوائے کمبخت کدھر گیا۔ (جانا اندر)
گنجا:۔ یار فطرت! شکر ہے یہ وبال تو سر سے ٹلا مگر اب یہ تو بتاؤ کہ شعر کہتے کہتے تو اپنی زبان تھک گئی مگر یہ ٹس سے مس بھی نہیں ہوئی۔ اب کیا تدبیر عمل میں لانا چاہیئے
فطرت:۔ بس خوشامد ہو چکی۔ اب چماڑ کے دیو کو جوتی کی پوجا چاہیئے اس نے ہم دونوں کو بہت ستایا ہے بہت جلایا ہے اس کی کھوپڑی پر ایک ڈنڈا جمانا چاہیئے جب راہ راست پہ آئے گی۔

گنجا:۔ بس تو آج مراد پوری ہونے والی ہے۔
فطرت:۔ پھر کیا دیر ہے۔ کھیلو کبڈی۔
گنجا:۔ بس بھائی تو ہی آگے جا۔ بندہ تو ہے اس کام میں پھسڈی سا۔
فطرت:۔ اچھا تو ہٹ جا ہٹ جا۔ بالکل ہی پیر نا چاری بس اس وقت تو ہی رکھ عزت ہماری
(مخاطب ہو کر) اے دلبروں کی جان نگینے کی سی کنوری پیلائی کیسے کان۔ ذرا آنکھ سے آنکھ تو ملاؤ اس آن۔
یہ تمہارا عاشق نادان درد جگر سے ہے پریشان۔ میرے درد جگر کی خبر ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔
ہیں اس قدر خاموشی لو بھائی ختم ہوئی ڈیوٹی ہماری اب ہے باری تمہاری۔

گنجا:۔ آپ کو ہم سے محبت ہو گئی — حضرت دل کی عنایت ہو گئی
فطرت:۔ دل میں آتا ہے یہ رہ رہ کر خیال — ہائے تم سے کیوں محبت ہو گئی
گنجا:۔ پوچھتے کیا ہو طلبگار ہیں کنگلے تیرے — جان سے جی سے خریدار ہیں کنگلے تیرے
فطرت:۔ یہ بتا دیں ہمیں کیا یاد کرو گے گنجے — طالب بوسہ رخسار ہیں کنگلے تیرے
گنجا:۔ واہ تم نے انہیں چھاتی سے لگا رکھا ہے — جن آنکھوں نے مرے دل کو چرا رکھا ہے
فطرت:۔ دیکھیے او گنجے شیطان۔ اب مجھے دل کی بھڑاس نکال لینے دے سننے جاؤ یہ ۔

آپ کی فرقت میں بندہ رات بھر سویا نہیں — لیکن اتنی بات تھی گا تار ہا رویا نہیں
میرے درد جگر کی خبر ہی نہیں۔۔۔۔۔ — ڈبل روٹی نکال کر م۔
لو قربان ساری شوخی سے ناشتہ — لیجیے میں نے تو منہ بھی ابھی دھویا نہیں

سب کو حیکرم بنایا۔

روزا:۔ ہیں تو کیا چپل کے لباس میں تم تھے۔؟

عظمت:۔ اور نہیں تو کون تھا۔ خیر پیاری اب تم کو میرے ساتھ جلد ہو جانا چاہیئے

ذرا ۔ ڈاکٹر آجائے تو بنا بنایا کام بگڑ جائے۔

روزا۔ پیارے! اس طرح تو سخت بدنامی ہے۔

عظمت:۔ نہیں نہیں بدنامی نہیں نیک نامی ہے۔ لو پہنو یہ مردانہ لباس یہ

ڈاڑھی اور مونچھیں۔

روزا۔ تو کیا مجھے مرد بننا پڑے گا۔؟

عظمت:۔ زنانہ کو مردانہ اور مردانہ کو زنانہ بھیس میں بنانا تو ہے میرا کام۔

غائب گچھو:۔ اوہو! آج معلوم ہوا کہ بی بھجڑی کی کڑاھائی آپ ہی لوگوں کو کھلایا کرتی

ہیں۔ (صندوق کھولنا)

عظمت:۔ دوست! تمہاری ڈیوٹی بھی ختم ہوئی۔ اب تم بھی بے قصور کی سُولی پر سے

اُتر پڑو اور اس پتلہ کو اپنی جگہ نسب کرو۔

روزا۔ ہیں! یہ تو بالکل میری تصویر ہے۔

عظمت:۔ ہاں! یہ تمہاری ہی شبیہ بے نظیر ہے... چلو جلدی کرو۔

(پتلہ کو میز پر بٹھا کر چلے جانا) (آنا فطرت و گنجے کا

فطرت:۔ میرے درد جگر کی خبر ....

گنجا:۔ یار فطرت۔ آج میدان تو خالی ہے۔

فطرت:۔ بے شک نہ کوئی لونڈا ہے نہ موالی ہے۔

(عظمت ملباس مرزا عشرت) آپنے جو راستہ میں مجھے سارا حال سنایا وہ اچھی طرح میری سمجھ میں آیا۔ بڑے نالائق! بڑے بدخصلت مجھے آپ سے شرمندہ کرایا۔ اجی آپ تو درکنار مہربان۔ میں بھی ہوں تقریباً ایک ماہ سے پریشان۔ آپ اطمینان فرمایئے۔ ایک کو نہیں دونوں کو معقول سزا دوں گا۔ بلکہ گھر سے ہی نکال دوں گا۔

ڈاکٹر:۔ تھینک یو۔ تھینک یو۔

عظمت:۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔

ڈاکٹر:۔ گڈبائی۔ پیاری روز میں ایک مریض کو دیکھ کر ابھی واپس آتا ہوں۔

روز:۔ توبہ۔ توبہ۔ خدا جانے والد کے دل میں یہ کیا سمائی کہ کسی کو سائی کسی کو بدھائی جب میں جوان ہوں شادی کے قابل ہوں تو پھر کیوں نہیں کر دیتے میری دہائی۔

گانا روز کا

آئی عشرت کی گھڑیاں کرو رنگ رلیاں ہر دم ہر پل ہو شادماں خنداں
اے جاناں میں بھی ہوں تیرا دلبر دل سے جاں سے خریدار

(عظمت کا مع صندوق کے اور دو مزدوروں کے آنا)

عظمت:۔ چلو چلو یہ صندوق یہیں رکھ دو۔

روز:۔ پیارے عظمت بڑا غضب ہوا۔ بڑا ستم ہوا۔

عظمت:۔ کیوں کیوں کچھ خیر تو ہے۔

روز:۔ اجی خیر ہے یا خدا کا قہر ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے فادر کے ہمراہ تمہارے چچا آئے اور یہاں آنکر بڑے فضیحتے کر گئے۔

عظمت:۔ پیاری روز تم بہت نادان ہو۔ نہ کوئی چچا آیا نہ بھتیجا آیا۔ وہ تو یاروں نے آتے

خدا والا معاملہ کہہ سنائیں گے۔ کچھ اس کا بھی تم کو خیال ہے۔

عظمت:۔ ہاں خیال ہے۔ ابھی چچا کے پاس تو وہ تب جائیں گے جب مرزا عظمت کے اڑنگے سے نکل جائیں گے تم بھی اپنے کیل کانٹے سے رہنا ہوشیار۔

روز:۔ اچھا جاؤ جلدی آنا دیر نہ لگانا۔

عظمت:۔ بھائی غچو! تمام کام ہوشیاری سے کرنا ذرا ست ڈرنا میں ابھی واپس آتا ہوں (جانا)

عابد غچو:۔ میرا فکر نہ کرو۔ تم جاؤ اپنا کام کرو۔

فطرت:۔ میرے درد جگر کی خبر ہی نہیں۔

روز:۔ او مائی گوڈ۔ ہو یز کرائنگ۔ یہ کون چلا رہا ہے۔؟

عابد غچو:۔ یہ بھیا ہے ایک پنچھی شکاری آپ اندر چلیے۔ (عابد اور روز کا گنج جانا)

فطرت معہ کنجہ کے) میرے درد جگر کی خبر ہی نہیں۔

کھچڑو (گنجا) ابے تیرے درد جگر کی ایسی کی تیسی۔ تیرے ہی درد جگر نے مجھے خوب پٹوایا ورنہ معشوق میرا ہو چکا تھا۔

فطرت:۔ ابے چل چل معشوقہ کا بچہ۔ معشوق تیرے باپ کے بھی ہوا تھا۔

(روز کا جھک کر معاملہ سننا عظمت کا اپنے چچا کے لباس میں ڈاکٹر کے ہمراہ آنا)

ڈاکٹر:۔ عظمت سے) ہاں! شفاخانہ تبدیل ہونیکے بعد میں آپ ہی کے مکان پر جا رہا تھا یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ آپ سے راستہ ہی میں ملاقات ہو گئی۔

فطرت:۔ ابے کھچڑو یہ تو آ گئے میرے ابا جان۔

کھچڑو:۔ ابے تو جلد ہو یہاں سے دفعان۔ اگر دیکھ لیا تو میری طرح کھوپڑی ہو جائیگی صفا چٹ میدان۔ (ماند میں چھپ جانا)

روزنا۔ (اسٹیچو کو دیکھنا)
یا خدا یہ میری آنکھیں کیا دکھا رہی ہیں۔ اہا! کیا میرا پیا اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہے۔ اہا!
پیارے عظمت تم آگئے اور مجھے خبر بھی نہیں کی ۔۔۔۔۔ جواب ندارد۔
کچھ منھ سے تو بولو۔ دیکھو دیکھو زیادہ نہ ترساؤ۔ آؤ آؤ میرے گلے سے لگ جاؤ
عظمت۔ ہیں مگلے لگ جاؤ۔ پیاری روزنہ کیا فرما رہی ہو میرا دوست کیسے گلے لگا رہی ہیں
روزنا۔ یا خدا! یہ کیا راز، ایک صورت ایک انداز کیا تم میرے عظمت ہو۔ نہیں نہیں
کیا تم میرے عظمت ہو۔؟
عظمت۔ پیاری روزنا! ہوش میں آؤ۔ نہ گھبراؤ۔ میں تمہارا عظمت ہوں غور فرماؤ۔
روزنا۔ اچھا فرض کیجئے کہ آپ عظمت ہیں مگر یہ کون بدمعاش گھر میں گھس آیا ہے
جس نے آپ جیسا روپ بنایا ہے۔ میں تو اس سے خدا جانے کیا کیا
شرمناک گفتگو کر چکی۔
عظمت۔ نہیں نہیں پیاری اس کا کچھ ہرج نہیں ہے یہ نہ کوئی چور ہے نہ بدمعاش
ہے یہ میرا دلی دوست بچو ہے جو اس روز شادی کی درخواست لیکر آیا تھا۔
جس کو تمہارے باپ نے لڑکایا تھا۔
روزنا۔ اچھا! یہ معاملہ یوں ہے۔ میں اپنی زندگی سے ہوگئی ہوں سخت بیزار اب یہ کہو
کہ آئندہ کے لئے تمنے کیا کیا ہے سوچ بچار۔
عظمت۔ پیاری روزنہ گھبراؤ۔ ابھی بائیسکوپ کے نئے نئے فلم دیکھنے جاؤ۔
روزنا۔ ہاں خوب یاد آیا۔ ساڑھے گیارہ بج چکے۔ اب شفاخانہ کے بند ہونے کا
تمہارے چچا کے پاس میرے فادر جائیں گے۔ اور

جسونت سنگھ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو بادشاہ کاروبار سلطنت سے بالکل بے خبر اور لاپرواہ ہے اس کا خاندان ایک روز یوں ہی تباہ و برباد ہوتا ہے اس لئے آپ جائیے اور بادشاہ سلامت کو میری طرف سے بعد آداب کے گوش گذار کر دیجئے کہ حضور ؎

آپ ہیں غفلت میں غفلت آپ پر اسوار ہے — ہار ہیں ہیں آپ۔ اور ذلت گلے کا ہار ہے
جاگئے کچھ اب بھی اور کچھ قدر قیمت کیجئے — جسکے کل پرزے ہوں ڈھیلے وہ گھڑی بیکار ہے

باب دوسرا — سین چوتھا — مکان ڈاکٹر

گانا گومتی آروڑ کا

مٹا کر ہی رہے گی حسرت دل ہائے تو مجھکو — ادھر فرقت کے صدمے ہیں ادھر رشک عدو مجھکو

یا خدا کیا کروں کہاں جاؤں کس کو اپنا حال دل سناؤں۔ یہ قادر کے دل میں کیا بات سمائی کہ پیارے عظمت کی شادی کی درخواست سنکر چپ رہتا جاتی ہے۔ (رجا کا تماشا دیکھ کر) ۔ (ٹیلیا سے بٹلر) افسوس بیچاری کیسی عشق میں چکنا چور ہے مگر کیا کرے اپنے باپ سے مجبور ہے۔ بس میں تو یہی کہوں گا کہ یہ عورت وفاداری کے امتحان میں نمبر اول پاس ہے اب بندہ کی سنئے کہ بندہ عظمت کا دوست خاص ہے اور سچا دوست وہی ہے جو وقت پر کام آوے۔ اس لئے عظمت نے مجھ پر بھروسہ کر کے یہ کام میرے سپرد کیا ہے کہ بجائے عظمت کے میں خود بٹلر بن جاؤں۔ سارے مارے گھر کو الو بناؤں۔ ارے سامنے سے کوئی آتا ہے۔ بیٹا بجو اپنا کام شروع کرو۔ (میز پر آ بیٹھ جانا)

جو دانا ہیں شہنشاہ صلح کی تحریر کے ٹکڑے — بنا کر ڈھال جمع کرتے ہیں تدبیر کے ٹکڑے
لڑائی میں جو عجلت کرتے ہیں اکثر یہ دیکھا ہے — قلم ہاتھ ان کے اور ہو جاتے ہیں شمشیر کے ٹکڑے
دارا:۔ جنگ میں نقشہ مقدر کا بدل جاتا ہے — کچھ نہ کچھ ارمان تو نکل جاتا ہے

جسونت سنگھ:۔
جھوٹی امید پہ انسان جو مچل جاتا ہے — داؤ جاتا وہیں ہر وقت جو چل جاتا ہے
رزم گاہ مٹی ہے چکنی یہ خبر ہے کس کو — پاؤں گڑ جاتا ہے یا پاؤں پھسل جاتا ہے

دارا:۔ بازو پہ اپنے بھروسہ رکھنا ہے مردوں کا کام۔
جسونت سنگھ:۔ بھائی سے بھائی کا لڑنا ہے یہ بیدردوں کا کام۔
دارا:۔ بھائی ہو یا باپ جب الفت نہیں تو کچھ نہیں۔
جسونت سنگھ:۔ تخت ہو یا تاج جب عزت نہیں تو کچھ نہیں۔

دارا:۔ عزت و توقیر کا جھگڑا یہاں بیکار ہے — سامنے دشمن ہے دشمن بر سرِ پیکار ہے
لشکر و تیغ و سپر سے کر دو تم پسپا اسے — خیر خواہوں کا یہی شیوہ یہی اطوار ہے
جسونت سنگھ:۔ ہے سرِ تسلیم خم جب مرضیٔ سرکار ہے — گفتگو کا اب نہ موقع اور نہ کچھ اصرار ہے
جب مصمم قتل و خون کا ہے ارادہ آپ کا — غم نہیں پروانۂ شاہی مجھے درکار ہے

سعد اللہ:۔ تیار ہے تیار ہے۔ تیار ہے۔
جہاں آرا:۔ ٹھہرو! یہ حکم نامہ جعلی ہے۔ اس پر عمل کرنا بیکار ہے۔
جسونت سنگھ:۔ شہزادی صاحبہ! یہ حکم نامہ جعلی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس پر بادشاہ سلامت کی شاہی مہر موجود ہے۔
جہاں آرا:۔ میں پھر کہتی ہوں کہ بادشاہ سلامت کو ان مکاروں کی کارروائی کی بالکل خبر نہیں۔

جسونت سنگھ۔ فرمائیے! کیوں یاد فرمایا ہے۔؟
دارا۔ آہ کون! مہاراجسونت سنگھ۔ بادشاہ بجیر آؤ۔ میرے دوست مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔
جسونت سنگھ۔ فرمائیے! کیا حکم ہے۔؟
دارا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ اورنگ زیب نے گجرات تک پہنچکر نربدا کی داہنی طرف قیام کیا ہے اور مرزا مراد کو دارالسلطنت دہلی پر حملہ کرنے کے لئے ابھار رہا ہے لہذا میں حکم دیتا ہوں کہ آپ اسی وقت اپنی باقاعدہ پچیس ہزار فوج کے ساتھ جلد روانہ ہو جائیے۔ اور اس کی روک تھام فرمائیے۔
جسونت سنگھ۔ کیا فرمایا صرف روک تھام۔؟
دارا۔ نہیں روک تھام کے ساتھ اس کی گوشمالی۔
جسونت سنگھ۔ گوشمالی تقریر سے یا شمشیر سے۔
دارا۔ سامنا تقریر سے اور فیصلہ شمشیر سے۔
جسونت سنگھ۔ میں نہایت ادب سے التجا کرتا ہوں کہ حضور کشت وخون کیلئے ذرا سوچ سمجھ کر حکم دیں کیونکہ ؎

بھلا یہ اچھا نہیں ہے خنجر و شمشیر کا ۔۔۔ جان لیکر چھوڑتا ہے جنگ میں پھل تیر کا
فیصلہ اکثر بہادر کرتے ہیں تحریر سے ۔۔۔ دشمن بے پیر کی تحریر کا تقدیر کا

دارا۔ جی نہیں! ؎

جس کا سر اونچا ہے جھوٹی منطق تقریر سے ۔۔۔ زیر ہو سکتا نہیں مغرورده تحریر سے
سامنا تن کر جو دشمن کرتا ہے میدان میں ۔۔۔ فیصلہ اس کا بہادر کرتے ہیں شمشیر سے

جسونت سنگھ۔ میرے حضور ؎

بلکہ ہمیشہ کھٹاتا رہوں گا ؎

گر پڑوں گا ہتی پر سری نزلہ کی طرح ٹھوکریں کھلواؤں گا در در کی اندھے کی طرح

جہاں آرا۔ تو مجھے کیا ٹھوکریں کھلوائیگا انجام سوچ خاک میں ملجائیگا تو ایک ذرہ کی طرح

دارا:۔ مگر دیکھنا کہ تیرا انجام کیا ہوتا ہے۔

جہاں آرا:۔ کیا تیرا کہا میرا ؎

پائے اچھے پھل کرے جو کام نیک کام کا اس کو ملے انجام نیک

گر نہیں مانیگا تو کہنا میرا گدھ اور گیدڑ کھائیں گے لاشہ تیرا

دارا:۔ سعد اللہ خاں تم اس خط کو دیکھ چکے اور جہاں آرا کی تقریر سن چکے۔

سعد اللہ۔ جی ہاں حضور سن چکا۔

دارا:۔ اب کہو کہ یہ راز ابا حضور سے کیونکر چھپائیں اور اورنگ زیب کو کس طرح نیچا دکھائیں۔

سعد اللہ:۔ حضور راجہ! اورنگ زیب ہماری خفیہ کارروائی سے آگاہ ہو چکا ہے تو یقین ہے کہ وہ کابل پر چڑھائی نہ کریگا۔ بلکہ مرزا مراد کو ابھار کر دار السلطنت دہلی پر چڑھائی کریگا اس لئے مصلحت یہی ہے کہ آپ مہاراجہ جسونت سنگھ کو بلوا کر انہیں باقاعدہ افواج کے ساتھ اس کی روک تھام فرمائیں۔

دارا:۔ خوب رائے دی۔ اچھا جاؤ۔ سب سے پہلے ایک حکم نامہ پر شاہی مہر لگا کر بہت جلد جسونت سنگھ کے نام لکھ لاؤ۔ بس دیر نہ لگاؤ۔ ارے کوئی ہے۔؟

سپاہی:۔ جی حضور!

دارا:۔ بہت جلد جا اور مہاراجہ جسونت سنگھ کو بلا لا۔

(سپاہی کا جانا اور ہمراہ جسونت سنگھ کو لانا)

جہاں آرا:۔ نادان بھائی! میں دیکھ رہی ہوں کہ جس طرح ایک شیرخوار بچہ اپنے ماں باپ کے سامنے کوئی بھی عیب نہیں چھپا سکتا ہے اسی طرح تو بھی اپنی جہالت کے بل بوتے پر اترا رہا ہے اور اورنگ زیب تیری تمام خفیہ کارروائیوں سے آگاہ ہو چکا ہے ؎

ریاکاری سے تیرے مہر شاہی ہاتھ آئی ہے
حکومت کے نشہ میں موت تیرے سر پہ چھائی ہے

دارا:۔ بیوقوف! میں نے اُس کو ایسی جگہ بھیجا ہے کہ وہ پھر لوٹ کر نہیں آ سکتا۔

جہاں آرا:۔ نہیں آ سکتا۔؟ اچھا یہ خط تو پڑھیئے۔

دارا:۔ ہیں! یہ تو وہی خط ہے جو میں نے امیر کابل کے پاس بھیجا تھا او خدا کیا میرا سفیر بھی اورنگ زیب کا طرفدار ہو گیا۔

جہاں آرا:۔ طرفدار کیسا۔ وہ تو موت کا شکار ہو گیا فی النار ہو گیا۔

دارا:۔ میں سمجھا۔ اس لئے کہ تو اورنگ زیب کی طرفدار بن گئی۔

جہاں آرا:۔ طرفدار کیوں نہ بنوں کیا میں اس کی ہمشیرہ نہیں۔

دارا:۔ تو اس کی ہمشیرہ ہے۔ میں تیرا برادر نہیں۔

جہاں آرا:۔ ہرگز نہیں۔ تو اس کے برابر ہو نہیں سکتا۔ تو میرا برادر ہو نہیں سکتا۔

دارا:۔ آخر سبب۔؟

جہاں آرا ؎

وہ مسلمان ہے اسلام کا ہے شیدائی
اس لئے فخر ہے مجھکو کہ ہے میرا بھائی
تجھ کو کس منہ سے کہوں میں کہ برادر ہے میرا
نہ تو ہندو نہ مسلمان نہ ہے عیسائی

دارا:۔ بس بس زبان بند کر زیادہ نہ بک۔

جہاں آرا:۔ تو بھی میرے سامنے سے دور ہو میری آنکھوں میں تنکے کی طرح نہ کھٹک

دارا:۔ جب میں تیری آنکھوں میں تنکے کی طرح کھٹک چکا تو آسانی سے نہ نکلوں گا۔

ہے خدا ہی نگہباں اسکے جسم و جان کا — بال بیکا ہو نہیں سکتا اعظم خان کا

دارا۔ کیا کہا بال بیکا ہو نہیں سکتا اعظم خاں کا۔؟

جہاں آرا۔ ہاں ہاں! بال بیکا ہو نہیں سکتا اعظم خاں کا۔

دارا۔ آخر یہ کیا انقلاب! کیا اُلٹا حساب۔

جہاں آرا۔ یہ انقلاب نہیں سچائی کا آغاز ہے ۔

دفتر میں زندگی کے اکثر حساب اُلٹا — گر صبح کو ہے سیدھا تو شام کو ہے اُلٹا

دارا۔ میری پیاری بہن تجھے کیا ہو گیا ہے میری حسن میدان خالی ہے اعظم خاں تن تنہا ہے۔ اورنگ زیب موت کی سند لے کر بلخ کی لڑائی کو گیا ہے دشمن سے بدلہ لینے کا اچھا موقع ہے ۔

وہ واپس آ نہیں سکتا ہے میرا دشمن جانی — مقدر میں ہے اورنگ زیب کے اب خانہ ویرانی
نہ دے مہلت تو اعظم خاں کی بس چھوڑا کہیں — نہ کر کچھ خوف ہے قبضہ میں میرے مہر سلطانی

جہاں آرا ۔

یہ مانا میں نے ہے قبضہ میں تیرے مہر سلطانی — بجا قسمت میں اورنگ زیب کے ہے خانہ ویرانی
مگر بتلا مجھے خلق کو دکھلا کے سحر اچھا — بلائے گا کہاں تک تو ملا کر دودھ میں پانی

دارا۔ اچھا بہن! میں دیکھا ہوں اور جب تک میرے قبضہ میں مہر سلطانی ہے میں حکومت کے زور سے پانی کو دودھ اور دودھ کو پانی کر دکھاؤں گا۔ اور اپنے دشمنوں کو ضرور رلاؤں گا ۔

جو میرے حکم کی تعمیل میں غفلت دکھائیگا — وہ زنبور آب کے پہچان کی مہلت نہ پائیگا
ہوا میں سانس نافرمانوں کو لینے نہ دونگا میں — وہ دم بھر کی ہوس میں زندگی کی فرصت نہ پائیگا

جہاں آرا:- کیا کہا میں کچھ نہیں کر سکتی ؟ آخر وہ کیا بات ہے میں قسم کھاتی ہوں کہ
جب تک تیرا دکھ دور نہ کروں گی کبھی بستر راحت پر آرام نہیں کروں گی۔
حمیدہ بانو:- بانو صاحبہ! مجھے دولت نہیں چاہئے دنیا کی حکومت نہیں چاہئے صرف
اپنے قصور کی تلافی اور اعظم خان کے گناہوں کی معافی۔
جہاں آرا:- کیوں! وہ تیرا کون ہے۔ تیرا سگا یا برادر۔؟
حمیدہ بانو:- جی نہیں! میرا منگیتر۔
جہاں آرا:- کیا کہا منگیتر۔؟
حمیدہ بانو:- جی ہاں۔!
جہاں آرا:- مگر تو جانتی ہے کہ اس نے کیا قصور کیا ہے۔؟
حمیدہ بانو:- حضور! میں صرف یہ جانتی ہوں کہ وہ بے گناہ ہے۔
جہاں آرا:- اور گنہگار۔؟ حمیدہ بانو:- اصل میں یہ خادمہ
جہاں آرا:- کیا وہ باغ میں تیری اجازت سے آیا تھا۔؟
حمیدہ بانو:- جی ہاں! اس وفادار جاں نثار کو سانپ کا کھیل کھیلنے کیلئے میں نے ہی بلایا تھا
جہاں آرا:- اری نادان! تو نے یہ راز اب تک کیوں چھپایا اور مجھ کو بیوقوف
کیوں بنایا۔؟ ؎
تو اگر آگاہ کر دیتی مجھے اس راز سے میں رہا کر دیتی اس کو رحم کی آواز سے
خیر اب غم نہ کر میں وعدہ کر چکی ہوں اور قسم کھا چکی ہوں تو میں اس کو ضرور
بچاؤں گی۔ گو اس کام میں میری جان کا اندیشہ ہے۔
مگر پرواہ نہیں ؎

باب دوسرا سین تیسرا خوابگاہ جہاں آرا

سہیلیاں (گاتا سہیلیوں کا) حمیدہ بانو

پیاری ہم واری جیا نہ جلاؤ۔ ہم بلہاری دل نہ دکھاؤ دھیر دھیر و غم کھاؤ۔
دھیر من کیسے پاپ رے۔ جان بن جان بھی جائے یہ غم دشمن بھی نہ پائے رے
اگن برہا کی جلائے رے۔ پیاری تیرے سب دکھ ٹالے مولا۔ پیاری ہم واری
جیا نہ جلاؤ۔

سہیلی نمبر ۱:۔ صبر کر پیاری حمیدہ بانو صبر کر ؎

صبر اچھی چیز ہے صابر کو ملتا ہے ثمر | تو ہے عاقل، صابرہ بن، آہ و واویلا نہ کر

حمیدہ بانو:۔ پیاری بہنو! میں کس طرح صبر کروں دل پر جبر کروں ؎

صدمۂ غضب کا دل پہ ہے کیا کروں میں صبر | صدمہ بھی جب ہے جبر شکن کیا کروں میں صبر
جوانی کا پھول جب نہیں الفت کے باغ میں | ہے خوار زندگی کا چمن کیا کروں میں صبر

جہاں آرا:۔ ہیں! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں ؎

رو رہی ہیں سب کی سب مجھ کو خبر کچھ بھی نہیں | ان کی آہوں کا مرے دل پر اثر کچھ بھی نہیں
میری پیاری حمیدہ ؎ | تو سوگوار کس کی ہے۔ ماتم یہ کس کا ہے
| مجھ کو بتا دے دل میں ترے غم یہ کس

حمیدہ بانو:۔ بانو صاحبہ ؎

مت پوچھو میرا حال مجھے رونے دیجئے | صدموں میں میرے آپ کچھ حصہ نہ لیجئے
ایسی مریض ہوں کہ میں اب بچ نہیں سکتی | میرے مرض کی آپ کوئی دوا کر نہیں سکتی

جانا۔ بیٹا یہ سب کچھ میں نے جانا۔

عظمت :۔ ڈیر روز! بہتر ہے کہ اس موم کے کھلونے کو روپے کی آنچ سے پگھلاؤں میں اپنے سیونگ بینک میں سے روپیہ نکالتا ہوں تم اندر سے لاؤ۔ بھائی بھائی!

لوائے :۔ کیا ہے بے فضائی۔ کیا پھر ڈنڈا جمانے کی ٹھہرائی۔؟

عظمت :۔ بھائی اسوقت ہماری عزت و آبرو کا تو ہی مختار ہے۔ ہماری عزت بچانا تیرے اختیار ہے۔ لے یہ پان کھانے کا نذرانہ۔

روز :۔ دیکھو لوائے! میں ہمیشہ تمہاری عیوض فادر سے لڑتی جھگڑتی رہی مگر کسی موقعہ پر تم تک آنچ نہ آنے دی۔ تمہاری نمک حلالی اسی میں ہے کہ اس راز کو ہمیشہ کیلئے دل کے صندوق میں ہی بند رکھو اور اس کے صلہ میں اس قیمتی ہار کو اپنی پاکٹ میں رکھو۔

لوائے :۔ کیوں بھائی لے لوں ..... ہاں لالچ بھی کیا بری بلا ہوتی ہے انکار کرتا ہوں تو رقم ہاتھ سے جاتی ہے کیا کروں اس رقم کو دیکھکر تو طبیعت پھسلی جاتی ہے خیر جی بلنے دو اپنا کام ہمیں تو اپنے حلوے مانڈے سے ہے کام۔ اچھا بھائی سلام۔ مزے اڑاؤ مدام۔

روز :۔ شکر ہے ..... پیارے عظمت! دیکھو تو میرا دل مارے خوف کے کیسا دھڑک رہا ہے۔

عظمت :۔ پیاری! تم مت گھبراؤ۔ ذرا اپنے گورے گورے گالوں کا بوسہ تو دلواؤ۔

گانا

تورے کارے نینواں سحر جادو بھرے۔ کیسے بانکے رسیلے نرالے۔ تورے کارے ظاہرا پیار کرے اور پھر وار کرے۔ ان اداؤں پہ نثار سب جیا کا ہے پیارا۔ اب نہ تڑپاؤ جیا نہ للچاؤ ۔

کیونکہ اب اس نگہ ناز سے جینا ہوگا زہر ہے اس پہ تاکید کہ پینا ہوگا۔ تورے

عظمت کا روز کو اشارہ سے ٹال دینا)
خط کا مضمون۔ ڈیر تسلیم! مجھکو اپنی فرزندی میں قبول کیا جائے
در مرزا عشرت سودیشی کمپنی کے مالک سے جو میرے حقیقی چچا ہیں وہ جائداد
منقولہ و غیر منقولہ جو میرے والد مرزا لائق۔ مرتے وقت میرے نابالغ ہونیکی وجہ سے
انکے سپرد کر گئے تھے اس پر قبضہ دلایا جاوے کیونکہ خدا کے فضل سے میں بالغ ہو
مرسلہ مرزا عظمت ولد مرزا لائق از سودیشی کمپنی۔
اوہوں چہ خوش چرانہ بودی کا ہبیرہ بھینس کو دی۔ شادی اور وہ بھی
میری روز سے۔ جھوٹے ناول سیلس۔ (رقعہ چاک کر ڈالنا)
ایک ایٹھو بنا نیوالا لکھا اور میری بیٹی کا خواستگار۔ آبلے اے سننے یہ
جاؤ اور ایکدم جاؤ اور اس گدھے کے بچے سے کہدو کہ تجھ سے خچر کو ۔ ا ۔
طویلہ میں نہیں باندھ سکتا۔ (غا پڑ غچو کا جانا)
بس اب میں سیدھا سودیشی کمپنی میں جاؤنگا۔ اور مرزا عشرت کو یہ سب
سناؤں گا اور رقعہ دکھاؤں گا۔ غرض نہایت ذلیل کر کے آؤں گا
چچا بھتیجے دونوں کو ٹھیک کر کے آؤں گا۔ (جانا)
روزا۔ پیارے عظمت تمنے سنا ابا جان کا بیان یہ تو ہماری تمہاری جدائی کا ہی سامان
عظمت۔ ڈیر روزا یہ تو کچھ بھی نہیں ہے گھوٹالہ تم فضول کرتی ہو آہ و نالہ۔
اولسٹے۔ ہیں یہ کیا دال میں کالا۔ یہاں تو مضمون ہی ہے نرالا۔
روزا۔ کون بولا ئے۔ ذلت، رسوائی۔
ا۔ اجنبی کی مجلس میں پرائے مکان میں آنا اور بے قصور سر پر ڈنڈا

روزا۔ ہیں! یہ کون موالی ہے۔
کھچیڑوا۔ اے پیاری آج تو گلا دو دال ہماری۔
ڈاکٹر۔ ابوائے سے اندر) ویل! اب تو تم کو آرام ہے۔
روزا۔ ہیں! یہ تو میرے فادر کی آواز ہے (روزا کا بھاگ جانا۔ پتلے کا اپنی جگہ جانا)
ڈاکٹر۔ ہیلو آپ نے کیسے تکلیف اٹھائی۔
گنجا کھچیڑوا۔ باپ رے یہ بلا کہاں سے آئی۔ اب اس کا کیا جواب دوں ہاں کوئی نیا فقرہ گھڑ دوں۔ ڈاکٹر صاحب میری پسلی میں درد ہے۔
ڈاکٹر۔ جی ہاں کیا تعجب ہے کیونکہ آج ذرا ہوا سرد ہے۔
گنجا کھچیڑوا۔ پھر کوئی دوا مرحمت فرمایئے۔
ڈاکٹر۔ بس آپ پلسٹر لگوایئے۔ بیٹھ جایئے۔ (عظمت کا وِگ اُتار لینا) ہیں یہ کیا تم گنجیا! تمہارا بال کدھر گیا۔ او ہو سمجھا سمجھا تم نے یہ مصنوعی بک لگائی ہے جب ہی ہمارے اسٹیچو نے گرائی ہے۔
اب میں تمہیں کل دیتا ہوں اور اس کی کھوپڑی سہلواتا ہوں۔
(عظمت کا سب کو مار کر بھگانا۔ گنجے کا بھاگ جانا۔ اسٹیچو کا اپنی جگہ مار کر چلا جانا)
ڈاکٹر۔ بدمعاش پاجی لچا شیطان کیا سمجھا تھا اپنے باوا جان کا مکان۔
غازیگھر غنچو۔ کیا ڈاکٹر جمشید خان آپ ہی کا نام ہے۔
ڈاکٹر۔ ہاں ہاں میرا ہی نام ہے۔
غازیگھر غنچو۔ جی ایک شخص کا پیام ہے لیجئے۔ (ڈاکٹر کا چشمہ لگا کر خط پڑھنا)

واہ واہ، واہ رے پٹھے۔ تو پٹا، تیرا باپ پٹا۔ روز بیٹھ رہیں اس کے منہ میں کچھ روپیہ ڈال دوں۔ (روپیہ ڈالنا)

او ہو ہو ہو۔ آیا پیر عجائب روپیہ غائب۔

اچھا اپنے مکان کی لائٹ گل کرو اور اس کی پیٹھ دباؤ (پیٹھ دبانا)

فائن لائٹ۔ فائن لائٹ۔

اچھا ایک چھپٹی لاؤ اور اس کی انگلی سے ٹچ کر کے کلائی دباؤ۔

(کلائی دبانا)

روزا۔ فادر ذرا صبر کیجئے نمبر ۳ کو صرف چند منٹ کے لئے سنبھال دیجئے

ہوائے ہوائے ہوائے۔ لیس سر!

روز:۔ تم یہاں کھڑے ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔ اب ہدایت نمبر ۳ بتاؤ۔

ڈاکٹر:۔ بس تو اس کا ہاتھ دباؤ۔ روزا:۔ لیجئے!

ہوائے:۔ ہائے ڈاکٹر مر گیا۔

ڈاکٹر:۔ او مائی گاڈ! او دل تمہارا سر ہوٹ گیا۔ بڑا ہنسی کا بات ہے۔ بڑا ہنسی کا بات ہے او خوا خون بھی چلنے لگ گیا۔ چلو اندر ہم ایڈ دفارم لگائے گا۔ روز تم بہت ہشیار ہے۔ اگر تم بھیئے کو مارتا تو یہ وبال ہمارے سر پر آتا۔ بجائے اس کے ہم اپنے ایڈ دفارم لگاتا۔ (جانا)

عظمت:۔ پیاری، سچ کہنا کیسی ترکیب نکالی ہے۔

روز:۔ بے شک! دنیا سے نرالی ہے۔

گنجا:۔ دیکھو دوست رہے۔ آج میدان خالی ہے۔

ڈاکٹر:۔ ویل دوا لگاؤ۔ ہیں وہ مریض کدھر نکل گیا۔ زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔
ذلیل کتے ناکارہ در بدر پھرتے ہیں آوارہ۔
روز:۔ لیجئے سوڈا برف۔ فادر تم نے ملاحظہ فرمایا ہو یہ مین دس۔ یہ وہی اسٹیچو ہے
بیشتر جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔
ڈاکٹر:۔ اخاہ اسٹیچو آگیا بیٹی روز دکھاؤ تو اس کے کمال۔
روز:۔ لیجئے پرچہ استعمال (مضمون پرچہ)
دی سودیشی غفلت کمپنی آف انڈیا۔ ہدایت ضروری!
خبردار اس مشینری کو ہشیاری سے ہاتھ لگانا اور اس پرچہ کے مطابق کام کرنا۔
(ڈاکٹر کا پڑھنا)
نمبر ۱:۔ جو کوئی اس کے کان کو ہاتھ لگائے گا تو فوراً اس کا منہ کھل جائے گا
جو سیونگ بینک کا کام دے گا۔
ویری نائس! ویری نائس۔
نمبر ۲:۔ جو کوئی اس کی پیٹھ کو دبائیگا تو فوراً اندھیرے کا اجالا ہو جائے گا
ویری فائن۔ ویری فائن۔
نمبر ۳:۔ جو کوئی اس کے ہاتھ میں لکڑی دیکر اس کے ہاتھ کو دبائے گا تو یہ چوکیدار
کا کام دے گا یعنی حریف کو بھگائے گا۔
ویری گڈ۔ ویری گڈ۔
(ظاہراً) خوب خوب! اس پتلے میں تو بڑی بڑی کرامات ہیں۔ بیٹی روز ذرا ان کا
امتحان تو لو۔ جاؤ پہلے کان کو ہاتھ لگاؤ۔ (ہاتھ لگانا روز کا

خاص بات تحریر کی ہے۔

مضمون خط

خط نمبر ۱:۔ ڈیر عظمت جلد آؤ زیادہ مت تڑپاؤ۔ تمہارے فراق میں دل بیقرار ہے۔ تازہ معاملہ یہ ہے کہ تمہارے پاگل بھائی کو میں نے یہاں سے کردیا فرار ہے۔ رقیمہ نیاز تمہاری دلنواز مس روز۔ ۔ ۔ ۔

بے شک! یہ میری غلطی ہے جو وقت پر نہیں پہنچ سکا۔

(منہ پھیر کے کھڑے رہنا)

روز:۔ مائی فادر ہیز نو سولڈا اینڈ آکس۔

عظمت:۔ ہیں فادر کون فادر۔ فادر ہوگا تمہارا ڈاکٹر۔

روز:۔ ادمائی گوڈ مائی ڈیر عظمت۔ وا جی واہ تم نے اچھی دیر لگائی۔ یو ر ٹو لیٹ۔

عظمت:۔ پیاری روز اب مجھے آنے میں کب انکار تھا۔ یہ کم بخت ڈریس تیار نہ تھا تمہارا مجرم یہ ڈریس ہے اسی سے باز پرس کیجئے۔ بعد فیصلہ اسی کو سزا دیجئے۔

ڈاکٹر:۔ (اندر سے) لوسی لوسی میں مریض کو دوا پلانے کمرے میں جاتا ہوں۔ تم جلد گرم پانی لے کر آؤ۔

روز:۔ پیارے عظمت! میرے فادر آرہے ہیں تم یہیں کہیں چھپ جاؤ۔

عظمت:۔ مت گھبراؤ پہلے تم اس جبے کو کہیں چھپاؤ۔ اور یہ ایک کاغذ بھی میں تم کو دیتا ہوں۔ تم اس کاغذ کو اپنے والد کو دے دینا۔

روز:۔ گوانیڈ بگن یور ورک۔ اچھا جاؤ اپنا کام شروع کرو۔

(عظمت کا اسٹیج سے جانا)

ڈاکٹر:۔ اچھا ہم تمہارے درد کی دوا لاتا ہے۔ (جانا)

فطرت:۔ کسی کو میرے درد جگر کی۔۔۔۔۔۔

عظمت:۔ ملیاس پتلا اوپر جیام اللہ! تیرا ستیاناس، یہ کیا کرنا ہے خناس۔ یہ مردود کہاں سے ہو گیا موجود۔ اب اس کو جلد کرنا چاہیئے یہاں سے نابود ابے ابے حمدود تو یہاں کیسے آیا۔؟

فطرت:۔ ابے او تو یہاں کیوں کر آیا۔؟

عظمت:۔ میں تو یہاں بل کا روپیہ وصول کرنے آیا۔

فطرت:۔ تو میرا اپنی معشوقہ سے شادی کرنے آیا۔ عظمت:۔ کون معشوقہ۔

فطرت:۔ نہیں ہماری۔ چولہے کی منڈیا تمہاری والی۔

عظمت:۔ چل نکل یہاں سے موالی۔

فطرت:۔ دیکھ خبردار اب کے مت دینا گالی۔ عظمت:۔ نہیں تو کیا ہوگا۔

فطرت:۔ بس ٹانگیں اوپر ہوں گی اور سر نیچے ہوگا۔

عظمت:۔ کیوں بیٹا یہ بات! اس دن کی بھول گئے واردات۔

فطرت:۔ ابے کچھ کہے گا بھی کون سی بات۔؟

عظمت:۔ وہی جوتی اور لات۔ فطرت:۔ ہاں یاد ہے میرے باپ کے باپ

عظمت:۔ دیکھو میں تم سے کہتا ہوں کہ آئندہ پھر کبھی نہ آنا ورنہ دیکھنا پڑے گا تم کو پاگل خانہ۔

فطرت:۔ ارے اچھا باداخانخانانہ یہ ہوا روانہ میرے درد جگر کی۔۔۔۔۔ (جانا)

عظمت:۔ ہاں خوب یاد آیا۔ پیاری روز کا دوسرا خط تو پڑھوں۔ ممکن ہے کوئی

اور پہلے اسٹیچو کو واپس کر دیا۔ غالباً آج ضرور تیار ہو کر آجاوے گا۔
ڈاکٹر:۔ تم نے بہت اچھا کیا۔ لویا رو یری کلیور۔ دل لویہ برننگ کول ڈرنک فوری ام
کیا تم سوڈا اور برف میرے لئے لاسکتی ہو۔
روزا۔ اُدہ یس! ضرور ضرور۔
فطرت:۔ میرے درد جگر کی۔۔۔۔۔۔۔۔
ڈاکٹر:۔ چھیٹ چھیٹ ناؤن سین۔ یہ کون گیدڑ کے موافق چلاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے
کہ کوئی پاگل مریض آتا ہے۔
فطرت:۔ ارے خبری نہیں کچھ اثر ہی نہیں۔ میرے درد جگر۔۔۔۔۔۔۔
ڈاکٹر:۔ توبہ توبہ! ایک تو نوکروں کی یک یک دوسرے مریضوں کی جیک جیک بھر ٹری دیر آ
کر باد شوار ہے بس معلوم ہو گیا کہ گھر تو در کنار یہ کمبخت مریض قبر تک پیچھا نہ چھوڑیں گے
تنگ آیا یا دا تنگ آیا ایسی زندگی، اور ایسی ڈاکٹری سے تنگ آیا۔
فطرت:۔ میرے درد جگر کی۔۔۔۔۔۔۔
ڈاکٹر:۔ ایلے ایسا شور دپکار ہے، تم کیا بیمار ہے۔۔۔۔۔۔
فطرت:۔ میرے درد جگر کی۔۔۔۔۔
ڈاکٹر:۔ ایلے ایے لیور کے درد کے بچے۔ ہم پوچھتا ہے تم کو کیا مرض ہے۔؟
وہاٹ از ہیپن ٹو یو۔
فطرت:۔ میرے درد جگر کی۔۔۔۔۔۔ آداب عرض ہے آداب عرض ہے میرے درد جگر کی۔۔
ڈاکٹر:۔ ایلے ایے آداب عرض کا بچہ کیا تمہارے سر میں درد ہے۔؟
فطرت:۔ او نو میرے درد جگر کی۔۔۔۔۔۔۔

روزا۔ خدایا یہ بیٹھے بٹھائے کیا میرے دل میں سمایا کہ اچھی بھلی جان کو آفت میں پھنسایا۔
افسوس دل بھی آیا تو ایسے پر آیا کہ جس کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ کوئی میری فرقت میں
بیقرار ہے کیا میرا خط ڈیر عظمت سنے نہیں پایا جواب تک جواب نہیں آیا خیر صرف دس
منٹ اور انتظار کرتی ہوں۔ اگر اس پر بھی جواب نہ آیا تو دوسرا خط لکھتی ہوں۔
ڈاکٹر:۔ بیوقوف۔ پاجی۔ نالائق۔ خچر کے موافق۔ خدا جانے کونسے طویلے میں بندھے ہیں جن کو
ملازمت کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ آگئے نوکری کرنے۔ ہاؤ نہ جاؤ بیٹھے بٹھائے
کھلاؤ۔ ٹنکچر ایوڈین منگواؤ تو کلورو فارم لاتے ہیں کیمفر منگواؤ تو لوشن لے آتے
ہیں غرض کہ ایسی ہی ایسی باتوں سے دل جلاتے ہیں۔ (بیٹھنا)
روزا۔ (سائڈ میں) خدا خیر کرے۔ فادر کا بھیجا تو آج ایسٹ سے ویسٹ کی طرف
پھرا معلوم ہوتا ہے۔
کیوں کیوں مائی فادر خیر تو ہے۔ آج آپ کی حالت غصہ سے کیوں غیر ہو رہی ہے
آر یو ویل ٹوڈے۔
ڈاکٹر:۔ کچھ نہیں۔ ان کمبخت نوکروں کی نمک حرامی کا خیال ہے اسی سے جلال ہے
(ٹوپی رکھتے جانا) نو نوٹ ایٹ اول۔
روزا۔ تمہارا اسٹیچو کہاں گیا۔؟
روزا۔ ہاں فادر خوب یاد دلایا۔ میں آپ سے یہ کہنا تو بھول ہی گئی کہ جب اسٹیچو والا
سوداگر بل لایا تھا تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک نئی قسم کا اسٹیچو میں نے
تیار کیا ہے۔ جو زندہ انسان کی طرح بڑے بڑے کام کرتا ہے۔ اس
لئے میں نے ایک عجوبہ چیز خیال کر کے فوراً اس کو آرڈر دے دیا

دارا:۔ دلیر خاں۔ دلیر خاں:۔ سرکار!

دارا:۔ دیکھو! اس حکم نامہ پر کس کی مہر ہے۔؟

دلیر خاں:۔ حضور اس پر تو قبلہ عالم کے نام کی مہر ہے۔

دارا:۔ ہاں! یہ ابا حضور کے نام کی مہر ہے لہذا جس طرح تم ہماری طرف سے مثنوی جنگ کی خبر ابا حضور کو پہنچا چکے ہو اسی طرح ابا حضور کی طرف سے اس حکم نامہ کو قبل اس کے کہ اورنگ زیب کابل کی سرحد میں پہونچے امیر کابل کے پاس حفاظت سے پہونچا دو اور بعد سلام کے کہدو کہ۔

اورنگ زیب دشمن جانی ہے ہمارا
دہلی کی شکل دیکھنے نہ پائے دوبارہ

دلیر خاں:۔ بہت خوب سر پر آرا۔

دارا:۔ دوبارہ۔

یقین کامل ہے اب دشمن اجل کی زد میں پہنچے گا
نہ تنہا موت کا بدلہ ہمارے نام سے لے گا
زمین ہند سے نابود ہوگی ہستی دشمن کی
کفن ہی کی نہ حسرت ہوگی اسکو اور نہ مدفن کی

ایکٹ دوسرا سین دوسرا ڈاکٹر کا مکان

کورس

اگناروزکا:۔
میری اٹھتی جوانی پہ رنگ آیا
اس کو رکھوں میں کیسے سنبھال کے
جیا جائے من بھائے پیا توری آہو سی چشموں نے دل کو کیا ہے زخمی
میری اٹھتی جوانی

جہاں آرا:۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

گانا جہاں آرا

ابا کے سر کی قسم ہرگز نہ مانونگی میں — جب تک آنکھوں سے بدلہ نہ لیلونگی میں
اورنگ زیب حمایتی خادم کا — اسکے غرور کو توڑدوں گی میں

گانا و سہیلیوں کا:۔ سیاں دل لے گیو یار ٹوٹے ہیں

زردوزی کا بٹوہ ریشم کے ڈورے — میں کیسے کھولوں یار میرا دل ٹوٹے ہیں
ٹونک کا بٹوہ چند وسی کی چھالی — میں کیسے کتروں یار میرا دل ٹوٹے ہیں
سونے کی تھالی میں بھوجن پروسا — میں کیسے کھاؤں یار میرا دل ٹوٹے ہیں
سونے کا گڑوا گنگا جل پانی — میں کیسے پیوں یار میرا دل ٹوٹے ہیں

سپاہی:۔ حضور قبلہ عالم در دولت پر ایک سفیر آیا ہے اور باریابی کی اجازت چاہتا ہے

شاہجہاں:۔ اچھا حاضر کرو۔ سپاہی:۔ بہت خوب!

دلیر خاں:۔ حضور قبلہ عالم کی خدمت میں غلام آداب بجا لاتا ہے۔

شاہجہاں:۔ تمہارا نام۔؟

دلیر خاں:۔ غلام کو دلیر خان کہتے ہیں۔

شاہجہاں:۔ کہاں سے آئے ہو اور کیا پیغام لائے ہو۔؟

دلیر خاں:۔ حضور میں جلال آباد سے آیا ہوں اور امیر صاحب کا پیغام لایا ہوں کہ شاہ بلخ جنگ پر آمادہ ہے صرف آمادہ ہی نہیں بلکہ سرحدی مورچوں پر قبضہ کر چکا ہے اور شاہی فوج کو پسپا کر کے اب عنقریب کابل پر حملہ کیا چاہتا ہے۔

شاہجہاں:۔ کیا اس شغال صورت کو اس قدر جرأت ہو گئی کہ وہ ہماری فوج کو

پیلو بنکھیاں دے پنکھیاں۔ ہا جونے رسیاں۔ ہاتھ پیر انو لگا کے مہندی
تین وِ دیکھن چت وچ بیٹھی اے مرے دلدار آس رکھیاں دے
یار گیا تو مڑ نہ آیا خط نہ رسیاں پت نہ پایا اے مرے دلدار
تھک گئی انکھیاں تے انکھیاں

اورنگ زیب:۔ کون کہتا ہے کہ میں ہندوؤں کا دشمن ہوں۔
دارا:۔ میں کہتا ہوں۔
اورنگ زیب:۔ ہرگز نہیں۔ اگر میں ہندوؤں کا دشمن ہوتا تو آج میری فوج میں مسلمانوں سے زیادہ ہندو راجپوت نہ ہوتے۔
دارا:۔ یہ صرف بناوٹ ہے۔ اورنگ زیب: نہیں یہ صرف صداقت ہے
دارا:۔ تیری صداقت ہندوؤں کو بدخواہ کر رہی ہے۔
اورنگ زیب:۔ اور تمہاری جہالت مسلمانوں کو گمراہ بنا رہی ہے۔
دارا:۔ ہرگز نہیں۔ میری نظر میں ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہیں۔
اورنگ زیب:۔ اور میری نظر میں ہندو اور مسلمان جو اپنے مذہب کا پابند ہو وہی انسان ہے
دارا:۔ اور جو مذہب کا پابند نہیں۔
اورنگ زیب:۔ وہ کسی کا [illegible] نہیں۔ دارا:۔ کون کہتا ہے۔؟
[illegible] اور [illegible] کا [illegible]

اورنگ زیب:۔
[illegible] کسی کا دوست ہے وہ اور نہ بھائی ہے [illegible]
[illegible] ان کو [illegible] تم بیوہ بناتے ہو [illegible]

جسونت سنگھ:- ہاں ہاں میں صداقت کو سب سے عزیز سمجھتا ہوں۔

دارا:- جب تو آگے بڑھو اور تمہیں اس مقدمہ کا فیصلہ کرو۔

جسونت سنگھ:- ہاں! میں فیصلہ کرتا ہوں سنو! ۔

تم بھی خدا کے بندے یہ بھی خدا کا بندہ تم بھی خدا کے بندے وہ بھی خدا کا بندہ

جو کچھ ہے شکوہ ان کا وہ ہے گلہ تمہارا مجرم ہے تم اس کے مجرم ہے یہ تمہارا

تم لیلو اسکی آنکھیں اور دیدو اپنا بازو یہ فیصلہ ہے اس کا اور یہ فیصلہ تمہارا

اورنگ زیب:- کیوں بھائی مہربان قدرداں سن چکے حق کا اعلان ۔

ایک راجہ وہ بھی ہندو جسپہ تم کو ناز تھا زور بازو تھا جو سچا ہمدم و ہمراز تھا

ہی خیر انجام کی انصاف سے کیا کہہ گیا ایک دریا تھا جو رستہ بل کے سیدھا بہہ گیا

کر لو کچھ اب بھی عمل سچا نشاں ہے سامنے ورنہ گر جاؤ گے منہ کے بل کنواں ہے سامنے

دارا:- بیوقوف ۔ رہنے دے تیرا کنواں اور رہنے دے تیرا ثواب

تیرا تیرے ساتھ میرے ساتھ ہے میرا حساب

موت سر پر ہے کھڑی تیرا الٹنے کو نقاب لیکے جان چھوڑیگا تجھ کو اب میرا قہر و عتاب

دشمنی کرتے ہیں جس سے ہم دکھاتے ہیں اسے دیکھ ہم کرتے ہیں تیری اسطرح مٹی خراب

اورنگ زیب:- عقل کے اندھے بہکتا ہے عبث پیکر شراب نشۂ نخوت کا نہیں اچھا ہی چڑھتا عذاب

کھول کر آنکھیں تماشہ دیکھ لو اب موت کا ہر دگرنا کر دیتے ہیں پتھر کا یوں پتھر جواب

سین ختم۔ ڈراپ

باب تیسرا سین پہلا جشن گاہ دارا

گانا سہیلیوں کا (پنجابی)

میں اس مقدمہ کو دوسری پیشی تک ملتوی رکھتا ہوں۔ لہٰذا اسد اللہ سے

آشکارا ہے بغاوت اس کی ہر اظہار میں   فیصلہ کل ہو گا اس باغی کا پھر دربار میں
مشتہر کردو یہ دہلی شہر میں تم آج ہی

سعد اللہ۔ کہئے شہزادہ صاحب اب کس سوچ میں پڑ گئے۔؟

اورنگ زیب۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یا خدا سے

رہونگا مورد آلام بن مشق ستم کب تک   میں مثل کوفت کھاؤنگا بھلا اپنوں کا غم کبتک
میری آواز پایہ عرش کا کس دن ہلا دے گی   تری لاٹھی ہے بے آواز کب بجلی گرا دے گی

سعد اللہ۔ کہئے جناب جسونت سنگھ صاحب آپ سن رہے ہیں۔

جسونت سنگھ۔ جی ہاں! سن رہا ہوں۔

سعد اللہ۔ تو فرمایئے ان رموز کنایہ کا نام بغاوت نہیں۔

جسونت سنگھ۔ میرے خیال سے تو اس بحث و مباحثہ کا نام شرارت نہیں۔

دارا۔ جسونت سنگھ آپکی ڈھل مل یقین باتوں سے تو یہ ظاہر ہے کہ آپ اس سے ڈرتے ہیں۔

جسونت سنگھ۔ جناب شہزادہ صاحب میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ اگر تمام دنیا کے شہزادہ بھی ملکر آئیں تو وہ بھی کمزوروں کی آہ یتیم کی بددعا مجبور انسانوں کے غصہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

سعد اللہ۔ تو تمہارے خیال سے شہزادہ کمزور و مجبور ہے۔

جسونت سنگھ۔ ظاہر تو یہ اپنے بل بوتے رستم بیلتن سے زیادہ مغرور ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ باطن میں ایک چیونٹی سے بھی کمزور اور مجبور ہے مگر سے

ایکطرف ہیں آپ سب ساری جماعت ایکطرف   یہ اکیلا ایکطرف اسکی صداقت ایکطرف

دارا۔ ہاں تم اس کی صداقت کا لوہا مانتے ہو۔

سیدی اللہ دا:- ہم غلاموں کی موجودگی میں کس کی مجال ہے جو حضور قبلہ عالم کا حکم ٹالے۔
اورنگ زیب:- تو میری موجودگی میں کس کی مجال ہے جو میرے محافظ کی آنکھیں نکالے۔
دارا:- میں اس کی آنکھیں نکالوں گا۔
اورنگ زیب:- یہ یاد رکھنا جو اس کی آنکھیں نکالے گا ایک روز اس کے چہرے پر آنکھیں نہ ہونگی اور وہ اپنی بینائی کو ڈھونڈھتا پھریگا ؎
نظر ہو آنکھوں پہ جسکی نہ کرے وہ کر لے دنیا کی سیر پہلے تو نکال لینا پھر اسکی آنکھیں منالے آنکھوں کی خیر پہلے
شاہجہاں:- جسونت سنگھ تم سن رہے ہو یہ کس کی طرف اشارہ ہے۔؟
جسونت سنگھ:- جی ہاں حضور میں سمجھا یہ داراشکوہ کی طرف اشارہ ہے۔
شاہجہاں:- پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بغاوت پر آمادہ ہے اورنگ زیب میں تجھسے آخری مرتبہ کہتا ہوں کہ جب تو دنیا میں آیا ہی تو کچھ دن خیریت سے اور گذار ؎

زندگی کو پیار کر نعمت ہے یہ اچھی زندگی	زندگی بیکار ہے جس میں نہ ہو شرمندگی
زہر غصہ کا تو میرے جان کر ہرگز نہ پی	ایک ہے دنیا میں جب تو کچھ دنوں تک اور جی

اورنگ زیب:- میں خوش ہوں کہ میرے قبلہ و کعبہ مجھے کامل یقین ہے کہ میں اسلام کی شان و شوکت کو برقرار رکھنے اور آپ کی خیر و برکت سے ہندوستان کے مسلمانوں کو مالا مال اور اس محل سے شرک و بدعت دور کرنیکے لئے ضرور جیونگا مجھے یقین ہے کہ حضور حق و صداقت کا دنیا زندہ فرمائینگے اور مجھے تیز غصہ کا ہلاہل ضرور پلائینگے اور میں پیونگا مگر یہ یاد رہے کہ ؎

جب سرایت زہر تیرا جسم میں کر جائے گا	یہ مرا پیمانۂ دل قہر سے بھر جائے گا
دیکھو اورنگ جب نگاہ قہر سے بس ایک بار	میرا دشمن دیکھتے ہی دیکھتے مر جائے گا

شاہجہاں:- خیر اگر یہ نہیں مانتا تو جاؤ اس قیدی کو لے جاؤ اور اسکی نگہداشت رکھو اور

ہو وا خواہ ان سے کوئی اگر بچارا دریا دکھائے میٹھا پانی پلائے کھارا
من خوب می شناسم پیران پارسارا

سعد اللہ۔ اللہ اکبر! ہم غلاموں کی یہ ہتک اور حضور قبلہ عالم کی یہ توہین۔
دارا:۔ ہم وا خواہوں کو میٹھا پانی دکھاتے ہیں اور کھارا پانی پلاتے ہیں۔؟
سعد اللہ:۔ سلطنت کیا چلاتے ہیں گویا ہل چلاتے ہیں ہل۔
اورنگ زیب:۔ تو کیا ہل چلانا آپ نے کوئی معمولی کھیل سمجھ رکھا ہے؟
سعد اللہ:۔ اور سلطنت چلانا کوئی آپ نے معمولی کام سمجھ رکھا ہے۔
اورنگ زیب:۔ نہیں یہ بھی محال ہے اور وہ بھی محال ہے سلطنت اور زراعت دونوں کی ایک مثال ہے مگر ہل چلانا مجھ جیسے غریب کسان خوب جانتے ہیں اور سلطنت کا چلانا آپ جیسے نمک حرام خوشامد خور خوب جانتے ہیں۔
شاہجہاں۔ خاموش بدزبان! ان کی خوشامد اور نمک حرامی کو ایک عالم میں آشکارا کر رہا ہے مگر تو کس ایمانداری پر ناز کر رہا ہے۔
اورنگ زیب:۔ میں اس ایمانداری پر ناز کر رہا ہوں کہ جس کے پاک دفتر کا نام شریعت ہے اور ادنیٰ اعلیٰ امیر غریب سب کی یکساں عزت ہے ؎

پیادہ ہی سوار اسکا سوار اسکا پیادہ ہے نہ رتبہ میں کوئی کم ہے نہ درجہ میں زیادہ ہے
وہ ہے قانون حق جنکی صداقت میں لگا ہے نہیں ہے شہزادہ سپاہی اور سپاہی شہزادہ ہے

دارا:۔ بیوقوف! ابا حضور کا حکم کسی صورت اس دربار سے ٹل نہیں سکتا۔
اورنگ زیب:۔ بیوقوف کے بچے بھائی تمہاری خوشامد کا کھوٹا پیسہ اس دنیا [illegible] نہیں سکتا۔

توہین کا بدلہ اس کی آنکھوں سے لیا جائیگا اور اندھا کیا جائے گا۔

اورنگ زیب:۔ خیر یہ مجھے منظور ہے مگر بھائی صاحب کے طمانچہ کا جواب۔؟

شاہجہاں:۔ دوسری پیشی پر اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اورنگ زیب:۔ یہ انصاف نہیں بلکہ ظلم ناروا ہے۔

شاہجہاں:۔ کس طرح۔؟

اورنگ زیب:۔ ایک بہادر سپاہی اپنی جان پر کھیل جائے اور آقا زادی کی جان بچائے وہ قانوناً مجرم بنایا جائے گا۔ اور اندھا کیا جائے گا اور ایک مغرور شہزادہ اپنے غرور و تکبر کے زعم میں آکر بیگناہ سپاہی پر ہاتھ اٹھائے وہ قانوناً سزا نہ پائے اور اپنا بانفر صحیح سلامت لے جائے یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

قدر موسیٰ کی نہ ہو فرعون کی توقیر ہو ؎ ظلم کی پرسش نہ ہو اور رحم کی تعزیر ہو
کونسی شاہی کا کس دفتر کا یہ مضمون ہے ؎ کون سے شداد کس نمرود کا قانون ہے

شاہجہاں:۔ کیا نمرود۔ ہا

اورنگ زیب:۔ جی ہاں نمرود۔

شاہجہاں:۔ بے وقوف ؎

مداح عدل کل ہے جس کے بلخ بخارا ؎ جس کا مطیع ہو دل سے ہندوستان سارا
ہاتھوں سے جس نے اپنے چیونٹی کو بھی نہ مارا ؎ با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا
نمرود سے تو اس کو تشبیہ دے رہا ہے ؎ پہچان کون ہوں میں کیا رتبہ ہے ہمارا

اورنگ زیب:۔ جی ہاں حضور میں خوب جانتا ہوں اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ ؎

شاہوں میں شاہجہاں اور شاہزادوں میں ہے دارا ؎ وزراء میں خانخاناں گویا ہے اک ستارا

نہیں گیا۔ اسکا بیان ہے کہ جب باغ میں داخل ہوا تو اس وقت سانپ پیری نظر تھی۔ اور سانپ میرے پیش نظر تھا۔

شاہجہاں :۔ تو کیا تم یہ بھی اقرار کرتے ہو کہ جب وہ باغ میں داخل ہوا تو اس نے شاہزادی کو نہیں دیکھا اور ایک مسلم شاہزادی کی بے پردگی نہیں ہوئی۔

اورنگ زیب :۔ جی ہرگز نہیں ! مگر ملزم کو اس کے گناہوں کی سزا اسی وقت مل چکی۔

شاہجہاں :۔ تو کیا شاہزادی نے اس پر ہاتھ اٹھایا۔ ؟

اورنگ زیب :۔ نہیں بھائی دارا نے غضب ڈھایا۔

دارا :۔ عالم آرا بیشک میں نے غصہ کی حالت میں اس سپاہی کے منہ پر طمانچہ مارا۔

اورنگ زیب :۔ کیوں ! کیا سپاہی کے منہ پر طمانچہ مارنا قانوناً جرم نہیں۔ ؟

سعد اللہ :۔ بیشک جرم عاید ہوتا ہے مگر غصہ کی حالت اور نصیحت کے خیال سے اگر شاہزادے نے اس پر ہاتھ اٹھایا تو اس حالت میں اک شہزادے کا جرم مجرموں کی قطار میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اورنگ زیب :۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ جب ایک ظالم شہزادہ کا جرم مجرموں کی جماعت میں شمار نہیں کیا جا سکتا تو پھر ایک بہادر سپاہی قانون کی گرفت میں کیوں کر آ سکتا ہے۔

سعد اللہ :۔ کیوں نہیں آ سکتا ضرور آ سکتا ہے۔

اورنگ زیب :۔ ہرگز نہیں۔ کبھی نہیں۔

شاہجہاں :۔ اگر اس نے ایک مسلم شہزادی کی جان بچائی ہے تو اسکا عوض اس کو ضرور دیا جائے گا مگر قبل اس کے کہ ایک مسلم شہزادی کی بے پردگی کی ہے لہذا پردہ کی

بھئی واہ یہ چھوٹے کا کوٹ۔ یعنی مال غنیمت خوب ہاتھ لگا۔ اگر اس کے ساتھ پتلون بھی ہوتی تو سونے پر سہاگہ کا کام ہوتا۔ اوہو ہو پتلون تو یہ رہی۔ پس اس کوٹ پر ڈاکٹر صاحب کی پتلون ڈاٹنا چاہیے۔

گانا فطرت کا

فطرت چکمہ کا ہوں پتلا ہر فن میں ہوں ہوشیار

جل جہاں سمکا اثر کانوں جسکو ہوفی النار

ٹھگنی کا اب تو ناچ نچاؤں ساری شیخی میں آگی بھلاؤں

تب آوے میری جان میں جان

اب یہاں سے بھاگنا چاہیے۔ (سین ختم)

باب پہلا سین آٹھواں دربار

(گانا)

سہیلیاں:۔ گاڈبلیس یو۔ ویری گریٹ بلیسنگ۔ اورلی کوان کروانیڈ ریپ پی۔ وی آراؤ اورکنگ۔ دھوم زیر افلاک کانپے ہیں شیر تیرہ بھی لے شاہ۔ دہشت سے لے سلطان۔ تاجدار شہریار ذی وقار خود مختار جاں نثار بے شمار ہیا تیرے۔ تابعدار۔ لائلک الاہل رجالے ولا رجالے الاہل بالے۔

شاہجہاں:۔ اورنگ زیب! اپنے محافظ کے جرم سے انکار کرتے ہو کہ یہ دیدہ و دانستہ زنانہ باغ میں نہیں گیا۔

اورنگ زیب:۔ جی ہاں! میں اقرار کرتا ہوں کہ میرا محافظ دیدہ و دانستہ زنانہ باغ میں

عظمت :- جناب آیندہ اس سے بھی عمدہ مردانہ اسٹیج پیش کروں گا جو عنقریب تیار ہونے والا ہے۔

ڈاکٹر :- ضرور ضرور! اگر ہماری مس صاحبہ کو پسند آجائے گا تو ہم ضرور خریدنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ (جانا)

فطرت :- ارے او بھائی عاشق باکمال خدا کے واسطے مجھے تو اس جنجال سے نکال۔

عظمت :- اچھا اچھا نہ گھبراؤ میں جاتا ہوں اور ایک کرایہ کا آدمی ڈھونڈھ کر لاتا ہوں اور تم کو اس آفت سے چھڑاتا ہوں۔

ڈاکٹر :- لو بھائی یہ لقا یا روپیہ

عظمت :- تھینک یو (آپ کاشکریہ) (جانا)

عبدالرحمٰن :- ہائے! کس سے کہیں۔ کون سُنے۔ کیا میں جوان نہیں۔ کیا میں خوبصورت نہیں پھر کیا وجہ کہ روز مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ جورو کی چوکھٹ پر آتے آتے پورے دو سال کا عرصہ گذرا۔ اکثر اس کے آگے رو دیا پیٹا مگر اس سخت جان کا دل کبھی نہ پسیجا میں نے بھی اپنے دل میں ٹھان لیا ہے کہ اگر آج اس نے مجھے سوکھا ٹرکا یا تو سمجھ لیجئے کہ میں نے بھی اپنا گلا دبا لیا۔ (فطرت کا ڈنڈا جمانا)

بچائیو خدا یا یہ کیا وبال آیا (دیکھکر) ہاں اب سمجھ میں آیا کم بخت ڈاکٹر نے اپنی لڑکی کے عاشقوں کے بھگانے کیلئے یہ الیکٹرک کا چوکیدار بنایا ہے (تپلہ سے) ابے اُلّو کے پٹھے میں نے تیرے باپ کا کیا بگاڑا ہے (گھنٹی بجانا)

اللہ امان! سچ اگو بیٹا عبدالرحمٰن۔

ڈاکوٹ چھوڑ کر ٹھہر تو سہی بے ایمان کیسا بھاگتا اس کی دُم میں دھماکہ

عظمت:- پیاری روزا! میرا راز بھی ایک راز ہے جس کو ظاہر کرنا میں اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔ کان اس طرف لاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ (کان میں بات کرنا)

فطرت:- دیکھو کمبخت نے بوسہ لینے کی تدبیر نکالی۔

روزا:- ہاں تو تم نے اپنے چچازاد بھائی کو مصنوعی پتلا بنا کر اور میرے والد کو دھوکا دیکر پانچسو روپے کی رقم اینٹھی ہے سچ بتاؤ کہ یہ چال تم کو کس نے سکھائی۔؟

عظمت:- سب تمہارے عشق نے بتائی۔ جس زمانہ میں تم گرلز اسکول میں تعلیم پاتی تھیں اور میں بھی اسکول جایا کرتا تھا۔ جب سے میں تمہارے کاکل پیچاں کا اسیر ہوں۔

روزا:- ہائے سچی محبت میں بھی عجب تاثیر ہوتی ہے پھر اس امر کی بابت تم نے کیا سوچا۔؟

عظمت:- دیکھو میں اس پاگل کو کس تدبیر سے ٹرکاؤں گا۔ اور بجائے اس کے خود اسٹیچو بنجاؤں گا۔ مگر دوسرے حلیہ کا مردانہ اسٹیچو بن کر آؤں گا۔ اگر تمہارے والد دریافت کریں تو تم کہدینا کہ دوکاندار نے بل لاتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ میں نے ایک بالکل نیا اسٹیچو بنایا ہے جو بڑے بڑے کام کرتا ہے اگر تم کہو تو بجائے اس کے دوسرا اسٹیچو لادوں۔ یہ سنکر میں نے فوراً دوسرا اسٹیچو تبدیل کرالیا ہے آگے جو کچھ ہوگا میں بھگت لوں گا۔ تمہارے والد کو شادی کا پیام دوں گا۔

ڈاکٹر:- (اندر سے) ہاں گاڑی کو یہیں ٹھہراؤ۔

فطرت:- بیٹا! اب تمہارا باپ آگیا۔ ہوشیار ہو جاؤ۔

ڈاکٹر:- ہیلو تم آگیا۔ کیا تم کو روپیہ مل گیا۔؟

عظمت:- جی مل جائے گا۔

ڈاکٹر:- روزا! چلو پہلے روپیہ نکالیں۔ بعد میں کپڑے اتاریں۔

عظمت :- بہت اچھا...... آؤ آؤ میرے ہمراز عشق آؤ..... اب آپ بھی بلائیے۔
روزا ۔ میں بھی اپنی لیڈی محبت کو بلاتی ہوں..... آؤ آؤ میری لیڈی محبت آؤ۔
عظمت :- کہئے لیڈی محبت آئی کیونکہ میرا عشق تو یاد کرتے ہی حاضر ہو گیا۔
روزا ۔ ہاں لیڈی محبت بھی حاضر ہے۔
عظمت :- کہاں ہے ؟
روزا ۔ ادہر دیکھو یہ کیا موجود ہے محبت کی طالب۔
عظمت :- ہیں یہ تو ہے آپ کا قالب۔
روزا ۔ جی نہیں! میں مغلوب آپ غالب۔
عظمت :- نہیں نہیں! میں مطلوب آپ طالب۔

(گانا)

دلدار یار چھیلا سے نیناں سے لگائیں گے
نینا لگائیں گے ۔ سینا چلائیں گے
یار مورا البیلا ۔ جوبن مورا بالا
اب آنکھ مار کبرو سے نیناں ملائیں گے ۔ دلدار یار چھیلا

فطرت :- اے لے...... دن دھاڑے ڈاکہ زنی ۔ بلاؤں پولیس کو۔
اے اے خاکی وردی والا......

اگر نا کتاب کام
کیا لکھوں خاک تھیر اینٹیں ہے

گر پڑی ہاتھوں سے یہ ڈائری اپنے افسوس
اینٹ پتھر ہی کیا بنتا میری تقدیر میں کیا ہے

روزا :- پیارے فطرت! اب یہ بتاؤ کہ تم نے آئندہ ملاقات کی کونسی صورت نکالی۔؟

فطرت:۔ یہ ان کی اماں نے سکھایا ہے کیونکہ وہ ان کے باپ کے سامنے اسی طرح نخرے سے کھڑی رہتی تھیں جیسے کہ اس وقت ہیں۔

روزنا:۔ فرمائیے۔؟

عظمت:۔ تو اس کے جواب میں میں بھی آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کا لقب ہے مس جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ بھی شادی کی ٹائی میں ابھی تک نہیں باندھی گئی ہیں پھر آپ کو ایک اجنبی شخص سے اس بیباکی کے ساتھ گفتگو کس نے سکھائی۔؟

فطرت:۔ مچھلی کے بچے کو کون تیرنا سکھاتا ہے۔

روزنا:۔ مجھے۔؟ عظمت:۔ ہاں آپ کو۔

روزنا:۔ مجھے تو ایک عورت نے سکھائی جس کا نام لیڈی محبت ہے۔

عظمت:۔ اور مجھے بھی ایک ہمراز نے جس کا نام مسٹر عشق ہے یہ کام سکھایا ہے۔

روزنا:۔ میں آپ کی راست گوئی سے نہایت خوش ہوئی۔ اب میں تم سے یہ کہتی ہوں کہ اگر ہم تم مل کر مسٹر عشق و لیڈی محبت کی شادی کرادیں تو کیسی۔

عظمت:۔ واہ واہ سبحان اللہ پھر تو کیا بات ہے۔

فطرت:۔ اوہو ہو! یہ کمبخت کیسی شطرنج کی چالیں چل رہی ہے بس بہتر ہے کہ میں یہ ڈائری اٹھاؤں اور ان کی محبت آمیز باتیں لکھتا جاؤں۔ پھر انہی جملوں کے ذریعے سے میں بھی روزنا کو دیوانہ بناؤں۔

روزنا:۔ اچھا تم اپنے ہمراز مسٹر عشق کو بلاؤ میں اپنی لیڈی محبت کو بلاتی ہوں۔

عظمت:۔ میں کس طرح بلاؤں۔

روزنا:۔ دیکھو منہ اس طرف کر کے اس طرح بلاؤ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آؤ آؤ میرے ہمراز عشق آؤ۔

جلا جلا کے تپ عشق نے تمام کیا
فراق یار نے مارا قضا کا نام کیا

لگی ہے کاری گیاں۔ برہا کٹاری گیاں آئے نا واری گیاں۔ بانکے سیاں سے

عظمت۔ محبت دلکو ہے زلف دوتا کی
الٰہی اور تو وہ بھی کس بلا کی

لے آیا جذبہ دل ان کے گھر میں
خدا کی شان ہے قدرت خدا کی

فطرت۔ لے بیٹا خوب ہے تونے وفا کی
سہرا سر لیے جیا مجھ سے دغا کی

بنایا ہے بیوقوفی کا جو پتلا
بھلا کیا تیری کچھ بینے خطا کی

عظمت۔ یارب الغفور۔ کہاں ہے وہ رشک حور۔ یہاں تو ہی تبدلا ہوا ہے ہر پا لنگور

فطرت۔ واہ رے بھینسا شور

عظمت۔ کیا کروں کس کو بلاؤں۔ ہاں خوب یاد آیا گھنٹی بجاؤں۔

روز۔ او خدا۔ یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں۔

فطرت۔ قبرستان کا راستہ۔

روز۔ کیا یہی ہے وہ دل آرام۔ جس کے فراق میں تڑپتی ہوں صبح شام۔

فطرت۔ ہاں یہی ہے وہ راجہ اندر کا حجام۔ لال نیلا کا سالا اور گلفام کا غلام۔

عظمت۔ اہا یہی ہے وہ پری حسن و نزاکت سے بھری۔

فطرت۔ ہاں بیٹا یہی ہے وہ ولایتی تشیری نہیں نہیں بلکہ دہلی کے بھاوڑی بازار کی کھپر کھٹری

روز۔ ہیلو آپ تشریف لے آیئے۔

عظمت۔ جی حاضر تو ہو گیا ہوں لیجئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دل لیجئے۔

روز۔ ہیں یہ آپ نے کیا کہا۔؟

عظمت۔ توبہ توبہ یہ بیخودی میں میرے منہ سے کیا نکل گیا۔

جسونت سنگھ۔ ٹھہر یہ ٹھہر سے

میں تجھکو آزماتا تھا اور اس تیری وفا کو	علم و ہنر کو تیرے صدق و صفا حیا کو
تسلیم کر چکا دل تیری ہر ایک رضا کو	کہتا ہوں ہر مرسے ہیں ایک لفظ لے ریا کو
بس گھر میں تجھ سی بیٹی اس بت کو غم نہیں	دنیا کے وسوسوں کا مجھکو الم نہیں

باب پہلا — ساتواں سین — کومک

فطرت: توبہ توبہ خوف بھی بڑا بلا ہوتی ہے مارے ڈر کے مرد سے عورت بننے کی نوبت آئی اور .... سامنے سے کوئی آتا ہے ربٹیا فطرت جلد اپنی خاندانی میز پر چل کر نسب ہو جائے۔

ڈاکٹر: روز ابو یہ کنٹش بکس کی چابی۔ میں ایک مریض کے دیکھنے کو جاتا ہوں اگر اس عرصہ میں وہ اسٹیچو والا لیکر آوے تو اس کا بقایا روپیہ دیدینا۔

روز: ویری ویل .... واہ وا ایک نیٹو شخص نے کیا قلبسی پتلا بنایا ہے گویا ولایت والوں کو بھی شرمایا ہے اگر یہ پتلہ بنانیوالا مجھے ملتا تو میں اس کے ہاتھ چوم لیتی۔

[illegible]: بہتر ہوتا کہ بجائے اس کے تم مجھ سے چوما چاٹی شروع کر دیتیں۔

روز: [illegible] سو لیٹی شاپ میں جانا غضب ہو گیا ہائے اس پتلے نے جو [illegible] دیا ہے کیونکر اس کو اپنا حال دل سنادوں۔

[illegible] کا

[illegible] نظر لاگی ارے نظر لاگی [illegible] بانکے

مل کے کالک خود ہی داڑھی پر لگا تو نہیں خضاب
جس سے چہرہ سیاہ ہوا اور جلد چہرہ کی خراب
حاکم وقت سے مل کر میں ترقی نہ کروں
دشمنی مول لوں اور چھوڑ دوں جاگیر خطاب

رانی:۔ ہاں چھوڑ دو ضرور چھوڑ دو۔ جس کا نمک تمہاری رگ رگ میں بھرا ہوا ہے اسکو اور اس کے ملک کو خانہ جنگی سے بچالو۔ چند روز کی زندگی کے واسطے اپنے کو لالچی نمکحرام نہ کہلواؤ اور جاگیر خطاب کو آگ لگاؤ ؎

پاک اور ناپاک سے ہمکو نہیں کچھ واسطہ
زندگی یا موت سیدھا ہے یہی اک راستہ

جسونت سنگھ:۔ یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے ؎

نہیں لطف حقیقی آج سچ کی راج دہانی میں
مزا آتا ہے سچ کا جھوٹا ہی کی حکم رانی میں
میں چاہتا تو نگا جنگ میں دشمن کو اپنے مار کے
اب میں رہ سکتا نہیں دو طرفہ بازی ہار کے

رانی:۔ دیکھو پران ناتھ ایسے غرور کے بچن مکھ سے نہ نکالو ایسی کٹھور بات پر خاک ڈالو۔

جسونت سنگھ:۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں۔

رانی:۔ بس تو ؎

اس سے ظاہر ہے تمہاری زیست کے دن بھر گئے
کیونکہ بازی گر ہمیشہ بار ہی میں مر گئے
تم تو ہو کیا چیز بابا جو کھیل کر چوسر گئے
بیدلی مہروں سے آخر مات ہی کھا کر گئے
جاؤ پوچھو پانڈوؤں سے وہ بھی بازی ہر گئے

جسونت سنگھ:۔ ادھر دیکھو ؎

نہ بولیں لوگ اس رنگ سے میں ڈر گیا
ہر وہ چھتری جو زباں سے کہہ گیا وہ کر گیا
اس لئے میں رزمگاہ میں تیغ کو چمکاؤں گا
غم نہیں گر جان گئی پرواہ نہیں گر مر گیا

رانی:۔ میں بھی کہتی ہوں بلا جان گئی پاپ گیا
زور و زر یا شور و شر اک فتنہ و محشر گیا
گر تمہاری تیغ سے سچائی کا جوہر گیا
یاد رکھنا میں یہ سمجھونگی کہ شوہر مر گیا

جسونت سنگھ :- کون شاہزادے صاحب۔
اورنگ زیب :- (خود) نکل اے میری حین مددگار پردہ نشین اسلامی تلوار نیام کے گھونگٹ
سے باہر نکل دشمن تیری عصمت دری کی تاک میں ہیں۔ تیری بے پردگی کا تماشہ
دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو اپنی گرم شعاؤں سے جلا کر خاک کر ان ملعونوں کا قصہ پاک کر ست
تاا نوکھی ہے ترا رنگ انوکھا ہے خون سے کھیل کر ہولی تیرا لوہا مانے زمانہ
رانی :- پران پتی اس کی فہرست میں آپ کا نام ضرور ہونا چاہیئے۔
جسونت سنگھ :- کیا کہا میرا نام ؟
رانی :- ہاں ہاں آپکا نام کیونکہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ملک کو بدنامی سے بچائیں۔ اور اپنا
فرض بجا لائیں۔
جسونت سنگھ :- تو کیا تمہارے نزدیک حق نمک سے زیادہ فرض وفا ہے۔
رانی :- بے شک حق نمک ایک تنکا ہے اور فرض وفا ایک پہاڑ ہے ۔

تنکا کسی نے سر پر اٹھایا تو کیا کیا مثل پتنگ ہوا میں اڑایا تو کیا کیا
بار گراں سکے ڈر سے نہ ٹالے پہاڑ کو ہے مرد وہ جو سر پہ اٹھا لے پہاڑ کو

جسونت سنگھ :- پرانی زمانہ جو شخص سچے دل سے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے وہی نمک حرام
کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں جو خوشامد سے پیش نہ آئے اور ہاں میں ہاں نہ ملائے
وہ حاسد مفسد باغی کا خطاب پاتا ہے۔
تو کیا میں یہ جانتے ہوئے نمک حراموں اور باغیوں کی فہرست میں اپنا نام لکھواؤں
مخالف میر ارکین سلطنت کو اپنا دشمن جان بنا لوں۔ اور اورنگ زیب کیلئے

باب پہلا سین چھٹا محل جسونت سنگھ

گانا سہیلیوں کا۔ اورنگ زیب کا لباس تبدیل جسونت سنگھ سے گفتگو کرتے نظر آنا

ساڈے دل توڑے اوتے واریاں اور سے موتیاں والے مالیکا

تخت وبخت توڑ رہے دے مبارک۔ نازل رحمتاں ہوئیاں

جسونت سنگھ۔ میرے عزیز! جب میں دہلی کے قلعہ کی سب سے اونچی فصیل پر کھڑا ہو کر ایک واعظ کی طرح کہہ چکا کہ اورنگ زیب باغی نہیں خیرخواہ سلطنت ہے تو پھر اس کاغذ پر علماء دین کی مہریں اور افسران فوج کے دستخط ہوتے ہوئے میرے دستخط کی کیا ضرورت ہے۔

اورنگ زیب۔ اس لئے کہ آپکے قبضۂ قدرت میں بہادر راجپوتوں کی سب سے بڑی قوت ہے۔

جسونت سنگھ۔ یہ جھوٹی خوشامد ہے لہذا تم جاؤ اور مرشد زادہ اورنگ زیب سے کہدو کہ چھوٹے حضور جس طرح مقدر کا لکھا حکمت عملی سے نہیں مٹ سکتا اسی طرح مردوں کا وعدہ کسی صورت سے نہیں ٹل سکتا۔ سعد اللہ خاں کی شرارت داراشکوہ کی عداوت اور بادشاہ سلامت کی حماقت کے آگے میرا زور و بس نہیں چل سکتا اور میں اپنا قول و ارادہ نہیں بدل سکتا کیونکہ

نکل چکا ہے فلک کی کماں سے کھینچکر تیر — خبر نہیں کہ نشانہ بنے گا کون بے پیر

میں قول ہار چکا یا نصیب یا تقدیر — رہے گی نیام میں ہرگز نہ اب میری شمشیر

میری نظر میں سپاہی نہ شاہزادہ ہے — خیال حق نمک کا مجھے زیادہ ہے

اورنگ زیب۔ بس بس میں سب کچھ کہہ چکا۔

عظمت:۔ حضور! میں نے یہ اسٹیچو صرف پانچ منٹ میں بنایا ہے۔ (عظمت کو دیکھکر)

روز:۔ او مائی گاڈ! کیا خوبصورت جوان ہے کیا یہ آپکی دست کاری ہے۔؟

عظمت:۔ جی ہاں! آپ لوگوں کی قدر دانی پر موقوف ہے۔

ڈاکٹر:۔ واقعی آپ نے بڑا کمال کیا ہے اچھا مرزا صاحب چونکہ ہماری ڈارلنگ کو یہی اسٹیچو پسند آیا ہے اس لئے اسکی قیمت سے آگاہ کیا جائے۔

مرزا:۔ اسکی قیمت خریدار کی قدر دانی پر ہے اور میں نے اس وجہ سے اس کی قیمت صرف پانچسو روپئے رکھی ہے کہ آپ نئی روشنی والے انگلش فیشن کے متوالے بھی سودیشی چیزوں کی قدر کریں۔

ڈاکٹر:۔ ہیں..... کیوں نہیں کیوں نہیں۔ روز تمہاری کیا رائے ہے۔

روز:۔ اسکی دستکاری کو دیکھکر میں کہہ سکتی ہوں کہ پانچ سو روپئے اسکی قیمت کچھ نہیں ہے۔

ڈاکٹر:۔ آل رائٹ! اچھا یہ تین سو روپئے کا چک لیجئے اور اس اسٹیچو کو بحفاظت مع لباس کے ہمارے مکان پر بھجوا دیجئے۔ اچھا سلام! (جانا)

مرزا:۔ سلام!

عظمت:۔ آیا بیٹا اڑنگے میں۔

مرزا:۔ تم جلدی سے ایک عمدہ ٹھیلا لاؤ اور اس اسٹیچو کو نمبر بنگلہ ۵ پر ڈاکٹر صاحب کے ہاں پہنچاؤ۔

عظمت:۔ بہت خوب...... اب آیا بیٹا اڑنگے میں۔ (جانا)

[illegible] عشق [illegible] بھی کیا بری بلا ہے جب سے میں نے اس خوبصورت چڑیا [illegible]

[illegible] بہت پریشان ہے۔

[illegible] کی طرح بالائے آسمان ہے۔

[illegible] رسائی کہ۔ اگر تقدیر نے کیا یارا تو بس پو بارہ

عشرت :۔ اچھا بھائی ۔ اپنج کہیں بلی تو بلّا ہی سہی ۔
عظمت :۔ ہاں اب تمہیں اپنا کام بہت جلد شروع کر دینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ آجائیں
چچاجان تو کھوپڑی کے بال اڑ کر ہو جائے صفا چٹ میدان ۔
چلو ادہر آؤ (رہنے لا بنا نام)
فطرت :۔ بھئی واہ! عورت بننے میں تو بڑا ہی مزا ہے ۔ لباس پہنتے ہی طبیعت پھڑ
پھڑانے لگی ۔ مادین بنتے ہی نرکی یاد آنے لگی ۔
مرزا :۔ (اندر سے) آیئے آیئے جناب تشریف لایئے ۔
عظمت :۔ خبردار ہوشیار! شاید چچاجان کی سواری آرہی ہے ۔
فطرت :۔ مارے بھائی! اس وقت تو میری بھی ٹانگ کھلا رہی ہے یا پیر کلیان میری
عزت کا تو ہی ہے نگہبان ۔
مرزا :۔ عظمت ادہر آؤ اور وہ ہمارے وطن کے بنے ہوئے سودیشی تھان اور اسٹیچو جو
بنائے ہیں وہ ڈاکٹر صاحب کو دکھلاؤ ۔
عظمت :۔ بہت خوب!
مرزا :۔ دیکھیئے گاڑھے اور کھدر کے سودیشی تھان جس کو آجکل پہننا فرض و فخر سمجھتا ہے
ہندوستان اور دیکھئے یہ اسٹیچو اپنے ہاتھ سے کئے ہیں طیار ۔
ڈاکٹر :۔ بھئی واہ مرزا عشرت! اور تو جو کچھ ہے سو ہے مگر یہ اسٹیچو بنانے میں تو واقعی کمال
حاصل کیا ہے اور خاصکر یہ زنانہ اسٹیچو تو بہت ہی فینسی بنایا ہے کیوں مس روز تم کو
میری رائے سے اتفاق ہے ۔
مس روز :۔ مائی ناور میں آپ کی پسند کی قائل ہوں ۔

ٹکڑے کر ڈالے۔ اب چچاجان کو بلاتا ہوں۔ اور یہ اسٹیچو دکھاتا ہوں اور دھوبی کے
گدھے جیسی تیری دُرگت بنواتا ہوں۔

فطرت:۔ ارے یہ تو بڑی مشکل پڑ گئی۔ اب تو میری شادی قطعی بیچ میں اڑگئی۔ یہ تو پکی پکائی
ہنڈیا بگڑ گئی بہتر ہے کہ خوشامد سے اسکی کھوپڑی سہلادیں۔

اے میرے مرحوم چچا کی نشانی ؛ اب تیرے اختیار ہے میری عزت بچانی

عظمت:۔ بہتر ہے کہ کوئی ترکیب عمل میں لاؤں۔ اس پاجی کی خوب گت بنواؤں دیکھو

فطرت! جو ہونا تھا سو ہوا فی الحال تیرے بچنے کی ایک صورت ہے

فطرت:۔ وہ کونسی صورت ہے بھائی جس سے میری اس آفت ناگہانی سے ہو رہائی۔

عظمت:۔ اچھا تو سنو اور غور سے سنو۔ اس ٹوٹے ہوئے اسٹیچو کو تو میں کہیں چھپائے
دیتا ہوں اور اسکے بجائے تمہیں پتلا بنائے دیتا ہوں۔ اس کی پوشاک پہناکر
اسٹیچو بنائے دیتا ہوں۔

فطرت:۔ میاں یہ پتلا تو زنانہ ہے تو کیا مجھے بھی زنانہ بننا پڑے گا۔

عظمت:۔ بے شک! فطرت:۔ تو کیا مجھے پیٹنا اور بچہ بھی جننا پڑیگا۔؟

عظمت:۔ بے شک۔

فطرت:۔ باپ رے باپ! جب تو پوری ہوئی رسوائی۔ اب کیا کروں میری مائی۔

[illegible] ہاں ایک شرط اور باقی ہے۔

فطرت:۔ وہ کیا۔؟

[illegible] جب تک میں اس کے ساتھ کا دوسرا اسٹیچو نہ بنالوں۔ تب تک بالکل بے حس و [illegible]
بھی چونکے تو پڑیں گے فرانسیسی جوتے۔

مرزا:- دور ہو مردود۔ لوگ کہتے ہیں کہ خدا ہمکو کوئی بیٹا عنایت کرے۔ مگر میرے نزدیک تو ایسی اولاد سے بے اولاد ہی رہنا ٹھیک ہے۔ لعنت ہے ایسی اولاد پر۔ کم بخت نے مجھے چکھم بنا دیا۔ دور ہو مردود۔

فطرت:- ہت تیرے نالائق باوا کے سر پر مجھ سے نالائق بیٹے کا ڈنڈا۔ کیسا کیا گیدی خر کو ٹھنڈا۔ کیسا ڈالا شادی کا پھندا۔ اگر اب کے لایا بوڑھا کسی قسم کا جورو تو میں نے بھی کہدیا ہے فوراً ہی ہضم کر جاؤں گا۔ اس کی ۵ منٹ کی جورو۔ بس پھر تو مزا ہی مزا ہے۔ مزا ہی مزا ہے۔ مزا ہی مزا ہے۔

عظمت:- ابے او پنچ اخبار کے کارٹون۔ چل دفان ہو یہاں سے مجنون۔ یہ کیسا شور و غل مچا رکھا ہے۔ زمین آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے دیکھتا نہیں کہ پیچھے اسٹیج و رکھا ہے

فطرت:- واہ بیٹا او کے بھتیجے چیر غٹو۔ ابے پاگل کے بھائی۔ یہ تیرے دل میں کیا سمائی جو خواہ مخواہ مجھ سے جنگ ٹھہرائی۔

عظمت:- آنکھ سے آنکھ ملاتا ہے ہمکو بجر بٹو اور چیر غٹو بتاتا ہے مجھکو بھی اپنا باپ سمجھکر دبانا چاہتا ہے تو نے اس وقت بھی مجھے خبط الحواس بتایا تھا۔ کیوں نہ اُسترا کروں حجامت۔

فطرت:- اُلو کی تائی کے بیٹے! ابے حوتق تو کیا کرے گا میری حجامت۔ میں خود کر دوں گا تیری مرمت۔ (پاگل کا چانٹا مارنا)

عظمت:- ابے بیجے اور چانٹا مار اکھڑ تورہ مردود۔

فطرت:- ارے مار ڈالا! مار ڈالا۔ ارے اباجان۔ اری اماں جان۔ او میری ہونیوالی جورو تو کدھر مر گئی۔

عظمت:- ارے تیری جورو کی ایسی کی تیسی۔ پاجی رذالے! پانچ سو روپیہ کے اسٹیج کے ٹکڑے

فطرت:- آپ نے کس کے ساتھ شادی کی تھی۔؟
مرزا:- تمہاری ماں کے ساتھ۔
فطرت:- بس تو اپنی ماں کے ساتھ میری شادی کرادو۔
مرزا:- لاحول ولا قوۃ۔۔۔۔۔۔۔۔ ابے یہ کیوں۔؟
فطرت:- یوں کہ تم نے میری ماں کے ساتھ شادی کیوں کی۔؟
مرزا:- اس لئے کہ تجھ سا ناخلف لڑکا پیدا ہو۔
فطرت:- بس بس! میں تم کو میعادی ایک ہفتہ کا نوٹس دیتا ہوں کہ اگر تم نے اس عرصہ میں میری شادی نہ کرائی تو تم کو ایک دم بائیکاٹ کردوں گا۔ اور زبردستی تمہاری بیوی چھین لوں گا۔
مرزا:- ہا ہا ہا! بھلا میری جورو کو چھین کر تو کیا کرے گا۔؟
فطرت:- کیا کروں گا۔ تم سے زیادہ اس سے محبت کروں گا۔ اور جب وہ مجھے اپنے آغوش شفقت میں لے گی تو میں اس کا دودھ پیا کروں گا۔ اور تم کو خوب جلاؤں گا۔
مرزا:- دور ہو مردود! ہٹ جا میرے سامنے سے نابود۔
آوازیں:- ارے عظمت! عظمت:- جی جناب!
مرزا:- دیکھو ٹھیک چار بجکر دس منٹ پر ایک مس وایک ڈاکٹر آویں گے۔ تم سب چیزیں صفائی سے رکھنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔
عظمت:- بہت خوب!
فطرت:- اباجان میری درخواست پر کیا حکم لگایا۔؟

مرزا۔ دور ہو مردود بد کلام۔

فطرت مرزا۔ اُف! بابا کا تو اس وقت اسٹیم تیز ہے۔ ابی بگڑے دل باوا سلام۔

مرزا۔ جیتے رہو۔ فطرت:۔ جی نہیں آپ خدا سے کہکر مروا ڈالو۔

مرزا۔ دور ہو مردود۔

فطرت مرزا۔ واہ بیٹا مردود۔ ابا جان۔ اب غصہ کو تو تھوک دو اور جو میں پوچھوں اس کا جواب دو۔

مرزا۔ دور ہو مردود۔

فطرت مرزا۔ اے مردود کے باوا جان یہ بتاؤ کہ تمہاری شادی ہوئی کہ نہیں۔؟

مرزا۔ بھئی واہ! گدھے کے بچے نے کیا سوال کیا ہے اے خر بے دُم۔ میری شادی نہیں ہوتی تو تو کہاں سے پیدا ہوتا۔ دور ہو مردود۔

فطرت:۔ ابا جان میں نے تو خیال کیا تھا کہ میں خاکی انڈا ہوں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ آپ شادی کی تو میں دنیا میں برآمد ہوا۔ اب اسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ میری شادی ہو جانی چاہیے کہ آپ کی پیڑھی کا ایک بیٹا میرے بھی ہو جائے۔

مرزا۔ ہاں اور وہ بھی تیری طرح خبطی ہو۔

فطرت مرزا۔ ابا جان! ذرا اپنی زبان کو لگام دو۔ تم خبط الحواس تمہارا باوا خبط الحواس تمہارا بیٹا خبط الحواس۔ تمہارا بھتیجا خبط الحواس۔

مرزا۔ بھلا لے بھتیجے کے سالے، بندہ بھی تو دم تکلے سے بل نکالے کر جینے کے پڑ جائیں لالے۔ لے میں حیران ہوں کہ تجھ سے خبطی کو کون اپنی بیٹی دے گا۔

فطرت:۔ میں آپکو بتاتا ہوں۔ مرزا۔ بتا!

دلیسی دکان۔لوگ کہتے ہیں کہ ولایت والے کمال کرتے ہیں۔میں یہ کہتا ہوں غلط بالکل غلط۔ایسا کونسا کام ہے جو ہم نہیں کر سکتے ہیں۔ارے باوا سارے بھائی۔دولت عقل و محنت سے ملتی ہے جسکی مجسم مثال میں ہوں۔میں نے اپنی ہمت سے یہ سودیشی دکان کھولی ہے جس میں خاص دیسی کپڑے دیسی کھلونے و دیگر دیسی اشیائے میرے ہاتھ کی طیار کردہ موجود ہیں چونکہ میرا لڑکا فطرت تو مخبوط الحواس ہے اس لئے میں نے یہ کام اپنے بھتیجے عظمت کو بھی سکھا دیا ہے۔

عظمت! عظمت!!

عظمت :۔ جی چچا جان۔

مرزا عشرت :۔ دیکھو گاہکوں کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔سب چیزیں صفائی سے رکھو۔

عظمت :۔ جی آپ کے فرمانے سے پیشتر ہی سب کام درست ہے۔

مرزا :۔ شاباش۔جاؤ کام کرو۔

فطرت :۔ یا الہیٰ دے لگائی سے لگائی الدّ ؟ ساتھ میں دو بچے ہووئیں اور ہووے ایک یار

مرزا :۔ آ گیا حواس باختہ۔الو کی دم فاختہ۔عقلمندوں کا حریف مجسم ظریف۔نفرت دور ہو مردود۔

فطرت :۔ جورو ہو گر بغل میں تو لطف شباب ہے ؎ جورو بغیر دنیا میں جینا خراب ہے

یا اللہ جورو دلوا دے مگر کیسی تیرہ برس کی۔اگر تیرہ برس کی نہیں تو سات برس کی کنواری ہی سہی۔نہیں تو سترہ برس کی سکنڈ ہینڈ ہی دلوا دے مگر دلوا دے۔ادھر ہو ہماری (ادھر) کنیز صم بیٹھے ہیں چلو اس بیوقوف کے باپ سے چل کر جورو کی درخواست کریں۔

گانا

(۱) جلدی سے جورو کرا دے دے۔ اے میری ہونیوالی جورو کے خسر میرے

(۲) ... کے پدر سلام۔

سعداللہ:۔ ہاں ہاں انعام میں۔؟

اورنگ زیب:۔ انعام تو نیک کام کے معاوضہ کا نام ہے۔ اب کہو کہ تم نے کون سا ایسا نیک کام کیا ہے کہ جس کے معاوضہ میں یہ تمہیں ہار ملا۔؟

سعداللہ:۔ میں اس کا جواب آپ کو کل دوں گا۔

اورنگ زیب:۔ کل نہیں۔ آج ہی لوں گا۔

سعداللہ:۔ کیا کہا آج ہی۔؟

اورنگ زیب:۔ ہاں ہاں آج ہی

سعداللہ:۔ مجھ سے۔؟

اورنگ زیب:۔ ہاں ہاں تم سے۔

سعداللہ:۔ تم مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔

اورنگ زیب:۔ ہاں! خوب جانتا ہوں اچھی طرح پہچانتا ہوں ؎

میں خوب جانتا ہوں ہو سب سے بڑے وزیر — تمہاری مٹھی میں بند ہے شاہجہاں کی تقدیر
مگر یہ یاد رہے بادشاہ اور فقیر — مجھے بھی کہتے ہیں اورنگ زیب عالمگیر
جواب صاف بالا قرار تم سے لے کے چھوڑونگا — تمہیں دینا پڑیگا ہار تم سے لیکے چھوڑوں گا

باب پہلا — پانچواں سین — مکان مرزا عشرت

مرزا عشرت:۔ ہونا چاہئے۔ بیشک ہونا چاہئے۔ ہر انسان میں ضرور ہونا چاہئے۔ کیا دیسی خیال۔ دیسی کمال۔ دیسی پوشاک۔ دیسی خوراک۔ دیسی قبرستان۔ دیسی مسان۔ دیسی مکان

دارا:۔ خدا آپ کی دعا مستجاب کرے اور میرے دشمنوں کو ذلیل و خوار بنائے۔
سعداللہ:۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔ دارا:۔ تسلیم تسلیم تسلیم۔
سعداللہ:۔ آداب۔ آداب۔ آداب۔ اورنگ زیب:۔ السلام علیکم۔
سعداللہ:۔ وعلیکم السلام۔ کون شہزادے صاحب۔ کہئے جناب کہاں سے آنا ہوا۔
اور اب کہاں کا قصد ہے۔؟
اورنگ زیب:۔ میں عداوت پور سے آیا ہوں۔ اور بغاوت پور کا قصد ہے۔
سعداللہ:۔ تو کیا بغاوت پور میں آپ کا کوئی حریف بھی رہتا ہے۔
اورنگ زیب:۔ جی ہاں! وزیر سلطنت جو ایک مکار شریف ہے وہی میرے مدمقابل ہے
اور میرا حریف ہے۔ ظاہر میں تو میرے بھائی اور باپ کا طرفدار اور باطن میں مطلب
کا یار اور غرض کا آشنا اور سب سے بڑھ کر طرہ یہ ہے کہ وہ کانچ کے مکان میں بیٹھ
کر لوہے کے ستون پر پتھر کے پانسے پھینکتا ہے غرضکہ ؎

بڑا ہی لالچی ہے رشوت و لالچ کا بندہ ہے — بظاہر پاک ہے پر درحقیقت دل کا گندہ ہے
لے جو زر تو حق کو بھی نہیں خاطر میں لاتا ہے — جو مٹھی گرم کر دے بس اسی کا راگ گاتا ہے

سعداللہ:۔ اجی جناب! آپ کے پاس لالچ اور رشوت کا کوئی مدلل ثبوت۔
اورنگ زیب:۔ جی ہاں ؎

یہ تو آنکھوں سے دیکھیں آپ نقشہ اسکی صورت کا — مثال طوق لعنت ہے گلے میں ہار رشوت کا

سعداللہ:۔ یہ ہار ہا ہا ہا۔ یہ ہار شہزادے صاحب یہ ہار جس پر آپ کا دل للچا رہا ہے
یہ کوئی رشوت میں نہیں بلکہ انعام میں ملا ہے انعام ملا۔
اورنگ زیب:۔ انعام میں۔؟

شاہجہاں:- اور راجپوت۔

جسونت سنگھ:- سینہ سپر بن کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ قسمت کا فیصلہ کریں گے۔

شاہجہاں:- انجام کار!

جسونت سنگھ:- حق کی فتح ہوگی اور باطل کی ہار ہے

ہندو اور مسلم مثالِ کوہ جب ٹکرائیں گے — آن واحد میں ہزاروں گھر کھنڈر ہو جائیں گے
دوست دشمن بن کے قابو میں نہ ہرگز آئیں گے — سلطنت ہوگی تباہ عالم پناہ پچھتائیں گے
پھیل جائیگا دھواں جنگ و جدل کا ہر طرف — اک سماں بندھ جائیگا ہیکل اجل کا ہر طرف

شاہجہاں:- دیکھا جائے گا اچھا میرے ہمراہ چلو۔

سعد اللہ:- دشمن کے سر پر میرا وار چل گیا۔

دارا:- آنکھوں میں جو کھٹکتا تھا وہ کانٹا نکل گیا۔

سعد اللہ:- کہئے حضور اب تو آپ کو اورنگ زیب کا ڈر نہیں رہا۔

دارا:- آپ جیسا رہنما میرا دستگیر ہے تو پھر بیچارہ اورنگ زیب کیا چیز ہے۔ میں تو بادشاہ سلامت سے بھی نہیں ڈرتا۔

سعد اللہ:- اچھا لیجئے میں نے اپنی شرط کے مطابق اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ لیجئے یہ شاہی مہر اب اپنا وعدہ پورا کیجئے۔

دارا:- ہاں ہاں لیجئے لیجئے یہ میری دادی صاحبہ کی یادگار ہے جو شاہی خاندان میں سب سے زیادہ قیمتی ہار ہے۔ اس کام کے معاوضہ میں نہایت خوشی سے لیجئے۔

سعد اللہ:- میں دعا کرتا ہوں کہ میری موجودگی میں خدا حضور کو دہلی کے تخت پر جلد بٹھائے اور بہت جلد ہندوستان کا فرمانروا بادشاہ بنائے۔

جسونت سنگھ:- اگر حضور کا شبہ یقین کی معراج تک پہونچ چکا ہے تو اسوقت غلام کی نظروں کے سامنے فی الحال دو صورتیں ہیں۔ ایک تو فرض وفا دوسرے حق نمک۔ لہذا فرض مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں آقا کو بدنامی سے اور ملک کو خانہ جنگی سے بچاؤں۔ بغاوت کی بھڑکتی ہوئی آگ کو تلواروں کی قاتل ہوا سے نہیں بلکہ رحم اور انصاف کے سے بجھاؤں۔ کیونکہ ؎

سلطنت کے دوست ہیں کم اور دشمن ہزار ۔ انکی چکنی چپڑی باتوں کا ہرگز نہیں ہے اعتبار
ہر عبادت کیلئے ایک ایک مقرر وقت ہے ۔ وقت پر جو پیش حق جھک جائے وہ خوش وقت ہے
دور کچھ مسجد نہیں کھل جائیں گے راز و نیاز ۔ پہلے سن لیجئے اذاں پھر ہو کے خم پڑھئے نماز

شاہجہاں:- ہرگز نہیں کبھی نہیں۔ جب میرے کانوں میں اذان کی دلکش آواز کے بدلے بغاوت کی خوفناک آواز آچکی تو پھر مجھے اورنگ زیب کے منہ سے اذان کی پاک آواز سننے کی ضرورت نہیں۔

جسونت سنگھ:- مگر غلام کی موجودگی میں بغاوت کیلئے سر اٹھائے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

شاہجہاں:- فرض کرو اگر ایسا ہوا تو؟

جسونت سنگھ:- تو میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ زبردست ہاتھ جو فرض وفا سے سبکدوش ہو چکا ہے حق نمک ادا کرنے کیلئے سب سے پہلے اس تلوار کے قبضہ پر ہوگا۔

شاہجہاں:- اور پھر یہ تلوار؟

جسونت سنگھ:- نیام سے باہر نکلے گی اور اورنگ زیب کے سر پر بجلی کی طرح چمکے گی۔

شاہجہاں:- اور اس کی چمک۔

جسونت سنگھ:- اہل اسلام کی نظروں میں چکا چوند پیدا کر دے گی۔

...ام۔

...کہ راجپوتوں پر ٹوٹ پڑیں گے اور انتقام لیں گے

جسونت سنگھ:- قبلۂ عالم آئینہ اور پانی دونوں میں صفائی ہوتی ہے لیکن جس طرح صفائی کا امتیاز لازمی سمجھا جاتا ہے اسی طرح حالات اور واقعات کی رو سے جہاں تک غلام کو علم ہے اس بادشاہی خاندان میں اورنگ زیب کا چہرہ صفا اور دارا شکوہ کا چہرہ بدتر نظر آتا ہے۔

سعد اللہ:- جی نہیں حضرت —

دنیا کے داؤ پیچ میں اورنگ زیب سے دارا شکوہ تو پاک ہے مکر و فریب سے

جسونت سنگھ:- کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دارا شکوہ نے اورنگ زیب کے مخالفانہ ہاتھ نہیں اٹھایا اپنی شاہانہ شان پہ بدنما داغ نہیں لگایا۔ آداب شاہی سے انحراف قانون سلطنت کے خلاف سرکشوں کی طرح سر نہ اٹھایا اور ظالموں کی طرح دست دراز نہیں کیا۔

سعد اللہ:- ہاں کیا اور ضرور کیا مگر بغض و حسد کے خیال سے نہیں۔

جسونت سنگھ:- کیا ثبوت؟

سعد اللہ:- ثبوت! ثبوت یہ ہے کہ دارا شکوہ اپنی خطا کو خطا سمجھ کر منصف مزاجوں کی طرح اپنی ندامت کا اظہار کرتا ہے اقرار کرتا ہے مگر اورنگ زیب برخلاف اسکے اپنے علم و عقل کے گھمنڈ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتا بلکہ سرکشی پر آمادہ ہے۔

جسونت سنگھ:- کیا کہا سرکشی پر۔ معاف کیجئے میں اس افواہ کو کبھی نہیں تسلیم کرتا۔

شاہجہاں:- کیوں کیا زبان خلق نقارۂ خدا نہیں۔

جسونت سنگھ:- سچ ہے مگر ہر شخص سلطنت کا خیر خواہ نہیں۔

شاہجہاں:- سچ ہے مگر میرے عزیز جو دیکھا کرتا ہے وہ سمجھ میں آتا ہے۔

جسونت سنگھ:- میرے حضور! البتہ تجربہ کار انسان سنی سنائی باتوں میں آکر دھوکہ کھا جاتا ہے

شاہجہاں:- ہرگز نہیں! مجھے کامل یقین ہے کہ اورنگ زیب بغاوت پر آمادہ ہے۔

میری شاہی میری شاہی کا نشان کچھ بھی نہیں
میر فرماں آج زیر آسماں کچھ بھی نہیں
میرے ہوتے کیا یہ ممکن ہے زمین ہند پر
حکم اورنگ زیب کا شاہجہاں کچھ بھی نہیں

سعد اللہ:۔ مگر حضور اس کی گوشمالی کیوں نہیں فرماتے۔

شاہجہاں:۔ سعد اللہ میں مجبور ہوں کہ شرع مطہرین کی پابندی اور احکام خداوندی میں اہل اسلام مجھ سے زیادہ اورنگ زیب کے معتقد اور شیدا نظر آتے ہیں۔

سعد اللہ:۔ تو کیا مضائقہ ہے جس طرح اہل اسلام اورنگ زیب کے معتقد اور شیدا ہیں اسی طرح راجپوتوں میں بڑے بڑے بہادر راجگان داراشکوہ کے دل سے گرویدہ ہیں لہٰذا مصلحت یہی ہے کہ اس کام میں مہاراجہ جسونت سنگھ کو اپنا معین اور مددگار بنالیجئے اور اورنگ زیب کی گوشمالی کیلئے راجپوتوں کا حوصلہ بڑھایئے۔

شاہجہاں:۔ ہاں مصلحت یہی ہے لہٰذا تم جاؤ مہاراجہ جسونت سنگھ کو جلد بلا لاؤ۔

سعد اللہ:۔ بہت خوب۔ ارے کوئی ہے۔ جاؤ مہاراجہ جسونت سنگھ کو حضور قبلہ عالم کا پیغام پہنچاؤ اور کہو کہ جلد دربار میں آؤ۔

سپاہی:۔ بہت خوب۔ حضور مہاراجہ جسونت سنگھ صاحب در دولت پر خود تشریف رکھتے ہیں۔

سعد اللہ:۔ اچھا آنے دو۔

جسونت سنگھ:۔ جہاں پناہ کی عمر و دولت زیادہ۔

شاہجہاں:۔ آؤ آؤ میرے زور بازو آؤ۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔

جسونت سنگھ:۔ حضور جلد ارشاد فرمائیں۔

شاہجہاں:۔ خبر جنگ و جدل کی آج یہ سننے میں آئی ہے
کہ اورنگ زیب دار الشکوہ میں قیامت کی لڑائی ہے
سنا ہے تم ہو واقف خوب دونوں کی لڑائی سے
یہ خلافت جلد کر دو کس کے چہرے پہ صفائی ہے

باب پہلا   چوتھا سین   رنج کا محل

گانا سہیلیاں

تمہارا لوبھی کیونکر آؤں جانی تمہاری سوگ بھرو کو جہاں دیور سے۔
نندیا بیر کیونکر آؤں نہ جانی۔ تمہارے ملن کو جیا ترسے۔
تمہارے رو دم جھوم پائل باجے رے۔ نہ بیرا بیر کیونکر آؤں نہ جانی
جیا جیا تورے لالے میں دو دڑو نہ پاؤں سے ماتھے میں ٹوک لینے جاؤں
آپہنچا گو سن نازک ناری ال موروا چھیا پیاری۔ ہر رنگ میں مار واڑ جاؤں

شاہجہاں:۔ وہ مری آنکھوں سے کہتا ہے وہ نور نظر ؛ وہ مری راحت پیا آسائش قلب و جگر
کہاں چکے تھے کل جو مری شان شوکت کی قسم ؛ شیوۂ مہر و مروت شان و عظمت کی قسم
زیست میں ایک دوسرے کی شکل سے بیزار ہیں ؛ آج میری زندگی سے بر سر پیکار ہیں

سعداللہ خاں:۔ جی ہاں حضور! جب حضور کی دبات میں اورنگ زیب چھوٹا ہو کر بڑے بھائی ولیعہد کے بازو قلم کرنے کی قسم کھا چکا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایک دن حضور سے بھی خراج لے گا۔

شاہجہاں:۔ کیا کہا مجھ سے خراج لے گا؟

سعداللہ خاں:۔ جی ہاں حضور سہ
دو دیا ہے بد توروں اپنے کا مرا سامان ہے ؛ ال سکے تیور دیکھا ہے خراج لیگا شاہجہاں

شاہجہاں:۔ سعداللہ کیا یہ ممکن ہے کہ شاہجہاں کے جیتے جی کوئی دوسرا بادشاہ اس سرزمین پر سر اٹھائے اور دہلی پر اپنا تسلط جمائے۔۔۔

سوچ میں کون بڑی خامی و مددگار ہے تیرا   تو ہے ہمشیر مری دل میں مرے پیار ہے تیرا

یہ بھی بھائی ہے مگر غیر کا شیدائی ہے   جب یہ ہے غیر کا شیدائی تو سودائی ہے

تو مجھے چھوڑ کر کرتی ہے حمایت اس کی   جو ترے پردہ کا دشمن ہے مروت اسکی

جہاں آرا۔ مجھے درکار عنایت نہ مروت اسکی   نہ تمہاری ہی محبت نہ حمایت اس کی

تم موروثی سے ولیعہد ہو یا حاکم ہو   جب خطا کر چکے محکوم ہوا اور خادم ہو

اس کی توہین کا میں لوں گی ملے گا بدلہ   اس کی توہین کا تم دو گے اور وہ لے گا بدلہ

دارا۔ ابھی بہن بس میں دارا ہوں وہ میرا ہمسر نہیں ہے ۔ جو بدلے مجھ سے وہ سکندر نہیں ہے

جہاں آرا۔ بنا دے اگر اس کو خالق سکندر   تو کیا ہو نہیں سکتا ہے اپنا ہمسر

دارا۔ ہر اک اپنا ہمسر ہو خدا دم ہمارا   سکندر سکندر ہے دارا ہے دارا

جہاں آرا۔ غرور و تکبر ہے بیجا تمہارا   کرو اس سے پرہیز ہے یہ اشارا

اسی طرح نخوت سے ہنس کر پکارا   سکندر پہ آوازہ کستا تھا دارا

ہوا سامنا جبکہ میدان میں اس کا   ولیکن جھپکتے لڑائی میں ہارا

اورنگ زیب۔ وہ ہارا   دارا۔ خاموش ستم آرا

ترے قبضہ میں جن ہے اور تو سراپا جادو   آن کی آن میں کر دیتا ہے تو خاصہ جادو

جن کے ہمراز جب آواز سنا دیتا ہے   جس کا دل چاہے دم بھر میں پھرا دیتا ہے

اورنگ زیب۔ بھائی صاحب! اسے

مرے قبضہ میں ہے جن اور نہ جادو ٹونا   یہ فقط آپ کا ہے سینہ سے اٹھکر پڑنا

ہاں صداقت میں نہاں فتح و ظفر رکھتا ہوں   اپنی سچائی میں جادو کا اثر رکھتا ہوں

سامنا ہوتا ہے جب میرا کسی بدخو سے   زیر کرتا ہوں اسے نعرۂ اللہ اکبر سے

اورنگ زیب:- اگر یہ زعم باطل ہے تو لاؤ اپنا سپید ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ تاکہ میں اسکو قلم کر دوں۔

دارا:- سبب-؟

اورنگ زیب:- تم نے میرے محافظ پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

دارا:- ہاں اٹھایا۔

اورنگ زیب:- کس کی اجازت سے-؟

دارا:- بہن صاحبہ کی اجازت سے۔

جہاں آرا:- ہرگز نہیں! میری اجازت سے نہیں بلکہ اپنی حماقت سے۔

دارا:- کیا کہا حماقت سے-؟

جہاں آرا:- ہاں ہاں! حماقت سے

میں نے کب تم سے کہا تھا اٹھاؤ اپنا ہاتھ
ایک نوکر ایک قطرۂ دم پہ اٹھاؤ اپنا ہاتھ
تعصب دل میں تھا اور سر میں تکبر و نخوت سے
اٹھایا تم نے اس پہ ہاتھ فقط اپنی جہالت سے

دارا:- ہیں ہائے یہ میں کیا سن رہا ہوں

میں نے ہاتھ اس پہ اٹھایا تیری حرمت کیلئے
تیرا پردہ تیرے پردے کی حمایت کیلئے
اور تو کہتی ہے میں نے اپنی نخوت کے سبب
ہاتھ اٹھایا اس سپاہی پر جہالت کے سبب

جہاں آرا:- ہاں جہالت کے سبب۔ کیا شرم کی بات نہیں ہے کہ تم ولی عہد ہو کر ادنیٰ ادنیٰ سپاہی پر ہاتھ اٹھاؤ۔ کیا قانون مر گیا تھا۔ انصاف فنا ہو گیا تھا جب تم ولیعہد تھے اور تمہارے ایک ادنیٰ اشارے پر قانون اس کو تہ شمشیر کر سکتا ہے تو پھر انصاف کے ہوتے ہوئے مجبور کیا تم کو اس پر ہاتھ اٹھانے کا کیا حق تھا

جس کے سر پر سایہ افگن ہو حکومت کا نشان
جس کی ماں ہو ملکۂ ہند اور باپ شاہ جہاں
وہ کرے قانون شکنی نام بد اصلاف کا
ہے سراسر ظلم یہ جاخون ہے انصاف کا

دارا:- ٹھہرو بہن جہاں آرا ٹھہرو اور سنو! اسے

اس کی جادو بھری تقریر پہ نازاں ہو کر
کر نہ انصاف کا تو خون پشیماں ہو کر

اورنگ زیب ۔ جن آنکھوں نے دیکھے ہیں حاکم شہنشاہ ‖ ذرا ان سے پوچھو وہ ظالم شہنشاہ
کیا کرتے تھے جو مظالم شہنشاہ ‖ نہ ہوتے تھے رب سے بھی نادم شہنشاہ
گرایا فلک کو زمیں پر تو آخر ‖ بنے خادموں کے بھی خادم شہنشاہ

جہاں آرا ۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ جب تک اس مردود سپاہی کے جو دسر چہرے پر ناپاک آنکھیں موجود ہیں ۔ میں کبھی اس کا قصور معاف نہیں کر سکتی ۔

دارا ۔ اور میں بھی باآواز بلند کہتا ہوں کہ بہن جہاں آرا اب میری مرضی کے خلاف نہیں کر سکتی ارے کوئی ہے ۔ جاؤ اس بدمعاش کو قید کر دو ۔

اورنگ زیب ۔ دیکھو بھائی صاحب میرے اس شریف ملازم کے قابل قدر احسانوں کو دل سے نہ بھلاؤ ۔ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آؤ ۔

گل نار ۔ اور میں بھی کہتی ہوں کہ آپ اپنے اس نمک حرام سپاہی کیلئے ایک لفظ بھی سفارش کا زبان پر نہ لاؤ ۔ اور ہمارے پردہ کی دقعت نہ گھٹاؤ ۔

مجرم کے جرم کی تم مدح سرائی نہ کرو ‖ جھوٹی منطق سے گناہوں کی صفائی نہ کرو

اورنگ زیب ۔ جھوٹے اقبال حکومت کی بڑائی نکرو ‖ جو بھلائی کرے تم اس سے برائی نہ کرو
تخت اور بخت خدا نے جو تمہیں بخشا ہے ‖ جس سے ناخوش ہو خدا ایسی خدائی نکرو

دارا ۔ میں خدائی نہیں ۔ بہن کی توہین کا بدلہ چاہتا ہوں ۔

اورنگ زیب ۔ میں بدلہ نہیں ۔ اس کے احسانوں کا نیک صلہ چاہتا ہوں ۔

تم کہا مانو مرا صدق و صفا کے واسطے ‖ رحم کی بوٹی کرو پیدا دوا کے واسطے
ایک مرض ہے ظلم تم کو زور و تر ‖ مان لو کہنا مرا اب بھی خدا کیوا سطے

دارا ۔ فکر کیجئے تو آپ اپنی ہے مرض یہ قدیم ‖ تم مرض کی آپ کرتے ہو دوا خود ہو حکیم

اورنگ زیب ۔ جی نہیں ۔ یہ شہزادی کی جان بچانے آیا تھا ۔

دارا ۔ کیا ثبوت ۔ کیا گواہ ۔ ؟

اورنگ زیب ۔ یہ مار سیاہ ۔

دارا ۔ میں نے مانا سانپ یہ ڈسنے کو آیا تھا مگر ؛ باغ کے باہر بھلا کیوں کر ہوئی اسکو خبر
قبضۂ قدرت میں اسکے جام تھا جمشید کا ؛ یا دل اس کا آئینہ خانہ تھا خفیہ بھید کا

جہاں آرا ۔ میں پردہ نشیں پاک تھی ہر جرم و خطا سے ؛ آراستہ تھی پیرہن شرم و حیا سے
رنگین نہ ہوئے ہاتھ کبھی خونِ جفا سے ؛ یہ کھونے کیوں آیا مجھے مکر و دغا سے
ڈس لیتا اگر سانپ میں مر جاتی بلا سے

اورنگ زیب ۔ خیر جبکہ یہ عقیدہ اور ایسا دھیان ہے ؛ دو سزائے موت اس کو یہ میرا فرمان ہے
مشتہر کر دو یہ دلی شہر میں تم آج ہی ؛ فی زمانہ جو کرے احسان بے ایمان ہے

جہاں آرا ۔ دیکھو بھائی صاحب تم باطن کا ترانہ نہ گاؤ ۔ مفت میں جھگڑا نہ بڑھاؤ

ملازم کا احسان ہم پر جتانا ؛ اور رتبہ زمیں کا فلک سے بڑھانا
سنے گا اگر بات یہ کوئی دانا ؛ تو نفرین تم پر کرے گا زمانہ
یہ ادنیٰ ملازم ہے بندہ ہمارا ؛ کہاں اس کا احسان رتبہ ہمارا

اورنگ زیب ۔ یہ مانا کہ نوکر ہے ادنیٰ ہمارا ؛ تم حاکم ہو گورے یہ محکوم کالا
مگر تم جو یہ دے رہی ہو حوالہ ؛ تمہاری جہالت کا ہے یہ قبالہ
نہیں رہتی یکساں زمانے کی حالت ؛ کبھی اعلیٰ ادنیٰ ہے ادنیٰ ہے اعلیٰ

دارا ۔ بیوقوف ہے یہ تیرا عقیدہ ہر اپنا نہیں ہے ؛ فلک ہے فلک اور زمیں یہ زمیں ہے
شہنشاہ شہنشاہ خادم ہے خادم

اعظم خاں:۔ حضور حضور ذرا تحمل فرمائیے خدا را مرشد زادوں کو نہ بلوائیے۔

جہاں آرا:۔ کیوں کیا وہ بچھو جو دوسروں کی جان کو ایذا پہنچانے کی غرض سے اپنے بل سے باہر نکل کر آتا ہے کیا وہ زندہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔؟

اعظم خاں:۔ جی نہیں۔

جہاں آرا:۔ تو پھر تو کیوں گھبراتا ہے؟

اعظم خاں:۔ اس لئے کہ بندہ خیر خواہ ہے۔

جہاں آرا:۔ اگر تو سچا خیر خواہ ہے تو اپنی بے گناہی کا ثبوت دے۔

اعظم خاں:۔ حضور پہلے اس سانپ کو ملاحظہ فرمائیں۔

جہاں آرا:۔ ہرگز نہیں۔ جس طرح میں تجھ کو نہیں پہچانتی۔ اسی طرح سانپ کو بھی نہیں جانتی ؎

دھوپ تھی سر پہ مرے یا کہ تھی چھاؤں — سو رہی تھی بے خبر غفلت میں پھیلا پاؤں
باغ میرا باغ میں فرماں مرا ہوتے ہوئے — تو نے ان آنکھوں سے کیوں دیکھا مجھے سوتے ہوئے

اعظم خاں:۔ انقلاب میں آپکی باتوں کا کیا جواب دوں۔ حضور صرف اتنا جانتا ہوں کہ ؎

میری آنکھیں ہیں ہنوز پاک باطن کی طرح — میں قسم کھاتا ہوں تیری ایک مومن کی طرح

دارا:۔ خاموش!۔

اورنگ زیب:۔ اللہ اکبر۔

دارا:۔ بے ادب گستاخ بے حیا خاموش ؎

قسم کھاتے ہیں چھوٹے اور تو چھوٹوں کا افسر ہے — سمجھتا ہوں میں جو کچھ دل میں تیرے فتنہ و شر ہے
بہانا سانپ کا اور بار احسان کھینچنے آیا تھا — حقیقت میں تو شہزادی کی عصمت لینے آیا تھا

اپنا پھن پھیلائے بیٹھا ہے شہزادی کے سینہ پر

ناگ ہے اور ڈسنے کو تیار ہے

اعظم خاں:- تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ شہزادی ایک پردہ نشین عورت ہے۔ اسکے پاس جانے کی قدرت
میں ہماری ... ہند کی حکومت ہے۔ اگر یہ نیند سے بیدار ہو گئی۔ اور مجھے اس زنانے باغ میں
آپ یہاں دریافت کر بیٹھیں تو پھر میں ان کی چمکتی ہوئی تلوار کے وار کا جواب کونسی ڈھال سے دونگا

نکالے گی خلش یہ دیکھنا اپنے سینے کی
نہیں مجھکو ہے دنیا میں پھر امید جینے کی

حمیدہ بانو:- تم ہو یا ... کام آئے۔ شرط یہ ہے کہ زبان پر نہ میرا نام آئے

اعظم خاں:- خیر یہ دیکھا جائیگا۔ تم جاؤ اور میری جگہ پہ کھڑی ہو جاؤ کہ کوئی نہ آنے پائے

(اعظم خاں کا فیر کرنا)

جہاں آرا:- تو کون۔؟

اعظم خاں:- پہرہ دار۔

جہاں آرا:- تیرا نام۔؟

اعظم خاں:- اعظم خاں۔

جہاں آرا:- تو یہاں کس کی اجازت سے آیا۔؟

اعظم خاں:- اے خدا! اب میں کیا جواب دوں۔؟

جہاں آرا:- ارے کوئی ہے!

سہیلی:- جی حضور!

جہاں آرا:- جاؤ بھائی دارا اور بھائی اورنگ زیب کو اس گستاخ سپاہی کی
اور اس سانپ کی حقیقت سناؤ اور کہو کہ جلد باغ میں تشریف لائیں

جہاں آرا :- اری موئی ! سہ
تری باتیں ہیں جھوٹی یا کہیں سچی خدا جانے
میں جانتی ہوں سونا جاگنا میری بلا جانے

پہلی سہیلی :- شہزادی صاحبہ تو سچ مچ سو گئیں۔
دوسری سہیلی :- اب بہن حمیدہ بانو کو دعا دو اور گھر کا راستہ لو۔
حمیدہ :- ہاں ہاں مجھ کو دعا دو اور اپنے اپنے گھر کا راستہ لو۔
تیسری سہیلی :- تو بہن ! یہاں رہ کر کیا کرو گی رت جگا۔؟
چوتھی سہیلی :- اری موئی آج زنانے باغ کے دروازہ پر ان کے منگیتر اعظم خاں کا پہرہ ہے۔ اس لئے اس بیچاری کا دل رت جگا منانے کے لئے چاہتا ہے۔
حمیدہ بانو :- اری چپ ! کیا تم سب مل کر مجھے بنانا چاہتی ہو۔

گانا

سہیلی حمیدہ بانو :- سکھی بولو بولو نہ شرماؤ گھونگھٹ میں منہ نہ چھپاؤ۔ لو آؤ سکھی۔ بولو بولو نہ شرماؤ۔ رنگ رلیاں مچاؤ۔ اٹھکھیلیاں دکھاؤ۔ لو آؤ سکھی۔ بولو بولو نہ شرماؤ
حمیدہ بانو :- ہیں یہ کیا سانپ او خدایا کالا ناگ ایسا بن کے عزرائیل بیٹھا ہے
کہ جیسے سینۂ ہابیل پر قابیل بیٹھا ہے
او خدا ! میں کیا کروں۔ اس موذی کا سر کس طرح کچلوں۔ ہاں خوب یاد آیا۔ زنانے باغ کے دروازے پر میرے منگیتر اعظم خاں کا پہرہ ہے۔ بس جلد جاؤں اور ان کو بلا لاؤں۔ وہی اس موذی کا سر کچل سکتا ہے۔
اعظم خاں :- کیوں کیا ہے۔؟
حمیدہ بانو :- یہ دیکھو سہ

خم چنگ مت کب عداوت نہنگ سے ؎ ٹکرا رہا ہے شیشہ کا داک سنگ سے

خبردار ہو جا ہوشیار ہو جا تو نے دست سے سینہ میں دبی ہوئی آگ کو آج اپنی سخت کلامی

کی پھونکوں سے اور بھی بھڑکا دیا ہے

کھینچوں گا تیری روح کو سینہ دبوچ کر ؎ کھاؤں گا تیری بوٹیاں میں نوچ نوچ کر

سین ختم

باب پہلا سین تیسرا باغیچہ خوابگاہ

باغ پُر فضا دلکشا پُر بہار ہے (گانا) پھولا گلزار ہے عجب نکھار ہے

سہیلی۔ ہیشو طیور پیا بنا مورا جیا گھبرائے۔ چھونے سہا ئے

جہاں آرا۔ کوئی جل کے مورا سندیسا سنائے یہ کاہے جیا کلپائے۔ جیا کو جلائے

ہئیرہ نہیں بھلائے۔ ہٹے جاؤ جاؤ توئے نہ ستاؤ۔ بتیاں ہم سے ایسی نہ بناؤ۔ اے

ری سکھی مان جائے۔ دیکھو موسم خوشگوار ہے۔ دہا ہیشو طیور۔

جہاں آرا۔ میری پیاری مہنوے

غلبہ ہوا نیند کا اُترا نہیں جو نشہ نیند کا

پھیلا کے پاؤں پھر اس پہ بھی ہے یہ نشہ نیند کا

کاش جادو ٹونے یا سونے سے نہیں اترتا بلکہ جاگنے سے اترتا ہے

ری جس نیند کا نشہ سونے سے نہیں اترتا کہیں جاگنے سے اتر سکتا ہے

شہزادی صاحبہ! آپ جس سونے کو کہہ رہی ہیں وہ سونا اور ہے اور یہ سب

حضرت عشق کا ایک نیا طرفہ تماشہ ہے

جتنا اسکے ہجو کرتے ہو سر سبز اپنی بات
کیونکر میں اپنے دلمیں نہ دیتا انھیں جگہ
اوروں کو تو شہید کیا تیغ ناز سے
اس طرح شمع بزم نے طے کی عدم کی راہ
دلمیں رہے جنھوں کی بدولت ہمیشہ داغ
اس طرح انکو پھندے میں لانا نہ یاد تھا
نالاں تھے ہم جدا کے ساقی کی یاد میں
جب تم نے آزمایا ہمیں پایا سر بکف
کھلتا تا حال سابقہ پڑنے سے مہرباں
کچھ رحم بھی مزاج مبارک میں قبل تھا
جانے بلا تمھاری جو حد سے گذر گئے
شبہ شرارت اوروں کی کیونکر میں آپ سے
[illegible] نہ یا تھیں امتحان کے وقت

آگے جو تم ایسے کبھی ہمشہ برہم نہ تھے
قابل تمھاری نگہ رہنے کے دیر و حرم نہ تھے
کیا ہم کسی کے آگے سر تسلیم خم نہ تھے
دیکھا تو راہ میں کہیں نقش قدم نہ تھے
اے عشق اس خزانے میں کتنے درم نہ تھے
آگے تمھارے ان میں پیچ و خم نہ تھے
نالے ہمارے سرو گلستاں سے کم نہ تھے
منہ موڑ جاتے وقت پہ ایسے تو ہم نہ تھے
کچھ ہم مقابلے میں رقیبوں سے کم نہ تھے
ایسے تو آپ مائل جور و ستم نہ تھے
دن ہجر کے بھی روز قیامت سے کم نہ تھے
کیا معتبر حضور کے قول و قسم نہ تھے
آخر تمھارے چاہنے والوں میں ہم نہ تھے

بعد مرنیکے بھی ہو کوچۂ جانانکی تلاش
دل سے میرے ہوس باغ جنان دور رہے

ملکے داغوںسے نہ کسطرح اُٹھے دود سیاہ
غیر ممکن ہے چراغوںسے دھوان دور رہے

دلہی کمرا ہو وہی بت جو تصو بند چھپالے
نہ مکین دور رہے اور نہ مکان دور رہے

خطسے خم لب پیش ہوا چاہ ذقن قہر ہوا
یوسف دلسے الٰہی یہ کنوان دور رہے

سو بھی ہم لےسکے زلانیکی یہ تدبیر ازل
چشم گردوں سے نہ آہونکا دھوان دور رہے

کچھ علاج ایسا بتا دو کہ یہ درد دل بھی
آپکی طرح مسیحائے زمان دور رہے

کچھ وہ انصاف پہ تھے شکوۂ دوری جھکیا
منفعل ہو کے کہا واقعی ہان دور رہے

یہ جوانی یہ دن اس دور میں انصاف تو کر
دخت رز پاس ہے اے پیر مغان دور رہے

چشم خوبانمیں ترا حسن ہمیشہ کھٹکے
نظر بد سے تو اے آفت جان دور رہے

نالہ گرم سے بلبل کے نہ غنچے مرجھائیں
حزن گل سے الٰہی یہ خزان دور رہے

رشتۂ جان نہ اسے کہتے بنے ٹوٹا یہ پیچ
اب کیون نظرونسے ہوے میان دور رہے

غم فرقت سے پہونچ جاتے ہیں مرنیکے قریب
ملے اے فلق یار سے دو دن بھی جہان دور رہے

شہرت ہی میرے نالہ و چشم پر آب کی
بجلی ہی ہر ایک کہتا ہی برق و سحاب کی

رحمت اُٹھاؤن مہر وشون سے محال ہی
سونگھی ہی بو کسی نے گل آفتاب کی

تا نخل گل ہی یار کا میلا ہی شاخ گل
لمبے کے گل ہین پیٹ مین کلیان گلاب کی

او تہمسوار زیب ہی پاپوش مین کسن
پلکین ضرور چاہیے چشم رکاب کی

مرنے سے میرے محفل ماتم ہی بزم مہ
ساقی سیاہ پوش ہی بوتل شراب کی

سویا نہ تمکو آپ نہ سونے دیا مجھے
کیا بیچ بیان کہون اُس بیحجاب کی

اشک کباب اشک ہین لخت جگر کباب
پلکین بنی ہین ہجر مین سیخین کباب کی

کیا کیا تڑپ تڑپ کے کٹی ہی شب فراق
ایسی ہی رات قبر مین ہوگی عذاب کی

دلمین کبھی کبھی مری آنکھون مین رہتا ہی
شوخی تو دیکھنا مرے خانہ خراب کی

دریا پہ کس پری نے کیا عزم میکشی
ہی دست موج مین جو پیالی حباب کی

تبدیلی رنگ ہی گانہ منہ جام مین دیکھ
مرجھاتی ہی گلو نکہ طپش آفتاب کی

کیا دخل کوئی دیکھے تماشا ئے روے یار
خورشید حشر بنگئی جالی نقاب کی

اُس کشتی سے آڈ کے پھرتی ہی دربدر
کیا تو نے آہ صبا مری مٹی خراب کی

طائر رنگ حنا کا مرغ جان ہوتا جلیس
اب نگینے کے شجر پر آشیانا چاہیے

خط میں لکھی ہے حقیقت شرح گر دیکے اگر
نامہ بر جنگلی کبوتر کو بنانا چاہیے

جوش وحشت کہہ رہا ہے نکہت گل کی طرح
آج تو دیوار گلشن پھاند جانا چاہیے

وصف دندان میں مضمون کی ہے جو تلاش
بحر فکرت میں ذرا غوطہ لگانا چاہیے

چین گیسو سے دکھا دو خال عارض کی بہار
میرے مرغ روح کو یہ دام و دانا چاہیے

اس تمنا پہ ہوا ہوں خاک میں اور جنگجو
میری مٹی کے تجھے پینڈھے لڑانا چاہیے

عارض تابان کے تل پہ ہر دفع چشم بد
خال رخسار پری کا کالا دانا چاہیے

صفحہ دل سے خیال غیر اے جان جہان
صورت حرف غلط تجکو اٹھانا چاہیے

پھنس گیا ہے دام کاکل میں بتان ہند کے
طائروں کو ہم لیے دام و دانا چاہیے

پنجۂ گلدستے ادا گل ہم ہوئے ہیں عندلیب
پنج شاخے پر ہمارا آشیانا چاہیے

چل نہیں سکتا ہمارا توسن عمر روان
بار ڈھسکے قمری کا قاتل تازیانا چاہیے

بعد مدت کے یہ رتبہ ہوا ہے وہ پری
آج تو اے دل تجھے بغلیں بجانا چاہیے

ہو چکا ہے جراح زخمی تیغ ناز یار کا
ٹانکے بھی گردن کے ڈورے لیکے لگانا چاہیے

لب تک آئی ہے بادہ کشو آ نہیں سکتی توبہ
بہنے ہے موج مے ناب کی بیڑی توبہ

ہیں وہ میکش کہ بھری ہے اچھلکی توبہ
نہ گئی پایا جابت تلک اپنی توبہ

کسی نشا کا دل تو نہیں توڑا واعظ
کیا خطا ہے نہیں ہے پی مے جو توڑی توبہ

ہیں تو آمادہ ہوں کیا کروں ابر ہے عذر
کرنے دیتے نہیں ایام جوانی توبہ

توبہ بادہ کشی کی ہے بھلا ہیں ہے تو
کی ہے کیا تونے پلانے کی بھی ساقی توبہ

شرم آئیگی مجھے پیر مغاں سے واعظ
میں نے ایام جوانی میں اگر کی توبہ

بادہ خواری کا کیا قبر مغاں پر جلسہ
ہمنے مستان بڑی دھوم سے توڑی توبہ

لب حسرت سے صدا آتی ہے آمین آمین
خوف عصیاں سے جو کرتا ہے یہ عاصی توبہ

سنتا جاتا ہوں انہیں خود جو بہار آتی ہے
چار دن بھی نہیں مجھ رند سے نبھتی توبہ

توڑ ڈالا ہے زمانے نے مجھے اے واعظ
ورنہ خرمستی سے ٹوٹی نہیں میری توبہ

میکشی مجھ سے تو دو دن بھی نہیں چھٹ سکتی
ساقیا جا کے دکھلانے کو کر لی توبہ

دال توبہ شکنی پہ ہے شکستہ حالی
رند محتاج کی ثابت نہیں رہتی توبہ

دیکھے تو جو کبھی دختر رز کا جوبن
واعظا توڑے مری طرح سے تو بھی توبہ

کوئی کہدے یہ طبیبوں نے خطا کرتے ہو کیا
ہاں مرض اور ہو تم اور دوا کرتے ہو

اپنے اعمال سے تم کچھ بھی حیا کرتے ہو
مغفرت کیلیے کس منہ سے دعا کرتے ہو

دل جفا کارونکو دیتے ہو برا کرتے ہو
اپنے غمخوار کو پہلو سے جدا کرتے ہو

ہم چلے جب تو کیا آپنے قصد نزع کا
وعدہ پورا ہے تب عہد وفا کرتے ہو

رشک کسطرح سے مجھکو نہو ای جان جہان
کہ سے ہوتے رقیبوں پہ جفا کرتے ہو

دلمین جا دیتے ہو عشق صنم خودبین کو
بتکدہ پہلو مسجد مین بنا کرتے ہو

دیکھو جلا دو نہین ہوجاؤگے بدنام ای جان
اپنے جانباز کو ممنون قضا کرتے ہو

دستیاب اسکو تو پابوس ہی محروم ہین ہم
چھکے پا تالوتے تو قہر حنا کرتے ہو

کتنے صیاد جفا پیشہ ہو تم بھی ای جان
جان ہی لیتے ہو میری نہ رہا کرتے ہو

حسن اعجاز تکلم جو دکھاتے ہو کبھی
مرغ تصویر کو بھی نغمہ سرا کرتے ہو

صبح ہوتے ہوے گھر آتے ہو ہم سنتے ہین
آجکل شب کو کہان تم دور رہا کرتے ہو

نکہت جسم سے ہوجاتے ہین پیراہن گل
ہوا جو گلزار مین تم بند قبا کرتے ہو

ہم بھلے کیلیے کہتے ہین تمھارے ای جان
ساتھ بدخصلتوں کے پھرتے ہو برا کرتے ہو

بنجائے مثل بستر خار لینے واسطے — فرقت مین مخملی بھی اگر فرش خواب ہو

بیمار ہجر دختر رز سے ہون ای طبیب — نسخے مین مغز تخم کدوئے شراب ہو

نالہ کرون تو کان ہون کر و بیونکے کر — ہل جائے عرش دلکو اگر اضطراب ہو

مولا مرے مدد کو مری جلد آئیو — مجھسے لحد مین جبکہ سوال و جواب ہو

دیکھے فروغ حسن جو ساقی کا آفتاب — مرغ نگاہ آتش رخ سے کباب ہو

لائی ہے تجھ اڑا کے صبا کوے یار سے — ڈر ہے نہ میری خاک کی مٹی خراب ہو

کرلین حضور کے کف پا سے مقابلہ — اسمین کوئی ہو ماہ کوئی آفتاب ہو

اس غیرت چمن کا اگر سونگھ لے عرق — بلبل تو اک طرف ہے ابھی غش گلاب ہو

سونے نہ دیگی یاد شب زلف یار کی — آنکھون مین میری آکے پریشان نہ خواب ہو

زیب بغل ہے یار زبان پر ہے یہ دعا — یارب زمانے کو نہ کرے انقلاب ہو

کھولے کلید شوق ابھی قفل در مراد — گو سد راہ وصل نہ اسکا حجاب ہو

ٹوٹا بھی بوریا نہیں رکھتے ہین ہم فقیر — اہل دول کو دغدغہ انقلاب ہو

[illegible] اس سے دور ہے کہ زلیخا کی طرح سے — گر اے قلق بڑھاپے مین عود شباب ہو

دیکھ او گردون ستانا اسقدر اچھا نہین
ضبط کرتا ہون ابھی آہ دل ناشاد کو

ایسی کیا خوبی ہی اسمین کیا شرف ہی سرو کا
کیون بہی دیتے ہین تشبیہ آپ سے آزاد کو

سیر کی باغ جہان کی اسنے کیا جسنے ابہی
چشم عبرت سے نہ دیکھا عالم ایجاد کو

گل کو بخشا رنگ یہ پرتو تمہارے رخسار کے
راستی تعلیم کی قد نے ترے شمشاد کو

کیا سنے نالے مرے وہ شوخ سنگدل
کوئی بت سنتا نہین ناقوس کی فریاد کو

جب ہجوم یاس نے فرقت مین گھیرا ای قلق
لشکر طفلان اشک آیا مبارکباد کو

اپنی آنکھین ڈھونڈھتی ہین طالب دیدار کو
قدردان کیو اسطے گردش ہی چشم یار کو

کیون جلایا کرتے ہین گل پیرہن یار کو
آتش گل سے ضرر ہوتا نہین ہی خار کو

تنگی اوقات عالم مجھانے آئے ہین
آبدار اپنا سمجھتے ہین تری تلوار کو

ای جنون یاد مژہ دل سے مرے جاتی نہین
عمر بھر اس آبلے مین ہمنے دیکھا خار کو

او شکر کسقدر شیرین ہی تیرا آب تیغ
حاجت بخیہ نہین ہی زخم دامن دار کو

دیکھکر بیہوش ہوجاتا ہون موسی کیطرح
صاعقہ کہیے تمہارے پرتو رخسار کو

۱۳۱

سُنیے تو تھام لیجیے دل آئیگی نہ تاب	نقرے عدو کے ہوش مری اُستانکے ہین
یہ اہل قبلہ ہی نہین کرتے رہے ثنا	ناقوس کی زبان پہ بھی کلمے اذانکے ہین
مشہور جسکا صاعقہ و برق نام ہے	وہ ایک شررہ مرے سوز نہانکے ہین
ارباب فہم جو کہ ہین ساکن کہین کے ہون	وہ سب مقلد آج ہماری زبانکے ہین
کوثر پہ جلکے دیکھیے گا اُنکی آبرو	جو معترف کرامت پیر مغانکے ہین
پوچھو نہ کچھ خرابہ نشینونکا حال زار	ہم خاک مین ملائے ہوئے آسمانکے ہین
ملک سخن کو تیغ زبان سے کیا ہے سر	سکے پڑے ہوئے مرے حسن بیانکے ہین
بعد فنا بھی رنج غم ہجر یار ہے	زیر زمین بھی جور وہی آسمانکے ہین

اہل زبان کو ناز ہے میری زبان پر
سب قائل ای قلق مرے حسن بیانکے ہین

ردیف واؤ

کیسے مضمون

بہار عیش ہوتی ہے خزان پیری ہے آنیکو	جوانی روٹھی جاتی ہے کہین کس سے منانیکو
مری خانہ خرابی کچھ نہ پوچھو مین وہ بلبل ہون	جگہ دلین سکے ڈھونڈھتا ہون آشیانیکو
مرے مد نظر نگاہ ناز سے تاکا رقیبون کو	الٰہی چوک کر جائے ناوک انداز اس نشانیکو

دیوانہ ہون وحشی جانور تاک سننے آتے ہین
رہین ہمیرے حبیب کم سخن کا تنگ ایسا ہی
مراقبہ ہوا ہی تمہارے لیے راب کئی دن سے
زبان حال سے ظاہر کی الفت سے عالم پر
سبک روحی کر کھا خانہ بردوش ایک مدت تک
نہ مستی مین کیا کیا دختر رز کے اٹھائے ہین
گلا پو تکو نصیب سے سبب کہتے نہین لئکے
مٹے پر بھی رہی ہی جستجو یہ اپنے یوسف کی

مری وحشت کی عمبون لیے کھی آہو استان برسون
رہے ہین جستجو مین جسکا عاجز غیب دان برسون
رہا ہی عہد وحشت مین دل بیکان برسون
رہی ہی الفت محبت کی خموشی ترجمان برسون
رہے ہین اپنے بال و پر ہی مثل آشیان برسون
جوانی مین رہی ہی صحبت پیر مغان برسون
اٹھا ہی ہم نے ناز مرا طرز زبان برسون
غبار اپنا رہا ہی سد راہ کاروان برسون

قطعہ

عزیز از جان ہوگا غم عشق بتان دلکو
کریگا پاس اس مہمان کا یہ میزبان برسون

مشتاق دید ہین سب شہرہ ہی مرد و زن مین
عطر بہار ملکر جو آسکے وہ چمن مین
گل شمع کا جو مہکے گلزار انجمن مین

خلوت کدے سے لاؤ تشریف انجمن مین
تو بوئے گل سمائی کیا اپنے پیرہن مین
بلبل ابھی جھپٹ لے پروانے کے کرن مین

خال سیہ سبزہ خط سے نہین عیان
دہقان تنگبار کا مسکن ہے کشت مین

مین اک پری کا دیکھنے والا تھا اے قلق
حورونکو آنکھ اُٹھا کے نہ دیکھا بہشت مین

کونین سے کے مرے ہین جی سرنوشت مین
پریان اگر یہان ہین تو حورین بہشت مین

بیفائدہ جھگڑتے ہین یہ شیخ و برہمن
کعبے مین کیا ہے جو کہ نہین ہے کنشت مین

بعد فنا بھی یہ ل شوان ہے اپنے ساتھ
دوزخ بغل مین لے کے چلے ہین بہشت مین

ہمسا کوئی جہان مین نہین ہے الم نصیب
آئی کبھی خوشی نہ دل غم سرشت مین

عریان وہ ہین جائینگے دیوانے آپ کے
پلٹینگے چاک کرنیکو حلے بہشت مین

تاثیر دیکھو عشق بتان ملیح کی
لونی لگی مزار کی اک ایک خشت مین

طوبائے قد یار کی دھن مین ہین محو آہ
جھنڈا گڑا ہوا ہے ہمارا بہشت مین

دلمین کیا جو اُس لب جانبخش کا خیال
آب حیات ہمنے دیا اپنی کشت مین

زاہد تجھے بھٹکنے نہ دین گے گناہگار
سب بند و بست ہوگا انھین کا بہشت مین

سوز درون ہے خرمن لکا نگاہبان
پالا ہے ہمنے برق کو دامان کشت مین

اُسکے بوسے ہین ہوا ملتا ہے کسکو جو **قلق**
لب شیرین نہین لذت بین شکر پارے ہین

اور بھی پیاری نظر آتی ہین پیارے آنکھین
گو کیا کرتے ہین نرگس چشمی کا دعوا آہو
کہکشان مانگ ہے شب زلف ہے ابرو ہے ہلال
تیرے اِنکو تھا تصور جو رہا پیش نظر
یہی نظرون سے مجھے دیکھتے ہین وصل کی شب
کبھی مجھکو کبھی غیر وکو لگا دیتے ہین
دیکھو تو صاحب بینش نہین ہوتے خود بین
تو وہ خوش چشم ہے ہو دیدۂ نرگس بھی نثار
محض نادان ہین تجھسے جو کرین ہمچشمی
پھوٹ جائین ہین غیر ونکی آنکھین
اے **قلق** بانو نیزہ ماہ جو افشان چھڑکے

نشّے مین جو ہین تو آج تو بارے آنکھین
آنکھین کھل جائین جو دیکھین تری پیارے آنکھین
رخ جو ہے چاند کا ٹکڑا تو ستارے آنکھین
رات بھر ہجر مین گنتی رہین تارے آنکھین
اونچی کسطرح نہین وہ شرم کے مارے آنکھین
خوب سا کھین ہین لگا دسکے اشارے آنکھین
اپنے کر سکتی نہین آپ نظارے آنکھین
تیری آنکھو نہ ہرن صدقے اُتارے آنکھین
چشم انصاف سے دیکھین تو چکارے آنکھین
نظر بد سے جو دیکھین تری پیارے آنکھین
دیکھنے کے لیے بنجائین ستارے آنکھین

سیکڑون نے دیکھا ہی جو بازارون مین
مشورے ہوتے ہین یوسف کے خریدارون مین

جانتے ہین کہ کوئی غیرت یوسف نہین جائے
کتنے کھوٹے کھرے بکتے ہین بازارون مین

دو قدم چلکے جو تو چال دکھا دے اپنی
ٹھوکرین کھاتے پھرین کبک ابھی کہسارون مین

خون عشاق سے لازم ہی یہ پرہیز کرین
کہ شمار آپکی آنکھون کا ہی بیمارون مین

شیخ کعبہ ہو دیا برہمن بتخانہ
ایک ہی در کے یہ دونون ہین پرستارون مین

دیکھیے کتنے خریدار ہین کیا اٹھتا ہی
جنس دل بیچنے لائی ہی بازارون مین

فصل گل آئی خزان بھی ہوئے گلزار مگر
طائر دل ہی ہنوز انکے گرفتارون مین

سیر کیواسطے نکلا جو وہ شاہ یوسف
بند رستے ہوئے ٹھٹ لگ گئے بازارون مین

یہ نیا یار کی سرکار مین دیکھا انصاف
بے گنہ بھی گنے جاتے ہین گنہگارون مین

کہین ڈھونڈھے سے بھی ملتے تھے نہ ارباب کمال
جن دنون قدرشناسی تھی خریدارون مین

تیغ قاتل کے گلے ملتے ہین خوش ہو ہوکر
شہید قربان ہی محبت کے گنہگارون مین

کسی من سے نہ اٹھا ہو لی صحبت گل
اے ضعیفی تن زار اپنا ہی ان خارون مین

قلق اثبات دہن منھ کے نہ کھلوائے کبھی
ہر گھڑی بات اگر بات رہی یارون مین

خاک اپنی بعد مرگ بھی بادِ طلب مین
اے دل یہ راہِ گیسو ہی پُر خطر نہایت
شب العنب کی فرقت دل کو نہین گوارا
برباد کر رہا ہی کیون میری خاک ظالم
سبکو ہی پاس عصیان تو دل کو لوٹتی ہی
غیر نے سبب اخفا بھی ہنستے نہین کبھی وہ
اے ماہ مصر خوبی آگے تمھارے کچھ بھی
وہ برق حسن مسی ملتے مین ہنس رہا ہی
معشوق کی تو آنکھ عاشق کو نفع کرتے
وہ آفتاب تابان آیا ہی کس چمک سے
چھوٹ گئے یار پہلی منزل ہی مین بیچ ہو

ریگ روان کی صورت ہر وقت ہی سفر مین
لٹ جاتے ہین مسافر اکثر اسی سفر مین
لگی ہوئی ہی آٹھون پہر کمر مین
کیا فائدہ فلک کا ہوگا مرے ضرر مین
ائے لطف یار اندھیر یہ ہی ترے ہی گھر مین
آگے تو آہ میری مشہور تھی اثر مین
حسن حجاب تجھے سے چھپتا نہین نظر مین
بجلی چمک رہی ہی داماں ابر تر مین
لب خشک ہین صدف کے گو آب ہی گہر مین
ساقی مجھے صبوحی دے تو بھی جام زر مین
سب حال و ستی کا کھل جاتا ہی سفر مین

قطعہ

حال دل کیا ہر بار پوچھتے ہو
جسکی نہین دوا کچھ وہ درد ہی جگر مین

محتسب کے ہاتھ سے تنگ اسقدر رہین اے قلق
آئے ہین نالش کو سب میخوار قیصر باغ مین

پنہان ابھی ہی وہ رخِ روشن نقاب مین
رعشہ مگر پڑا ہی تنِ آفتاب مین

ہی جوش بحرِ اشک کا چشمِ پُر آب مین
دریا مین ہی حباب کہ دریا حباب مین

کب ہی شباب بحرِ جہانِ خراب کو
دیکھا ہوا ابھری ہی دماغِ حباب مین

معشوق گھر گیا نہ کیون نکلے اپنی جان
بیباکیون سے لطف رہی حجاب مین

ہی عشق سے بچا نہین کونین مین کوئی
انسان تو کیا فرشتے پڑے ہین عذاب مین

اے اذن کوئی گھر مین ہمارے نہ آنے پائے
دربان کو یہ حکم دیا میرے باب مین

دریا پہ بہرِ غسل گیا جب وہ آفتاب
آنسو بھر آئے دیکھ کے چشمِ حباب مین

اُسکے رخِ صبیح سے دعوی ہی ہمسری
منھ دیکھے صبح آئنہ آفتاب مین

تب قائل کرامتِ پیرِ مغان ہو شیخ
قاضی کو حال آئے جو بزمِ شراب مین

جامِ جہان نما سے نہین کم یہ نیند بھی
دُنیا کی سیر کرتا ہی انسان خواب مین

مجروح ہوکے مست محبت سوا ہُوا
تاوار کیا بجھائی تھی قاتل شراب مین

۱۱۲

رہتا نہیں ہی غیر و تمکا جمع مکان مین
پیسے ہماری آنکھ نکے کرین نہ بیٹھے
مانند برق کوندتی ہی ابر زلف مین
اُس الف کی جو دھیان مین بہتی تری بان
لگتا ہی جب بہار مرا غیرت چمن
قاتل ہمارا جیتے جی ہوتا نہ فیصلہ
میخوارونکے ہجوم سے ہی تنگ تنگ فروش
لکھا جب اپنی آبلہ پائی کا ماجرا
مرمر گیا مین ابروی پر خم کو دیکھ کر
ایفائے وعدہ کرکے ہمین تو جلا لیا
خود مینی آج کل ہی یہ مد نظر انہین
جلتے ہین میرے شعلہ آواز سے رقیب
ای جان جان یہ شہر پرواز حسن ہی

مطعون ہو بجاو کہین تم جہا
بھالا رزہ کی چاہیے بجتی سا
ای جان جیسا عقد ہی کہ بجلی ہی کا نیر
ہنگام نزع ہو گئی لکنت زبان مین
کیا منھ سے پھول جھڑتے ہین اک ایک تا
پڑتی نہ تیری تیغ اگر درمیان مین
شیشوں کو بھی جگہ نہین ملتی دکان مین
چھالے پڑے ہزار قلم کی زبان مین
کیا تیر کا ہی توڑ تمھاری کمان مین
ای جان تم جو آئے تو جان آئی جان مین
دیکھو کہ آئنہ ہی جو ا خاصہ انہین
مانند شمع رکھتا ہون آتش زبان مین
اچھا لا نہین ہی مو تو بکا تیر سکا نہین

یون شب وصلت ہے ہر شب القدر ملتی نہین
جیسے صبح عید سے کوئی سحر ملتی نہین

سب قصر و باغ ہو تو ہین فلک منصف تو ہو
ہے مرے مردے کو زمین بالشت بھر ملتی نہین

ہمسا عاشق قسمتو سے پا گیا ہو قدر کر
جنس ای ہکار مغت ای مفت بر ملتی نہین

خوب دیکھا خوب ڈھونڈھا سوا لکھنو
کوئی بستی صورت آباد نظر ملتی نہین

ہم بھی غیرو نسے جو نس لے لیتے لیکن کیا کرین
چار دنکو بھی حکومت اسقدر ملتی نہین

دم بدم اُٹھتے ہین شعلے دل سے ہجر یار مین
اک نفس آسودگی مثل شرر ملتی نہین

جان عالم ہو مرا سلطان عالم اے فلق
حسن کی دولت کسیکو اسقدر ملتی نہین

دیکھکر جو بن مرے گلگشت چشم مست کا
آنکھ نرگس کی بھی گھڑیوں چھپ کے ملتی نہین

شام کو نسبت ہو زلف دل آرا سے نہین
صبح نور روے اقدس سے سحر ملتی نہین

گوہر دندان عالی کی کرون کس منھ سے وصف
مجکو گل کے لیے آب گہر ملتی نہین

گو مشابہ چشم اقدس سے ہی کچھ آہو کی آنکھ
پر یہ چتون یہ لگاوٹ کی نظر ملتی نہین

نور گر درہ سے گے چاندنی بھی گر رہی
نقش پا سے بھی فروغ شکل قمر ملتی نہین

اسقدر رعب عدالت شہ کا ہی نہسان تو کیا
شیر کی روباہ سے بھی اب نظر ملتی نہین

۱۱۱

امان جان نہیں پائے ہین کشتۂ دیدار
تمہاری تیغ نگہ کی کہین پناہ نہیں

عبث ہے غفلت افلاک چونکا ہے غافل
یہ مہد دور جہان پھر خوابگاہ نہیں

وہ خوش نصیب ہین جو ہین سیاہ رنگ حنا
پہنچین جو پاؤں ہین تیرے نگاہ نہیں

ہیں یوسف دل گم گشتہ کی تلاش میں ہم
نہ تھا لگا آیا جسے کوئی ایسا چاہ نہیں

وہ ایسا قاتل بیرحم تنہ مروت ہے
کہ اُسکی تیغ کے قبضے مین بھی پناہ نہیں

تمہاری آنکھ نے کب ہے لگاوٹ اُنکو نصیب
ہرن اگرچہ ہین خوش چشم خوش نگاہ نہیں

طریق عشق میں ہے جا بجا نشیب و فراز
جو قطع تیز روی سے ہو یہ وہ راہ نہیں

فزون حصیر توکل ہے تخت شاہی سے
گدا وہ فخر کم از تاج بادشاہ نہیں

مرے کریم کی رحمت ہے جیسا سباہ تیغ
نہو جو عفو وہ ایسا کوئی گناہ نہیں

نہیں ہین قابل تکمیل شرع دیوانی
زمین شور سے سلطان بھی باج خواہ نہیں

اس آرزو پہ ہوا خاک بھی گر ایتک
مرے غبار کو دامن سے اُسکے راہ نہیں

کرونگا عرض دم پرسش عمل اتنی
ترے کرم سے زیادہ مرے گناہ نہیں

ضرور چاہیے عاشق پہ شفقت معشوق
گدا نواز ہو جو وہ بادشاہ نہیں

۱۱۰

قدر اپنی نہ جہان مین ہوئی باوصف کمال
صنعت ہو گل مین باغین برباد ہین ہم

شکوہ کرتا ہون شاہی کے تو فرماتے ہین
خانہ بربادی عشاق کی بنیاد ہین ہم

جان نثار دسیے ہی تیغ نگہ یار کا قول
دم ہین لاکھون کو کرین قتل جلاد ہین ہم

ہم شکایت نہین کچھ کرتے تمھین منصف ہو
واجب الرحم ہین یا قابل بیداد ہین ہم

ہم سمجھتے ہین پڑھائی ہوئی باتین کرد
داخل مکتب تم ای جان ابھی استاد ہین ہم

گیسوی یار کرینگے لیے کیا خانہ خراب
کیا ہوا خواہی صیاد مین برباد ہین ہم

ردیف
آج ہوتی ہی قلق قطع امید دیدار
ہجران اسلیے سوے رخ جلاد ہین ہم
نون

کرینگے ہمسے وہ کیونکر نباہ دیکھتے ہین
ہم انکی شوخی دونون اور چاہ دیکھتے ہین

گمان قاصد گم گشتہ ہکو ہوتا ہی
کبھی جو کوئی کبوتر تباہ دیکھتے ہین

تمھاری آنکھو نکلے گشتے بڑے مبصر ہین
یہ خوب صالت تیغ نگاہ دیکھتے ہین

مزا اڑا تو ذرا لے کبھی سن نہ وہ کی
کہین کریم بھی ہو دل گناہ دیکھتے ہین

یقین ہوتا ہی برگشتگی قسمت کا
پھر ہی ہوئی جو تمھاری نگاہ دیکھتے ہین

ڈر ہے پیغامبر کا سر ہو تن سے جُدا
بھیجکر پچھتا رہے ہین وصل کا پیغام ہم

جب کوئی نایاب ہاتھ آتا ہے مضمون دہن
اے **قلق** بیشک سمجھتے ہین اُسے الہام ہم

صاف باتون سے ہو گیا معلوم
ہوتے ہو مطلب آشنا معلوم

کشتۂ تیغ نگہ سے کیجیے گا
چشم و ابرو سے ہو گیا معلوم

ابتدائے محبت دل کی
یہ نہ تھی ہم کو انتہا معلوم

کچھ دہن ہی نہین ہے وہ ناپید
کمر یار بھی ہے نا معلوم

در تک اُس کے مری رسائی ہو
تجھ سے اے بخت نارسا معلوم

جب کہا روکے تجھپہ مرتے ہین
ہنس کے بولا وہ بت خدا معلوم

مہربان آج کل ہے وہ سنلے مہر
اسمین ہوتی ہے کچھ دغا معلوم

تم سخن ساز ہو بڑے اے جان
طرز تقریر سے ہوا معلوم

جب معمے مین ذکر وصل کیا
بولا مطلب نہ کچھ ہوا معلوم

بدگمان وحشت رز سے واعظ ہو
ہم کو ہوتی ہے پارسا معلوم

بد عہد اگر سمجھتے تو دیتے نہ دل کبھی
دم میں تمھارے آ گئے قول و قسم سے ہم

پاتے ہیں ذرے ذرے میں اس مہر کا فروغ
ادنی کو بھی نہ دیکھیں کبھی چشم کم سے ہم

جادو بیان ہیں قہر غضب کے ہیں چالبے
اس شوخ کو گھر لیتے لگا لائے دم سے ہم

اقلیم عاشقی میں سلیمان وقت ہیں
تسخیر کرتے پریوں کو نقش قلم سے ہم

پامالوں کا ہے پایہ افتادگی بلند
سیکھے یہ چال یار کے نقش قدم سے ہم

درد جہاں سے ہوتی ہے چشم وفا کمال
راحت بہت اٹھاتے ہیں تیرے ستم سے ہم

بچپائے ہیں ترک ملاقات یار سے
خوش چھٹکے ایسے بھولے قید غم سے ہم

دل کو ہمارے الفت مژگان یار ہے
رکھتے ہیں کام خنجر قاتل کے دم سے ہم

جب تک نہ دینگے بوسہ تریاق خال لب
جانبر نہونگے افعی گیسو کے سم سے ہم

کرتے ہیں فیض بادہ سے سیر طلسم نشہ
جام اپنا کم سمجھتے نہیں جام جم سے ہم

عشق میان یار نے مارا ہے بے گناہ
نالش کرینگے حاکم ملک عدم سے ہم

روز جزا کا خوف نہیں کچھ ہمیں قلق
پائیں گے خلد الفت شاہ امم سے ہم

مثل زمین ہو عالم بالا کو زلزلہ	ہو تجلی جو گوش عرش تلک نالہ ہای دل

اشعار میرے کیون نہون پر درد اسقدر
موزون کیے ہین مین نے قلق نالہ ہای دل

نہ کل تک تھے وہ منھ لگنے کے قابل	ہوئے آج باتین بنانے کے قابل
تری بندگی اور سیہ کار مجھسا	یہ سر اور ترے آستانے کے قابل
لب زخم دلبر یہ ہی شور قاتل	تری تیغ کا صیقل ہی دکھانے کے قابل
نکالے صنم بیٹ سے پانون تمنے	ہوئے جب کہین آنے جانے کے قابل
دل بوالہوس لائق داغ الفت	یہ درہم نہ تھے اس خزانے کے قابل
ان آئینہ رویونکی الفت نے ای دل	نہ رکھا ہمین منھ دکھانے کے قابل
یہان سے ہین کھٹکے چلو اس چمن سے	نہین یہ جگہ آشیانے کے قابل
پتنگے ہین گستاخ ای شمع پیکر	نہین تیری محفل مین آنے کے قابل
کوئی اس کے منھ دہلنے یہ کہدے	مرا نقد دل ہی چرانے کے قابل
کبھی خون مین میرے بھی ہاتھ تر کر	یہ مہندی ہی ہے تیرے لگانے کے قابل

گلزار مین ہر سمت گھٹا چھا گئی ساقی
شیشے مین گلابی ہین بھرا ہی شفق مین پھول

خار اسنے دیا مجھکو تو یون پھول گئے غیر
مجھ زخم کا جسطرح سے جلتا ہی بدن پھول

آیا پی گلگشت چمن جب وہ شہ حسن
بلبل نے تصدق مین لٹائے کئی من پھول

اک گل جو ترے گوہر دندان کا پڑے عکس
شبنم مین ابھی ہوتے کے در عدن پھول

تیرا کی جا چاہیے کچھ شغل گلستان
ملبس کے کرین جبکہ جوانان چمن پھول

مہر رخ انور سے جو الٹین گے نقاب آپ
شرماینگے سورج مکھی اور غنچہ دہن پھول

مجھ مست کو گلشن مین صبوحی ہو جو درکار
خورشید ہو ساقی شفق صبح چمن پھول

جب کرتے ہین سیر چمنستان مضامین
چن لاتے ہین گلچین کیطرح اہل سخن پھول

خوش چشم کی پڑتی نہین آنکھین گل خیر
بستر کے عوض جو لیے ہین اے گلتن ہرن پھول

لکھی جو قصے رنگ طلائی کی صفت خوب
سونے کے لٹاونگا دم فکر سخن پھول

چڑھا اتر ہی اگیا کی بھی بجاتی ہی بلبل
مجمر مین جو رکھتا ہی تو اے رشک چمن پھول

ہو گی نہ کبھی اس لب رنگین کے مقابل
جس رنگ سے چاہا ہی شفق شام مین پھول

کیون اتنا چمکتا ہی شب زلف مین ہی گل
کیا صبح بنا گوش کا تارا ہی کرن پھول

قدرت ایسی تھی حق نے آپکو گر چاہیے — کیجیے ارض و سما زیر و زبر یا غوث پاک

صورت روباہ بھاگے سامنے سے شیر نر — ہو سگ در آپکا گر حملہ ور یا غوث پاک

مائل پرواز اگر ہو آپکا باز جلال — نسر طائر کے بھی تکا نہین بال و پر یا غوث پاک

جن و انسان کیا میان مجلس وعظ حضور — کون تھا جسکا نہوتا تھا گذر یا غوث پاک

یہ توکل تھا سوائے فقر و فاقہ آپ نے — عمر بھر دیکھا نسوئے مال و زر یا غوث پاک

فاسق و فاجر تھا کیسا ہی ہوا کامل ولی — پڑ گئی جسپر توجہ کی نظر یا غوث پاک

جن و انسان و ملائک سے بھی یہ ممکن نہین — جو ریاضت آپنے کی عمر بھر یا غوث پاک

اولیا مین آپسا حاجت روا آیا نہین — آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہو من جلوہ گر یا غوث پاک

بعد ائمہ کے خدا نے اپنے بندونکے لیے — ختم کی حاجت روائی آپ پر یا غوث پاک

آپکے خوان کرم سے کیا ملک کیا جن و انس — کون تھا ہوتا نہ تھا جو بہرہ ور یا غوث پاک

فیض اسے کہتے ہین تھا جسنے دامن آپکا — آرزو بر آئی اسکی جلد تر یا غوث پاک

غیر ممکن ہے وہ بھٹکے منزل مقصد کی راہ — جس کسی کا ایسا ہو راہ بر یا غوث پاک

جو شرف اندوز درگاہ معلی ہوتے ہین — ہو نہ غبطہ کیونکر انکے بخت پر یا غوث پاک

یکایک اُٹھے تپ غم کی کسطرح ایذا
کبھی ہوئے نہیں فصلی بخار سے واقف

خیال خط نہیں آتا ہی دلمین بھولے سے بھی
نہ تو وہ نہیں میرے دیار سے واقف

ہنوز عارض دلبر ہی گرد خط سے پاک
یہ آئینہ نہیں اب تک غبار سے واقف

وہ ایک رات تو مجھسے الگ نہ سوئیگا
ہوا جو لذت بوس و کنار سے واقف

چھٹے گا جسطرح جن جان سبکے اُتریگا
نہیں ہی نشۂ الفت اُتار سے واقف

وہ مست کب ہی بلبل چمن مین شور نکر
نہیں تو نازکی غنچے یار سے واقف

وہ ناتوان ہون مرے تم سے لاغری پہ ہی نز
اجل نہیں ہی مرے جسم زار سے واقف

قطع

ہم ابتدا ہی سے دل کا کہا نہ کرتے قلق
جو ہوتے عشق کے انجام کار سے واقف

بنے گا کون عاشق نادار کی طرف
سارا زمانہ آج تو ہی یار کی طرف

جن آنکھ سے لیا تھا دل اُسپہ رہی آنکھ
حیرت سے دیکھتا ہون رخ یار کی طرف

دربان کبھی جو روکے وہ نازک مزاج ہین
منہ کرکے سوئین ہم نہ دیوار کی طرف

باتے مجھے ہو جو سو نکال کر لو ابھی حساب
فاضل ہی کچھ ہمارا ہی سرکار کی طرف

شعلے کے اضطراب سے روشن تھا بزم پر
تیغ فروغ حسن سے بسمل ہوا چراغ

کرتا ہے پیش شمع رخ یار گر میان
پروانوں کو جلانیکے قابل ہوا چراغ

لالہ اگر چمن مین تو مجکو یقین ہوا
روشن سر مزار عنادل ہوا چراغ

آہوں نے داغ دلکو ہوتا تھا کچھ فروغ
روشن ہوا مین گھر کا بہ مشکل ہوا چراغ

انگشت شعلہ بھر شہادت بلند کی
شب اُسکے نور حسن کا قائل ہوا چراغ

فانوس تک سے پڑنے لگے تجکو دیکھکر
دیوانہ ایسا اے مہ کامل ہوا چراغ

اُس مہروش کے پرتو رخسار سے
چنبین و کشش مہ کامل ہوا چراغ

سمجھا مین نور خال ذقن اُسکا دیکھکر
روشن کوئی سر چہ بابل ہوا چراغ

بھڑکا یہ شعلہ حسن سراپاے یار کا
ہر رونگٹا فتیلہ ہر اک تل ہوا چراغ

نالہ شرر فشان وہ کیا شب کہ سمجھے لوگ
روشن میان کوچہ قاتل ہوا چراغ

بھلسایا تھوڑا ہجر کی شب مین جلا لائے
یان بھی جلانیکے لیے نازل ہوا چراغ

اُس شمع رو کا گرم نظارہ ہوا جو مین
جلکر حسد سے بیچ مین حائل ہوا چراغ

روشن کو آفتاب سے سمجھے اُسے بھی
اُسکے مقابلے کے بھی قابل ہوا چراغ

جو دیکھے تجھکو تو ایسا ہو شرمسار چراغ — چھپے تیر نہین پتنگونکے بار بار چراغ

کرے اپنے داغ محبت سے دل ہزار روشن — خدا کے گھر مین جلاتے ہین ای نگار چراغ

حضور زلف صنم سوز داغ دل ہے کیا — جلے نہ سامنے کالے کے زینہار چراغ

وہ دل بجھا ہون کہ روشن کبھی نہو ای گل — جلاؤن گر سر تربت ہزار بار چراغ

سموم آہ نے گل کر دیا اُسے بھی ہاے — شب فراق مین تھا اک جو غمگسار چراغ

ہے یہ داغ شب عشق زلف مین یون شاق — ہو جیسے گرمیکی رُت مین ناگوار چراغ

تمہاری زلف کا سودا ہوا ہے گل ایسا اُسے — حریر شعلہ کو کر ڈالے تار تار چراغ

یقین ہے آئے چکا چوندہ اُسے بھی میری طرح — جو بے نقاب تجھے دیکھے ای نگار چراغ

بہار بھی مری نظرون مین ہے خزان شب ہجر — چھٹے جو پھول مین سمجھا ہے شکبار چراغ

فروغ شمع خور نہین نہ کیونکر اسکا ہو — دیار حسن دل افروز کا ہے یار چراغ

نشان دولت الفت ہے داغ سر میرا — جلاتے ہین سر بام اپنے مالدار چراغ

شب فراق بھر و نہین جو آہ گرم کوئی — ہوا مین اُڑتے پھرین صورت شرار چراغ

وہ نور حسن ہے تیرا کہ مثل پروانہ — فدا ہو شمع ترے چہرے پہ نثار چراغ

لب و دندان تیرے یاد آتے ہین صاف	جو کرتے ہین ہم شیر و شکر ربط
ضرر پہونچے مقرر اک نہ اک دن	کرے ناجنس سے انسان اگر ربط
دماغ اتنا کہان ہے جو حسان	نہ صندل سے کریگا دردِ سر ربط
بہت موزون ہے تیری بیت ابرو	بہم رکھتے ہین یہ مصراع تر ربط
جلاوے گی جگر کو آہِ سوزان	کرے گا پینے سے کیونکر شرر ربط

ردیف	قلق کا اُن سے تھا جو رنگِ صحبت گل و بلبل مین کب ہے اس قدر ربط	طائے معجمہ

ہم تو آکر نہوے یان کبھی دم بھر محظوظ	لوگ اس غمکدہ مین ہوتے ہین کیونکر محظوظ
جیسے زندان سے رہا ہوکے ہوے یوسف شاد	روح یون قید بدن سے ہوئی چھٹکر محظوظ
صبح عیش آپ شبِ غم ہمین دکھلائیگی	رنج کے بعد ہوا کرتے ہین اکثر محظوظ
شادی قتل سے ہی دلمین ہر اک شادی مرگ	تیرے جانباز ہین کتنے تہ خنجر محظوظ
آتش عشق سے میرے دلِ سوزان کو ہے چین	آگ مین رہنے سے ہوتا ہے سمندر محظوظ
دل مرا نفس کُشی کرکے ہوا یون بشاش	قتل دارا سے ہوا جیسے سکندر محظوظ

۸۷

اس قدر عاشق شیدا سے ہوا ہے روپوش
خواب مین بھی نہین آتا ہے خیال عارض

ہو مقابل تو تری گرمی بازار ہو سرد
ہے یہ خورشید درخشان سے سوال عارض

بوسے لینے مین جو کاٹا تو نشان دانتون کا
بن گیا حسن نزاکت سے ہلال عارض

سبزۂ رخ پہ ہے پروانہ شعاع خورشید
ماہ کی آنکھ کا تارا ہے وہ خال عارض

چشم یار آئینۂ رخ مین ہی کب عکس فگن
کہتے ہین اہل نظر اُس کو غزال عارض

غیرت تار شعاعی ہے ترا سبزۂ خط
رو کش شمع تجلی ہے جمال عارض

جوہر آئینہ سے دیجے اسے کیا تشبیہ
سبزۂ خط ہے ترا گرد ملال عارض

فلک حسن و لطافت پہ زحل تابان ہی
یا سویدا ہے دل حور ہے خال عارض

مثل آئینہ ہے وہ چاند سا چہرہ شفاف
پر تو ابروے پُر خم سے ہلال عارض

مہر و مہ پر نہین موقوف کچھ اُس لئے جو نقاب
شمع طور آج ہے مشتاق جمال عارض

خانۂ دل مین لگا دیتے ہین ہم آئینہ
فکر تزئین مین جو کرتے ہین خیال عارض

چاہیے چاہیے خط سبز پہ قربان کرے
نقد دل عاشق رخ کا تو ہے مال عارض

خط کی آمد مین تو باقی نہ رہی وہ رونق
اے قلق دیکھئے کیسا ہو مآل عارض

کیونکی مُرے کوئی جیے پر دوا ہے نہیں
ہم مبتلا سے رنج میں کرتا ہی یار عیش

ساقی کا لطف دیکھکے کہتے ہیں سب خلق غیر
کرتا ہی آجکل قلق بادہ خوار عیش

ردیف صاد مہملہ

لیتا ہے میرا اُس ستم ایجاد سے قصاص
بسمل کا کون لیتا ہی صیاد سے قصاص

شیریں کو چاہیے تھا یہ تیشے سے پوچھتی
کس جرم کا لیا سر فرہاد سے قصاص

کرتا ہی یہ جو قد سے تمھارے برابری
لیتا ہی ارہ اسلیے شمشاد سے قصاص

برسوں ملال دیتا ہی دم بھر کی عیش کا
لیتا ہی آسمان دل ناشاد سے قصاص

لب پر دہان زخم جگر کے یہ شور ہی
کوئی نہ بے مرا کے جلاد سے قصاص

فصل بہار آتے ہی پہنائیں بیڑیاں
لیتا ہی جنون مجھے [illegible] سے قصاص

اے گل سے چمن اکھڑ کے پھینکدے
لے فاختہ کے خونکا شمشاد سے قصاص

انصاف کو نہ ہاتھ سے دے باغبان اگر
لے خون عندلیب کا صیاد سے قصاص

بدلے جفا کے کرتا ہوں مہر و وفا قلق
کیا لوں میں اپنے بانی بیداد سے قصاص

گو صاف انھین کیا پہ کدورت نہین گئی | میری طرف سے دل مین ہین وہ بدگمان ہنوز

مر کر بھی عشق زلف کا چھوٹا نہ سلسلہ | رہتے ہین صرف شانہ مرے استخوان ہنوز

گلشن مین مجھ اسیر قفس کے ہین یادگار | باقی جو کچھ ہین چار خس آشیان ہنوز

چکھا ہے جب سے اُس لب شیرین کا ذائقہ | ہونٹھون سے چپکے ہین ہم اپنی زبان ہنوز

پیوند خاک ہوا ہون مین نالہ کش | اک شور ہی زمین سے تا آسمان ہنوز

یہ نیلگون لباس مین تھا نہین کبھی | کس غم مین دیکھے سوگ مین ہی آسمان ہنوز

اُسکی گلی مین قبر شہیدان ناز کے | باقی برائے نام ہین کچھ کچھ نشان ہنوز

گو بندہ کر چکا ہون مین سو بار انھین مگر | آمادہ بحث پہ ہین مرے ہمزبان ہنوز

تیغ نگاہ ناز سے قصہ تمام کر | قاتل تڑپ رہے ہین ترے نیمجان ہنوز

باغ جہان مین بسا نہین خانمان خراب | پائی جگہ کہین نہ پئی آشیان ہنوز

ہون جشید رستہ شاہ جنون مثل پیشکش | مجنون کی روح بھیجتی ہی ارمغان ہنوز

سو بار انقلاب زمانہ ہوا مگر | نا مہربان مرا نہوا مہربان ہنوز

بلبل سے مجھسے نالون کی جلسے ہوئی ہے بحث | گلچین ہے چپ سکوت مین ہی باغبان ہنوز

ہمصحبتی غیر کی کیا ہو یہی جگہ
بعد فنا تو ہمکو نہ زیر مزار چھیڑ

ہو مُل جلا ہون بعد فنا بھی جلونگا مین
پروانو نسے کریگی جو شمع مزار چھیڑ

ابر سیاہ چھایا ہو ساقی شراب دے
بارش نے تار باندھا ہو مطرب ستار چھیڑ

شاید کسی رقیب کا پھر جوڑ پڑ گیا
کرتا ہو بات بات مین پھر وہ نگار چھیڑ

پہلو مین میرے بیٹھ کے ذکر وفائے غیر
مجھسے نئی یہ تونے نکالی ہو یار چھیڑ

ممکن نہین جو عشق گل سے باز آئے
گلشن مین عندلیب کو گلچین ہزار چھیڑ

جی خوش ہو آدمی کا تو ہو دل لگی کا لطف
ہم اپنے غم مین ہین نہین اے نگار چھیڑ

دکھلا کے نقش پا اُسے ھو کا گلو نکالے
بلبل کو چل کے باغ مین اے گلعذار چھیڑ

آزردہ ہو نجائے کہین پہلی شب ہو آج
اُس بدمزاج کو نہ **قلق** بار بار چھیڑ

ہول اپنی جنس دل کا نہ بکے اسے بگاڑ
سودا اپنا ہوا نہ خریدار سے بگاڑ

سید و ار رہتے تھے قلب و قت تک
غیروں کی بن پڑی جو ہوا یار سے بگاڑ

سے بھی اپنے ہے صفائی نہ تُو ہی
جیسے ہوا ہو آئنہ رخسار سے بگاڑ

[illegible]

بیڑیاں زلف کی دیوانونکا پہنا دیجے
بال مرشد کے جو رکھواے ہین جانان سر پر

بال بچتے ہین مرے تار گریبان نہ سمجھ
دشت وحشت کہین ہوتا ہے گریبان سر پر

تمنے غیرونکو دیے مصحف رخ کے بوسے
جھوٹ بولوگے تو رکھدونگا مین قرآن سر پر

چاند سورج تو ہین پہ چاہیے تارے ای ماہ
بنت لے ماتھے کے چھڑک لیجیے افشان سر پر

سر قدم پہ ہے اُس شاکری کے اپنا
نہین درکار ہمین چتر سلیمان سر پر

موت آئے کہین ای کلبش نہین آتے نہ سہی
جمکلا آئی ہو لئے شب ہجران سر پر

پیجو سکے بل شہ چلو خوب نہین ہے یہ چلن
ٹیڑھی ٹوپی نہ رکھو ای مہ تابان سر پر

تیرا شیدا ہے جو مجنون لوائے رنگین
داغ جاے گل دستار ہے جانان سر پر

بجلی چمکا دے ابلا ہی اللہ وحشت تو بھی
بارش سنگ ہے اور شورش طفلان سر پر

سچ ہے قول و قسم پہ نہ کسی کے کوئی دے
جتنے جھوٹے ہین لیے پھرتے ہین قرآن سر پر

مین ہون دنیا مین شہ کشور ترک دنیا
عوض چتر ہے ظل شہ مردان سر پر

اب تلک گرم تغزل کہنے کی کچھ فکر نہ کی
اور آپہونچی قلق فصل زمستان سر پر

بسمل لڑاتے وقت وہ ہمکو اڑاتے ہین
ڈر ہے پڑے نہ پیچ رگ جان کی ڈور پر

اے ضعف گوشہ گیر ہین ہم اک طرح
آتی نہین بلا کوئی روزن مین مور پر

تکل جو لکھکے ڈھاتے ہین ان پاتے ہین جواب
یان بدلے تار کے خبر آتی ہے ڈور پر

رفتار ناز دیکھ کے اس رشک ماہ کی
چھائی ہے مثل آئینہ حیرت چکور پر

لب پر ہے اس ملیح کے کہتے ہین ہجوم خط
میلا لگا ہے ساحل دریائے شور پر

اس گل کے وصل کی جو مراد آئے اے قلق
چادر چڑھاؤن پھولون کی بلبل کی گور پر

بعد فنا ہے سوز دل اس زور شور پر
جل جاتی ہے جو آگتی ہے گھانس اپنی گور پر

رکھے گلون نے کان نہ بلبل کے شور پر
دیکھا نہ مہربان قمر کو چکور پر

دی جان اک ملیح کے آغاز عشق مین
ڈوبا جہاز ساحل دریائے شور پر

اک بوسے کا جتاؤ نہ احسان کسیطرح
لات آج تمنے ماری ہے حاتم کی گور پر

روشن ہو نام نیت ظاہر ہے سب عجب
جلتا نہین چراغ بھی حاتم کی گور پر

اے چرخ پیر اپنی نہ قوت دکھا ہمین
کیا اعتبار عہد ضعیفی کے زور پر

جنون برسائے پتھر آسمان نے مزرعہ جان پر
بٹھائے پیر سبقت لیگئی بیلہ طفلان پر

لگایا عطر جب ہمنے لب رنگین جانان پر
لو گویا تیل چھڑکا آتش لعل بدخشان پر

نہین یہ معجزہ موقوف کچھ موسی عمران پر
پیالے ہین ید بیضا کف پر نور مستان پر

کبھی چلتی نہین دیہاری ہائے گلشن مین
وہ بلبل ہون کہ وارفتہ ہون گلہائے حرمان پر

بیاض گہٹے جانان بلبل شیراز گر دیکھے
صفت اس نو بہار کی لکھے اوراق گلستان پر

کیا قتل اسنے مجکو مین فدی اس قاتل کی آرائش
جمایا خون کا لاکھا لب شمشیر بران پر

پس مردن اتر ہوگے کہان تک شوق کہتا ہی
کمند آہ سے چڑھ جاؤ بام قصر جانان پر

تصور بندھ گیا وحشتین کسکے روے روشن کا
کہ عالم وادی ایمن کا ہے اپنے بیابان پر

ہمیشہ سبز رہتا ہی گلستان جود و بخشش کا
کبھی باد خزان چلتے نہ دیکھی باغ احسان پر

ہوا جاتا ہے سے باہر کسقدر شوق شہادت ہے
پڑی جس دم نظر قاتل تری شمشیر عریان پر

یہ کس مہر سپہر حسن نے رکھے قدم اپنے
گمان مہر ہے ہر ذرہ خاک شہیدان پر

تمہارا مسکرانا جانتا ہون جان لیویگا
گری گی ایک دن برق تبسم خرمن جان پر

ہوں میں سب آجکل سلطان اقلیم شہادت مین
ہے اپنے نام کا سکہ زر گنج شہیدان پر